طور محبت

تحریر: میمونہ نصر اللہ

BURAQ READER

آج اس کی شادی کا تیسرا دن تھا۔اس کا شوہر شادی کی رات کا گیا آج لوٹا تھا۔وہ اتنے دنوں سے پریشان تھی آخر یہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا تھا۔ولیمے کے لیے معذرت کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ یہاں لے آیا تھا۔اس انجان شہر میں اس گھر میں اتنے دنوں سے اس کے ساتھ صرف ملازم تھے۔وہ نئی نویلی دلہن اس صورتحال کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔سسرال میں ایک نند اور ساس تھیں جو شادی والے دن ہی رخصتی کے بعد جرمنی روانہ ہو گئی تھیں کیونکہ ان کی فلائٹ تھی۔انہوں نے یہ بھی نہ سوچا وہ اکیلی رہ جائے گی۔بس ڈھیر ساری نصیحتیں اور تاکیدیں کرتے وہ روانہ ہو گئیں اور وہ بس ہونق ہوئی ان کو جاتا دیکھتی رہی بھلا ایسا بھی ہوتا ہے۔اور ان کے جانے کے بعد اس کا شوہر کمرے میں آیا تو بس اتنا کہا۔

"آپ چینج کر لیں ہمیں کشمیر کے لیے نکلنا ہے۔"

آج کا دن حیرتوں کا سامان لے کر آیا تھا لیکن اس نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دی شاید کشمیر وہ اپنے ہنی مون کے لیے جا رہے ہیں۔وہ خاموشی سے پیکنگ کرتی اس کے ساتھ آ گئی تھی اور اس کا شوہر جو پہلے ہی ولیمے کے لیے معذرت کر چکا تھا اب اس کا یوں اسے لے جانا اس کے گھر والوں کو پریشان کر سکتا تھا لیکن وہ یہ شاید اس طرح

دوسروں کے محسوسات پر سوچنے کا عادی نہیں تھا۔ اس نے خود ہی اپنی ماں کو فون کر دیا تھا کہ وہ ہنی مون کے لیے کشمیر جا رہی ہے تو اماں نے بس اپنا خیال رکھنے کا کہا تھا اور چند معمول کی نصیحتیں۔

وہ ان کی باتوں پر حیران ہوئی تھی کہ ان لوگوں کو پتہ تھا کہ اس کا سسرال مظفر آباد سے ہے اور ایک وہ بس انجان رہی۔ پھر اس نے جلدی سے اپنی جیولری اور شادی کا سوٹ بھی پیک کر لیا تھا اب جہاں گھر تھا سب سامان رہنا بھی وہیں چاہیے تھا۔

ایک بات تو اسے سمجھ آ گئی تھی کہ اب زندگی تیز رفتاری سے گزرنی تھی اور اس سب میں اس کے شوہر نے اس سے سوائے ان الفاظ کے اور کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ وہ منتظر ہی رہی اور یہاں اس گھر میں آنے کے بعد وہ ایسا گیا کہ آج آیا تھا۔ جب وہ آیا تو وہ سو رہی تھی۔ جب وہ سو کر اٹھی تو وہ صوفے پر الجھا بکھرا سا بیٹھا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اسے سمجھ نہ آیا وہ کیا کرے۔ اٹھ کر اس کے پاس جائے یا یہیں سے بیٹھ کر کوئی بھی بات کرے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ اٹھ کر اس کے ساتھ صوفے پر آ بیٹھی۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''

قریب بیٹھنے پر اسے پتہ چلا اس کی آنکھیں لال لال تھیں جیسے وہ روتا رہا ہو یا رونے کی خواہش رکھتا ہو۔ وہ ڈر گئی۔

''کیا ہوا۔ سب ٹھیک ہے نا۔ آپ ٹھیک ہیں؟'' اب کی بار اس نے شوہر کے بازو پہ ڈر کے ہاتھ رکھا۔ اس کے ہاتھ کو محسوس کر کے وہ ایک دم اس سے فاصلے پر ہوا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' لیکن انداز ایسے تھا جیسے مجھ سے دور ہو کے بات کرو۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔ آخر یہ سب ہو کیا رہا تھا اس کے ساتھ۔ وہ بے جان سی اسے دیکھتی رہی جو دوبارہ اس سے غافل سا ہو کے اپنی سوچوں میں گم ہو چکا تھا۔ اس میں دوبارہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے شوہر کو مخاطب کر سکتی۔ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کا دماغ شادی کے بعد کی صورتحال کو سوچ کے شل ہوا جا رہا تھا۔ کیا تھا جو اس سے چھپا ہوا تھا۔ وہ پزل کے تمام ٹکڑوں کو جوڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کوئی سرا ہاتھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسی طرح الجھی ہوئی سی کچن میں آ گئی۔ وہاں جیسے افراتفری کا عالم تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ اپنی پریشانی کو بھول کر ان سے پوچھ بیٹھی۔

"دونوں بچے روئے جا رہے ہیں۔ان کے لیے دودھ تیار کر رہے ہیں۔"

"کون سے بچے؟" وہ ہونق ہوئی۔اسے نہیں پتہ تھا اس کے لیے ابھی بہت سے سرپرائز رہتے تھے۔

"آپ کے بچے۔" ایک ملازمہ نے جواب دیا۔

"میرے بچے؟ میرے بچے کہاں سے آ گئے آج میری شادی کو تیسرا دن ہے۔" اسے جیسے غصہ آیا۔

"بیگم صاحبہ! اس کا مطلب ہے صاحب کے بچے۔وہ یقیناً آپ کے بچے کیسے ہو سکتے ہیں۔ان کی ماں اور ہے۔آپ کی چونکہ صاحب سے شادی ہوئی ہے تو اس حساب سے اس نے انہیں آپ کے بچے کہا۔" دوسری ملازمہ نے جیسے سلیقے سے بات کو سنبھالا ہو۔وہ خشمگیں نگاہوں سے اپنی ساتھی کو دیکھ رہی تھی بھلا کیا ضرورت تھی نئی دلہن کو دو بچوں کی ماں کہنے کی اور وہ حقیقتاً بے جان ہو گئی تھی۔چند لمحوں کے لیے جیسے اس کا دماغ سن ہو چکا تھا۔اس کی حالت دیکھ کر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر بچوں کے فیڈر اٹھائے کچن سے باہر نکل آئیں۔

"تمہارے خیال میں انہیں پتہ نہیں ہوگا کہ ان کی صاحب کے ساتھ دوسری شادی ہے۔یا یہ پتہ نہیں ہوگا کہ ان کے دو بچے ہیں۔" وہ تیز قدموں سے چلتی بچوں کے کمرے میں جا رہی تھیں۔

"شاید ان کو کسی بھی بات کا پتہ نہ ہو اس لیے اتنی صدمے والی شکل ہو رہی تھی۔اب اس گھر کو اللہ ہی امان میں رکھے۔شاید اب روز یہاں جھگڑے ہوا کریں گے۔اور سوتیلی ماں......اف......" دونوں نے جھرجھری لی۔خیر خوشیوں کا گہوارہ تو یہ گھر پہلے بھی نہیں تھا۔ان درو دیوار نے بہت سے جھگڑے دیکھ رکھے تھے۔مگر پھر بھی یہاں محبت تھی۔اب جانے کیا تھا اس گھر اور اس کے مکینوں کا نصیب۔

وہ غصے سے بھری اپنے کمرے میں جا پہنچی۔غصہ،صدمہ اور بے یقینی۔ملی جلی کیفیت تھی۔

"کیا آپ پہلے سے شادی شدہ ہیں؟ اور وہ آپ کے ہی بچے ہیں؟" اسے سمجھ نہیں آیا یہ پوچھتے ہوئے اس کا لہجہ بھرا کیوں گیا تھا۔شاید اسے اب بھی امید تھی کہ وہ انکار کر دے گا۔

"ہاں۔" ہادی نے یک لفظی جواب دیا۔وہ بے یقین تھی۔

"واقعی؟" اس نے پھر سے تصدیق چاہی۔

''جی بالکل۔''

''میرے گھر والے جانتے ہیں؟''

''پتہ نہیں۔لیکن میرے گھر والے جانتے تھے۔شاید آپی نے آپ کے گھر والوں کو بتایا ہو۔'' وہ اس کے سامنے کھڑا بے تاثر سا اسے بتا رہا تھا۔

''ناممکن۔اگر میرے گھر والوں کو پتہ ہوتا تو وہ کبھی میری شادی آپ سے نہ کرتے۔'' وہ صدمے سے چلائی۔

''جو بھی ہو۔ان کو پتہ ہے یا نہیں یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کرتے وقت انہیں ساری چھان بین کر لینی چاہیے تھی۔اس وقت میں غم کی حالت میں ہوں۔دو دن پہلے میری بیوی مری ہے اور اس کی میت اس کے گھر والے ہاسپٹل سے ہی اپنے گھر لے گئے۔میرا ایک بیٹا سال بھر کا ہے تو بیٹی بس تین دن کی ہے۔کیا میرے غم سے زیادہ آپ کا غم ہے؟ آپ سے میں بعد میں بات کر لوں گا لیکن فی الحال مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔'' وہ یہ کہہ کر دوبارہ سے صوفے پر جا بیٹھا۔اور وہ ایسی کیفیت میں تھی کہ جس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ کم تھے۔

وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھی۔گھر کے ایک کمرے سے بچوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔وہ لاتعلق سی بیٹھی تھی۔اسے بچے کبھی بھی اتنے پسند نہیں رہے تھے اور روتے ہوئے بچے تو پھر زہر لگتے تھے۔بھانجوں، بھتیجوں کو بھی اتنا پیار کرتی تھی کہ وہ اپنی ماؤں کی گود میں ہوتے تو وہ پیار سے ان کے گال پر ہاتھ پھیر لیتی تھی۔اب یہ بچے کوئی اس کے رشتے دار تو نہیں تھے کہ ان کو پیار کر لیتی۔وہ اس کے شوہر کی سابقہ بیوی کے بچے تھے۔یعنی اس کے شوہر کے رشتے دار۔جب شوہر اپنا نہیں تھا تو اس کے رشتے دار بھی اس کے کچھ نہیں لگتے تھے۔

مزید دو دن گزر چکے تھے اور وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں سے اس بارے میں بات کرے یا نہ کرے۔کیونکہ رخصت ہوتے وقت وہ ان سے شدید ناراض ہو کے نکلی تھی کہ کبھی اپنا کوئی مسئلہ انہیں نہیں بتائے گی۔جتنی بھی مشکل پیش آئی وہ ان سے مدد نہیں مانگے گی۔

''آخر ہیں تو میرے گھر والے ہی۔انہیں نہیں بتاؤں گی تو پھر کس سے کہوں گی۔اور ناراض بھی تو خود ہوئی تھی اماں تو آخری وقت تک مناتی رہیں۔'' وہ خود کو بتا رہی تھی سمجھا رہی تھی۔آخر اپنا موبائل اٹھاتی وہ لان کی طرف جانے لگی۔یہاں تو بچوں نے پورا گھر سر پہ اٹھایا ہوا تھا۔اماں کا نمبر ملایا۔بیل جا رہی تھی۔وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سنتی رہی۔

''ہیلو۔'' اماں کی آواز آئی۔

''السلام علیکم اماں۔کیا حال ہیں کیسی ہیں آپ۔گھر میں سب کیسے ہیں؟'' اس نے ایک ہی سانس میں سب پوچھ ڈالا۔

''وعلیکم السلام، ٹھیک ہوں میں۔اور گھر میں بھی سب ٹھیک ہیں۔تم سناؤ کیسی ہو۔ہادی کیسا ہے؟''

''اماں آپ سے ایک بات کرنی تھی۔کیا شادی کے بعد زندگی بہت عجیب ہو جاتی ہے بلکہ غیر متوقع۔اور شوہر نامی مخلوق تو عجیب تر ہوتی ہے۔میرا شوہر عجیب ہی نہیں جھوٹا اور بدتمیز بھی ہے۔بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ وہ......'' وہی ایک ہی سانس میں بات پوری کرنے کی عادت۔

''بس کر دو صباح۔آج تمہاری شادی کو پانچواں دن ہے اور تمہارے منہ پر شوہر کا گلہ۔'' اماں تو جیسے جلال میں ہی آ گئی تھیں۔ ''تمہیں ہمیشہ ہر کسی سے مسئلہ ہوتا ہے۔میں سوچتی ہوں کبھی کوئی ایسا بھی ہوگا جس سے تمہیں مسئلہ نہ ہو۔کبھی تو کسی سے خوش ہو لیا کرو۔اب شادی کو پانچواں دن ہے اور شوہر جھوٹا اور بدتمیز بھی بن گیا تمہارے لیے۔خبردار آج کے بعد میرے سامنے شوہر کا گلہ کیا تو۔اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو کرو۔''

''نہیں اور کوئی بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرا شوہر بہت اچھا ہے اور میں اس کے ساتھ بہت خوش ہوں۔میں اپنا ہنی مون بہت انجوائے کر رہی ہوں۔مجھے اور میرے ''شوہر'' کو کشمیر اتنا پسند آیا ہے کہ اب ہم مستقل رہائش یہیں رکھیں گے اور لاہور والے گھر میں نہیں آئیں گے۔آپ کو میری یاد آئے گی تو نہیں لیکن آ بھی جائے تو مجھ سے رابطہ نہ کیجیے گا کیونکہ میرے شوہر کو پسند نہیں ہے کہ میں اپنے میکے والوں سے زیادہ کانٹیکٹ میں رہوں۔'' یہ بول کر اس نے غصے میں فون ہی آف کر دیا۔آنسو تھے کہ بہتے ہی جا رہے تھے۔

''میں ہمیشہ دوسروں کے گلے کرتی ہوں۔مجھے ہمیشہ سب سے شکایت رہتی ہے۔مجھے تو کبھی کسی سے خوش

ہونا نہیں آتا۔ میں ہی سب سے بری ہوں۔ مجھے کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوسکتا اگر ہوتا ہے تو میری ہی وجہ سے ہوتا ہے۔" وہ روئے جارہی تھی اور خود کو کوسے جارہی تھی۔ "مجھے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی میری بات پر یقین نہیں کرے گا۔" اس کا دل ہر شے سے خراب ہو چکا تھا۔

اس دن کے بعد سے اس نے میکے میں کسی سے رابطہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی نے وہاں سے اسے فون کیا تھا۔ یہاں گھر میں بھی اس نے لاتعلقی اختیار کی ہوئی تھی ہر شے سے۔ جیسے یہاں اجنبی ہو اور چند دن کی مہمان ہو۔ وہ کچن میں آگئی۔ دونوں ملازمائیں کھانا تیار کر رہی تھیں۔

"آپ کو کچھ چاہیے بیگم صاحبہ۔"

"نہیں، ایسے ہی آگئی ہوں۔" وہ الجھی ہوئی تھی۔ کچن میں رکھی ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسیوں میں سے ایک کھینچ کر وہ بیٹھ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر بیگم صاحبہ کو۔ جس کو آتے ہی اتنے جھٹکے ملے تھے لیکن وہ پھر بھی صاحب سے جھگڑا نہیں کرتی تھی۔ زیادہ تر خاموش رہتی تھی۔ شہرین میڈم تو ذرا سی بات پر ہنگامہ کھڑا کر دیتی تھی اور اپنی منوا کر رہتی تھی۔ لیکن ان دونوں میں بہت محبت تھی اور یہاں لاتعلقی تھی دونوں کو ہی ایک دوسرے کے وجود کی پرواہ نہیں تھی۔ اس سب میں جو بات معمہ تھی وہ یہ کہ پہلی شادی محبت کی کرنے کے باوجود بھی ہادی نے دوسری شادی کیوں کی تھی۔ وہ اسی طرح سوچوں میں گھری اردگرد سے بے نیاز بیٹھی تھی۔

"بیگم صاحبہ! آپ کے لیے کچھ اچھا سا بنا دوں؟" نصیبو کو اس سے ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔

"نہیں، تھینک یو۔"

نصیبو نے اس کی شکل دیکھی پھر بولی۔ "بیگم صاحبہ! آپ سے ایک بات پوچھوں؟"

صباح نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"وہ جی جب صاحب بال بچوں والے تھے تو آپ کے والدین نے آپ کی شادی ان سے کیوں کی؟ میرا مطلب آپ کی عمر بھی کوئی زیادہ نہیں، انیس، بیس کی ہوں گی۔ ایسی کیا مجبوری تھی۔"

شاکرہ نے نصیبو کو ٹہوکا دیا۔وہ جو آگے بولتی چپ کر گئی۔شاکرہ نے غصہ سے اسے دیکھا بھلا مالکوں سے ایسے سوال کیے جاتے ہیں۔

”پتہ نہیں ایسا کیوں ہوا۔شاید نصیب میں یہی لکھا تھا۔“اس نے سادگی سے جواب دیا۔اماں اپنی بیٹی کا یہ جواب سن کر شاید غش کھا جاتیں۔کیونکہ اس نے کبھی کسی چیز کو نصیب کے کھاتے میں نہیں ڈالا تھا۔جو بات مرضی کے خلاف ہوتی اس پر ہنگامہ کھڑا کر دیتی۔بھلے اس کی مرضی پوری ہوتی یا نہیں لیکن خاموشی سے کبھی بھی کچھ نہیں مانتی تھی اور اب بغیر کسی ہنگامے کے وہ اس بات کو مان چکی تھی۔

”ویسے ہادی صاحب کی شہرین میڈم سے محبت کی شادی تھی اور دونوں میں بہت محبت تھی۔پتہ نہیں انہوں نے دوسری شادی کیوں کی۔“ایک بار پھر نصیبو نے زبان کو زحمت دی تھی۔جب کے شاکرہ نے اس کا بازو دبوچ ڈالا۔

”کب سے باتیں کیے جا رہی ہو۔اتنا سارا کام رہتا ہے ابھی۔“صباح نے نصیبو کی بات سن کر کوئی ردعمل نہیں دیا تھا۔بس خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔سکون نامی شے تو زندگی سے گم ہی ہو گئی تھی۔وہ آہستہ قدموں سے چلتی باہر آ گئی۔

”یہ تو نصیب کی بات ہے کہ شہرین میڈم زندہ نہیں رہیں۔ورنہ اگر وہ ہوتیں تو کیا وہ صاحب کی دوسری بیوی کو گھر میں گھسنے دیتیں؟اگر وہ ہوتیں تو یقیناً چھوٹی بیگم صاحبہ ہی پستیں کیونکہ وہ صاحب کی بہت لاڈلی تھیں اور کب کسی کو اپنے آگے کھڑا ہونے دیتی تھیں۔“وہ دونوں سمجھی تھیں کہ وہ چلی گئی ہے۔جب کہ وہ اتنا اونچا ضرور بول رہی تھیں کہ جاتے ہوئے یہ دونوں جملے وہ سن چکی تھی۔

وہ دل گرفتہ سی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔وہ ان دونوں کی باتوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنے لگی۔اگر جو واقعی شہرین زندہ ہوتی تو اس کی کیا حیثیت ہوتی۔وہ کبھی غاصب نہیں رہی تھی تو اس عورت کے ہوتے اس گھر سے چلی جاتی۔اس نے کب سوچا تھا کہ وہ کسی کی دوسری بیوی بن کر جائے گی۔زندگی میں ہر شے فرسٹ ہینڈ استعمال کرنے والی۔شوہر سیکنڈ ہینڈ۔یا وہ خود سیکنڈ چوائس۔یہ زندگی کی ایسی چوٹ تھی جو اسے بھلائے نہیں بھولنی تھی۔جیسا وہ شہرین کو سن کر آئی تھی وہ خود بھی تو ویسی تھی۔نخرے والی۔اپنی نہ ماننے پر ہنگامہ کرنے والی۔لیکن

اب تو ایسی چپ لگی تھی۔ لمحہ لمحہ دل کٹتا تھا۔ کیا ضروری تھا کہ اس کے ساتھ یہ ہوتا۔

دو ہفتے ہونے کو آئے تھے۔ وہ اس کمرے میں اکیلی ہوتی تھی۔ ہادی گھر ہوتا تو دوسرے کمرے میں رہتا یا کبھی بچوں کے پاس نظر آتا۔ وہ تو اس کے لیے کہیں نہیں تھی۔ اس نے بیڈ پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لیا۔ درمیانے سائز کا کمرہ تھا۔ اس کمرے میں موجود ہر چیز بہت بہترین تھی لیکن یہ یقیناً ہادی اور شہرین کا کمرہ نہیں تھا کیونکہ یہاں کچھ بھی اس سے متعلقہ نہ تھا۔ یہ کمرہ ان کے استعمال میں نہیں تھا۔ اس نے گہری سانس لی وہ اسے کیوں اپنے بیڈروم میں جگہ دیتا۔ وہاں تو اس کی محبوب بیوی کی یادیں ہوں گی۔ اس نے اپنے بندھے بالوں کو کھولنا شروع کیا۔ پھر آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ کملاہی ہوئی رنگت۔ الجھے ہوئے بال۔ وہ بہت ٹپ ٹاپ رہتی تھی۔ ایسا حلیہ تو اس نے کبھی نہیں اپنایا تھا۔ اسے اپنی شادی سے پہلے کی ہوئی شاپنگ یاد آئی۔ وہ بہت چھان پھٹک کر ایک ایک چیز لیتی رہی۔ اپنے فیورٹ کلرز کے کپڑے۔ اماں نے اسے کسی بات پر نہیں ٹوکا تھا۔ سب کچھ اس نے مکمل اپنی پسند سے لیا تھا۔ اماں کو پتہ تھا اگر جو اس کا موڈ خراب ہوا تو لاڈورانی ہر شے کو ایک طرف کر کے منہ پھلا کر بیٹھ جائیں گی۔ ایسی ہی نازک مزاج تھی وہ۔ ایک بار اماں نے غصہ میں کہا تھا مجھے نہیں لگتا تمہارا گھر خیر سے بس سکے۔ روز جھگڑا کرو گی شوہر سے کبھی کسی بات پہ کبھی کسی بات پہ۔ آگے سے وہ فوراً بولی تھی اماں آپ کی چاروں بیٹیوں میں سب سے اچھا گھر میں بساؤں گی۔ دیکھ لینا۔ میرا شوہر جب بھی آپ کے پاس آئے گا اس کے پاس میری تعریفوں کے ڈھیر ہوں گے۔ وہاں پر بیٹھی اس کی بہنیں اور بھابھی ہنسنے لگ گئی تھیں۔ اسے بہت برا لگا تھا۔ اس نے تب خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی کہی بات کو پورا کرے گی۔

وہ چونک کر حال میں لوٹی۔ پھر آئینہ دیکھ کر وہ کچھ سوچ کر مڑی۔ وارڈروب کے آگے کھڑے ہو کر اس نے اپنے جہیز کا ایک بہترین سوٹ نکالا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ نہائی دھوئی کھڑی تھی۔ ٹھیک ہے اگر زندگی ایسے ہے تو اس طرح ہی سہی۔ وہ کسی کے لیے روگ نہیں لے گی۔ اگر ہادی صاحب بیوی کے غم میں تھے تو ہوتے رہیں وہ کیوں کسی کے لیے غم پالتی۔ اور جہاں تک رہی موجودہ صورتحال۔ وقت کے ساتھ اس سے بھی نپٹ لے گی وہ۔ اچھی طرح تیار ہو کر وہ اپنے کمرے سے باہر آ گئی۔

وہ گھر کے ایک ایک کونے کو دیکھ رہی تھی۔ یہ گھر اس کا ہوتا یا نہیں اس کا فیصلہ بعد میں ہونا تھا۔ گھر بہت بڑا

تھا۔ جانے کتنے رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس گھر کا کونا کونا صاف ستھرا اور چمکتا دمکتا تھا۔ وہ بہت خوبصورت گھر تھا۔ اگر صباح اس گھر میں پہلے آتی تو وہ بھی اس گھر کو ایسے ہی سیٹ کرتی۔ یوں تھا کہ جیسے اس سے پوچھ کے کسی نے اس گھر کو سنوارا ہو۔ ذرا جو کہیں کمی بیشی ہو۔ یعنی اس گھر کی پہلی مالکن اور نئی مالکن کی پسند ایک جیسی تھی۔ یہ سوچ آتے ہی صباح کا منہ کڑوا ہوا۔ یہ سب کسی اور کا تھا اس کا نہیں۔

وہ گھومتے پھرتے بچوں کے کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ اب بس یہی رہ گیا تھا۔ تبھی ہادی اس کمرے سے باہر آیا۔ اسے وہاں کھڑا دیکھ کر رک گیا۔ اسے یاد آیا کہ وہ اس کی دوسری بیوی تھی۔ وہ اسے سامنے دیکھ کر کنفیوز ہو گئی اور جلدی سے سلام کر ڈالا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' رسماً ہی پوچھ رہا تھا وہ۔ ورنہ اگر اس کی خیریت جاننی ہی ہوتی تو اسی گھر میں تھی وہ مجال جو اس کے کمرے میں جھانکا ہو۔ وہ اس کے تیار ہوئے سراپے کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اتنی تیار ہو کر کھڑی تھی۔ کیوں بھلا۔

''ٹھیک ہوں۔'' وہ اس کی خود پر جمی نگاہوں سے کنفیوز ہو رہی تھی۔

''صبا! آپ کہیں جا رہی ہیں؟'' بالآخر اس نے پوچھ لیا۔

''میرا نام صباح ہے۔ اردو والا صبح۔ جس کو تر کی زبان میں صَبح یعنی ص پر زبر پڑھتے ہیں۔ لیکن اردو میں صباح لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب مارننگ صبح یعنی نیا دن۔ صبا کا مطلب یہ نہیں ہوتا۔'' اسے غصہ ہی آ گیا تھا پہلی سے انتہا کی محبت اور دوسری کا صحیح نام بھی نہیں پتہ۔ ہادی گڑبڑا گیا تھا جب کہ وہ بات مکمل کر کے غصے میں پلٹ چکی تھی۔ اماں، ابا سے شکوؤں میں ایک اور اضافہ ہوا تھا۔ ایسا نام کیوں رکھا تھا جو کسی کو بولنا ہی نہ آئے حالانکہ کوئی اتنا مشکل نام بھی نہیں تھا۔ پیچھے ہادی اپنے روم میں جاتے ہوئے پہلی بار اس کے بارے سوچ رہا تھا۔ اتنے دن تو اس نے اپنے وجود کا احساس ہی نہیں دلایا تھا اور اب ایک دم سے اس کی سوچوں میں آ گئی تھی۔

''بہت ہی بچگانہ قسم کا رویہ تھا۔ جذباتی اور غصے کی تیز۔'' ہادی کی صباح فاروق کے بارے میں پہلی رائے تھی۔

آج وہ ایک ماہ کے بعد آفس آیا تھا۔ تقریباً اسٹاف اس سے شہرین کی تعزیت کر کے جا چکا تھا۔

''اتنا پریشان کیوں ہو؟'' وہ جو ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے سوچوں میں گم تھا عزیر کی بات پر چونکا۔

''میری بیوی کو مرے صرف ایک ماہ ہوا ہے۔ میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے بن ماں کے ہیں۔ تم کہتے ہو پریشان کیوں ہو۔'' وہ عزیر کی بات سن کر برا مان گیا۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔''

''یار بچے بہت چھوٹے ہیں۔ ان کے لیے کسی کیئر ٹیکر کا انتظام کرنا ہے۔ لیکن اتنے چھوٹے بچوں کے لیے دل کسی پر اعتبار نہیں کر پا رہا۔''

''شہرین بھابھی کی امی۔''

''چھوڑو یار، پتہ تو ہے تمہیں۔ شہرین کی ڈیتھ کا سن کر وہ اسے ہاسپٹل سے ہی اپنے گھر لے گئے تھے۔ حالانکہ بے بی بھی وہیں تھی لیکن اسے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ وہ میری اولاد ہے ان کے دشمنوں کی۔ انہیں ایک دن کی بچی پر ترس نہیں آیا۔ میری ملازمہ اسے پھر وہاں سے گھر لے آئی تھی۔''

''کیئر ٹیکر کیوں ڈھونڈ رہے ہو۔ دوسری شادی جو کی ہے۔ بیوی سے کہو انہیں کچھ عرصے کے لیے سنبھال لے۔''

''شٹ اپ یار۔'' وہ مشورہ سن کر تپ اٹھا۔ اسے اپنی اس دن والی ملاقات یاد آئی تھی۔ غلط نام بولنے پر اس کا غصے سے واک آؤٹ کرنا اور ملازمہ کی زبانی اسے پتہ چلا تھا کہ محترمہ صباح فاروق کو بچے پسند نہیں تھے تو اس نے اب تک بچوں کو بس دور سے ہی دیکھا تھا۔ اس نے قریب جا کر ان بچوں کو پیار کرنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ پھر وہ اس سے یہ امید رکھتا کہ وہ بچوں کا خیال رکھے گی۔ پھر رشتہ بھی سوتیلی ماں والا تھا اور ان بچوں کے ابا نے اپنی پہلی شادی چھپائی تھی اس سے یعنی اس کے ساتھ دھوکہ ہوا تھا۔ وہ ایسے شخص کی اولاد کو کیوں دیکھتی بھلے وہ بچوں کو پسند کرنے والی ہی ہوتی۔ اور یہی بات اس نے مختصر کر کے عزیر کو بتا دی تھی۔ وہ حقیقتاً بہت مشکل میں تھا۔ عزیر کو سمجھ نہ آیا کہ وہ اسے کیا مشورہ دے۔

''اگر شہرین بھابھی زندہ ہوتیں تم دوسری شادی کا کیا جواز دیتے انہیں؟''

''جو بھی دیتا۔لیکن وہ ہوتی تو۔کاش وہ نہ جاتی۔''اس پر پھر سے وہی اداسی طاری ہونے لگی۔

اس کی اور شہرین کی فیملی کی دشمنی بہت پرانی تھی۔نئی نسل کو پرانی وجوہات تو نہیں معلوم تھیں لیکن وقتاً فوقتاً نئی وجوہات پیدا ہوتی رہتی تھیں جس کی وجہ سے یہ خاندانی دشمنی اپ ڈیٹ ہوتی رہتی تھی۔وہ دونوں خاندان کشمیر میں مظفر آباد میں رہتے تھے۔دونوں ہی شہر کی اعلیٰ فیملیز تھیں۔ڈھیروں جائیدادیں،سیاسی اثرورسوخ اور کئی شہروں میں پھیلا وسیع بزنس۔شہرین اور وہ بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ کب ان کے بیچ محبت آئی انہیں پتہ بھی نہ چلا۔پہلے وہ جہاں مل جاتے ایک دوسرے پر طنز کیے جاتے۔پھر اچانک ہی محبت بھری باتیں ہونے لگیں۔دونوں کو پتہ تھا خاندان کو منانا مشکل کام تھا۔پہلے ہادی نے گھر بات کی تھی اور صرف بات کرنے پر ہی اتنا بڑا ہنگامہ برپا ہوا کہ وہ بوکھلا کر رہ گیا تھا۔بابا نے کہا تھا کہ یہ ناممکن ہے اور اماں نے کہا تھا وہ اکلوتے بیٹے کو بھول جائیں گی لیکن دشمنوں کی بیٹی کبھی بیاہ کر نہیں لائیں گی۔

''ابھی تمہاری عمر صرف بائیس سال ہے۔اتنی کم عمری میں تو تمہاری شادی ویسے بھی نہیں کریں گے۔لیکن اگر تمہاری ضد برقرار رہی تو پھر کسی بھی اچھی لڑکی کو دیکھ کر تمہاری شادی کر دیں گے لیکن وہاں کسی صورت نہیں۔'' یہ اماں کا جواب تھا اور بابا کا اس سے بھی خوبصورت جواب تھا۔

''اگر جو تم یہ سوچ رہے ہو کہ اکلوتے بیٹے ہونے کے ناطے تم اپنی بات منوا لو گے تو تم غلط ہو۔لہٰذا خودکشی کی دھمکی تو دینا بھی مت۔کیونکہ تم نے دھمکی دی تو اسے انجام میں اپنے ہاتھوں سے خود دوں گا اور اگر اس لڑکی کے لیے اپنی دولت جائیداد چھوڑنے کا سوچ چکے ہو تو بتا دو،میں آج ہی وکیل کو بلوا کر جائیداد تمہاری ماں،بہن اور اپنے بھتیجوں میں تقسیم کر دیتا ہوں تاکہ کل کو جائیداد کا جھگڑا نہ ہو اور تمہارا ہم سے ہر رشتہ ختم ہو گا۔میرے مرنے پر میرے جنازے کو کندھا دینے سے بھی محروم رہو گے۔تو بیٹا اب تمہارا کیا فیصلہ ہے۔''وہ ان کی آخری بات سن کر تڑپ اٹھا تھا۔اب اتنا کچھ سن کر وہ کیا فیصلہ کرتا،بس خاموش ہو گیا تھا اور پھر گھر میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی تھی۔

ہادی کے گھر والوں کی باتیں سن کر شہرین کی رہی سہی ہمت بھی ختم ہو گئی تھی۔وہ چاہ کر بھی اپنے گھر میں بات

نہیں کر پائی تھی۔ پھر چھ ماہ بعد بابا کی ڈیتھ کے بعد بزنس کی ساری ذمہ داری اس کے سر آ گئی تھی۔ اماں بھی بیمار رہنے لگی تھیں۔ پھر آپی بہت اصرار کر کے انہیں اپنے ساتھ جرمنی لے گئیں اور وہ بزنس کی وجہ سے یہاں اکیلا رہ گیا تھا۔ اماں اور آپی کہتی رہیں وہ بھی وہیں ان کے پاس آ جائے لیکن اس قدر وسیع بزنس کو سمیٹنا اور پھر نئی جگہ پر دوبارہ زیرو سے سٹارٹ کرنا۔ اس نے وہیں رہنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن مہینے میں ایک بار اماں سے ملنے لازمی جاتا۔ پھر تبھی شہرین نے بتایا کہ اس کے گھر والے اس کی شادی کہیں اور کر رہے ہیں۔ وہ اکیلا ہی اپنا رشتہ لے کر اس کے گھر گیا اور حسب توقع بہت بے عزت کر کے اسے نکال دیا گیا تھا۔ اب آخری راستہ ان کے نزدیک کورٹ میرج تھی۔

کورٹ میرج کر کے شہرین نے گھر والوں کو بتا کر گویا ان کے پیروں تلے زمین کھینچ لی تھی۔ اس کے بھائی تو مارنے پر تل گئے تھے لیکن اس کے ابا نے اسی وقت فون کر کے ہادی کو بلا کر بیٹی اس کے ساتھ رخصت کر دی تھی اور اس سے سارے رشتے ناطے بھی توڑ دیئے تھے۔ وہ اسے ہوٹل لے کر آیا تھا۔ اپنے گھر لے جاتا تو ملازمین اماں کو فون کر کے بتا دیتے۔ نیا گھر لے کے اسے فرنشڈ کرا کے شہرین کو وہاں لے گیا تھا۔ اماں کو کب بتاتا اس کا اس نے نہیں سوچا تھا۔ اسی دوران اماں نے دو چکر پاکستان کے لگائے تھے اور وہ شکر کرتا تھا کہ شہرین الگ گھر میں رہتی تھی۔

وہ پچیس کا ہو چکا تھا اور اماں اب اس کے لیے لڑکیاں ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر شہرین کا نام لیا تھا اور اماں نے کہا تھا باپ مر چکا ہے ماں کو بھی مرا ہوا سمجھ لو پھر جاؤ اس لڑکی سے شادی رچاؤ۔ تب شہرین ماں بننے والی تھی اور وہ چاہ کر بھی اماں سے یہ بات شیئر نہیں کر پایا تھا۔ بس یہ چاہتا تھا کہ وہ جلد از جلد جرمنی چلی جائیں تاکہ کسی جاننے والے سے اس کی شادی کی خبر ان تک نہ پہنچے۔ اماں چند دن ہی رہیں۔ پھر اس کا دوسرا بچہ پیدا ہونے والا تھا جب اماں اور آپی لاہور آئی تھیں اور اسے بھی وہیں بلایا تھا جب وہاں پہنچا تو پتہ چلا وہاں آپی کی کسی دوست کے جاننے والوں میں اس کا رشتہ طے ہو چکا تھا۔ اب اسے لڑکی والوں سے ملوانا تھا۔ وہ احتجاج کرتا رہ گیا اماں اور آپی نے ایک نہ سنی۔ بلکہ شادی کے لیے قریبی ڈیٹس رکھ دی گئیں۔ وہاں شہرین بار بار بلاتی کہ اس کی طبیعت خراب ہے وہ کبھی لاہور تو کبھی مظفر آباد میں ہوتا۔ وہ اپنے گھر والوں کے درمیان گھن چکر بن کر رہ

گیا تھا۔

اماں اور آپی نے اس کے احتجاج کو دیکھ کر ہی جلدی کی تھی کہ وہ ابھی تک دشمنوں کی بیٹی کا دم بھرتا تھا تو وہ اپنی طرف سے سد باب کر رہی تھیں۔ اس کے سارے رشتے دار لاہور آ چکے تھے۔ شادی سے چند دن پہلے آپی کی ساس کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع ملی تو انہیں اس کی شادی والے دن کی فلائٹ ملی تھی جبکہ پھر ہفتے بعد کی تھی۔ اماں اور آپی نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے شادی والے دن کی ٹکٹس ریز و کروائی تھیں۔ مہندی والی رات اس کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا تھا۔ اماں اور آپی کو اس نے اپنی شادی اور بچوں کا بتایا تھا۔ یہ سن کر ہی اماں کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ انہیں ہاسپٹل لے کر جانا پڑ گیا۔ وہ شرمندہ اور سر جھکائے ہوا تھا۔ سب رشتے داروں سے یہی کہا تھا آپی نے کہ اکلوتے بیٹے کی شادی کے وقت انہیں شوہر کی یاد آ رہی تھی جس کی وجہ سے ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔ حالت سنبھلنے پر وہ انہیں گھر لے آئے تھے۔ اماں گھر آ کر پھر رونے لگ گئیں۔ وہ بار بار ان کے ہاتھ پکڑ کر ان سے معافیاں مانگتا رہا۔ وہ ہر بار لاڈلے کا ہاتھ جھٹک دیتیں۔

''پورا خاندان اکٹھا ہے۔ میرے بیٹے کی شادی رک جائے گی۔ کیسی کیسی باتیں نہیں ہوں گی۔ دشمنوں کی بیٹی کو بیاہ لایا ہے۔''

پھر اماں اسی شرط پر مانیں تھیں کہ وہ کسی کو بھی پہلی شادی کا نہ بتائے اور چپ کر کے یہ شادی کرے باقی معاملات بعد میں نمٹائیں گی وہ۔ اور اس نے آپی سے کہا تھا کہ وہ لڑکی والوں کو اس کی پہلی شادی کا بتا دیں لیکن عین موقع پر یہ بتانا صرف ان کے خاندان کے لیے نہیں لڑکی والوں کے لیے بھی مشکل کا باعث بنتا۔ شاید شادی نہ ہوتی۔ ہادی کا تو کوئی خاص نقصان نہ ہوتا مگر شادی سے ایک دن پہلے شادی کا کینسل ہونا لڑکی کے لیے بہت مشکلات کا باعث بنتا۔ آپی نے یہی سوچ کر کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

شادی دن کی رکھی گئی تھی۔ رخصتی کے بعد اماں اور آپی جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ اس نے گھر فون کیا تو پتہ چلا شہرین کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اسے ہاسپٹل لے گئے تھے وہ ولیمے کو کینسل کر کے صباح کو لے کر بھاگم بھاگ مظفر آباد پہنچا۔ یہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ بچے کی پیدائش کے وقت وہ جانبر نہ ہو سکی۔ یہ صدمہ کم نہ تھا کہ شہرین کو اس کے گھر والے لے گئے تھے۔ بمشکل اسے شہرین کو دیکھنے دیا گیا تھا۔ اس کے لیے جیسے مصیبت در مصیبت

آ گئی تھی۔اس سب میں جو اچھا تھا وہ یہ کہ صباح کے گھر والوں نے کوئی ہنگامہ نہیں کیا تھا۔اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ لاعلم بھی ہو سکتے ہیں۔وہ یہ کیسے سوچ سکتا تھا کیونکہ آپی نے نہیں بتایا ہوگا تو صباح نے تو گھر بتا ہی دیا ہوگا۔وہ بھلا کیوں چھپاتی لیکن اس کے گھر والوں نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی تھی اور یہی بات اس کے لیے باعث اطمینان تھی۔

✡......✡......✡

دونوں بچوں نے رو رو کر گھر سر پہ اٹھا لیا تھا۔پہلے تو وہ ضبط کر کے بیٹھی رہی۔پھر اٹھ کر بچوں کے کمرے کی طرف آ گئی۔کمرے میں داخل ہوتے ہی نگاہ سامنے دیوار پر لگی تصویروں پر گئی۔احد کی اکیلی اور اماں، ابا کے ساتھ ڈھیروں تصویریں لگی تھیں۔وہ ان سے نظر ہٹا کر بچوں کی طرف متوجہ ہوئی۔بچی کی مسلسل رونے کی وجہ سے رنگت سرخ ہو رہی تھی۔اسے دونوں ملازماؤں پر غصہ آیا۔

”کیا مسئلہ ہے، کیوں رو رہے ہیں دونوں؟“

اسے دیکھ کر وہ دونوں ہی تھکے ہوئے انداز میں اس کی جانب دیکھنے لگیں۔

”پتہ نہیں جی۔دودھ بھی نہیں پی رہے۔شاید ماں کی یاد آ رہی ہوگی۔“ نصیبو نے اسے بچوں سے ہمدردی کروانی چاہی۔

”تو آپ دونوں کل کی لڑکیاں تو نہیں ہیں کہ چھوٹے بچے نہیں سنبھالے جا رہے۔بال بچوں والی ہیں۔آپ کو نہیں پتہ بچہ روئے تو کیسے چپ کراتے ہیں۔اب ان کی ماں تو نہیں رہی آپ ہی ذرا ممتا کی گرمی دے دیں بچوں کو۔“

نصیبو اور شاکرہ یہ سن کر شرمندہ ہی ہو گئیں۔انہیں اپنی بیگم صاحبہ سے ایسی تواضع کی امید نہیں تھی۔پھر ہاتھ بڑھا کر احد کو شاکرہ کے ہاتھ سے لے لیا۔وہ اس کے پاس آتے ہی مزید رونے لگا۔وہ اسے لے کے سامنے بیڈ پر لٹا کر اسے چیک کر رہی تھی۔

”اس کا پیمپر چیک کیا تھا؟“

”جی۔گھنٹہ پہلے تبدیل کیا تھا۔“

”تو آئیں لارڈ صاحب اس وقت بھی اسی وجہ سے رو رہے ہیں۔ پیمپر چینج کریں۔ اس کا پیٹ خراب ہوگا تبھی اتنا جلدی پیمپر خراب کر دیا۔“ شاکرہ نے آگے بڑھ کر احد کو اٹھایا اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ بچی جو چند لمحوں کے لیے چپ ہوئی تھی دوبارہ اسی طرح رو رہی تھی۔ صباح نے نگاہیں ہٹالیں اتنے چھوٹے بچے اٹھانے سے اسے ڈر لگتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد احد پرسکون ہو چکا تھا۔ بچی روئے جا رہی تھی۔ نصیبو یہاں سے وہاں ٹہلتی اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

”اس کا بھی پیمپر چیک کیا؟“

”جی۔ ابھی کیا۔ پیمپر خراب نہیں ہے اس کا۔“

”اچھا لاؤ مجھے دو۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر بچی کو بازوؤں میں لے لیا۔ پھر اسے بھی بیڈ پر لٹا کر پیمپر چیک کیا۔ وہ خشک تھا۔ اس کے گھر میں بھی بچے تھے اور اماں منٹوں میں روتے بچوں کے رونے کی وجہ معلوم کر کے ان کے رونے کا سدباب کرتی تھیں۔ اس نے بھی اماں کے انداز میں اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا کہ کہیں پیٹ میں تو درد نہیں ہے۔ جیسے ہی اس نے اس کے پیٹ کو ہلکا سا دبایا بچی کا رونا شدید ہوا۔

”اس کے پیٹ میں درد ہے۔ دیکھو پیٹ درد کی کوئی دوائی رکھی ہے؟“ وہ مڑے بغیر بولی۔

”نہیں جی۔“

”عجیب ہی گھر ہے۔ چھوٹے بچے تو ہیں لیکن ان کی چھوٹی موٹی دوائیاں نہیں ہیں۔ کسی کو بھیج کر منگوالو۔ ابھی تو چالیس دن کی بھی نہیں ہوئی اور اس کے ساتھ ایسا سلوک۔“ پھر اس نے نصیبو کو کاغذ پین لے کر آنے کا کہا اور اس پر دوائی کا نام لکھ دیا۔ اب بچی پھر سے اس کے بازوؤں میں تھی۔ وہ اسے اس زاویے سے اٹھا کر کھڑی تھی کہ زیادہ نہ ہلے تاکہ اسے ہلنے سے محسوس ہونے والا درد نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں وہ چپ کر گئی تھی۔

”اس کا نام کیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”جی ابھی تک تو کچھ نہیں رکھا۔ صاحب بھی گڑیا بلاتے ہیں۔“

”اسے بیوی کے سوگ سے فرصت ملے تو دیکھے کہ بچی ایک ماہ کی ہوگئی ہے اور بے نام ہے۔“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ دونوں کو اس کی بات سمجھ نہ آئی۔

”جی بیگم صاحبہ کیا کہا آپ نے؟“

”کچھ نہیں۔دوائی کا پتہ کریں۔“

”دیکھ لو باپ کی حرکتیں۔اسے صرف میں ہی نہیں بھولی تم بھی بھول گئی۔اب ایسا بھی کیا عشق کہ موصوف دنیا بھلا بیٹھے۔سچ کہوں تو تمہارا دودھیال نمونہ ہی ہے۔بھئی جب بیوی سے ایسا عشق تھا تو میری زندگی کیوں خراب کی۔عشق نہ بھی ہوتا تو بھی کیا ضروری تھا دوسری شادی کرتا۔تمہاری اماں سے بنا کے رکھتا نا۔اور وہ تمہاری دادی اور بھولی پھپّی...... مجھے فون کر کے پوچھتی ہیں خوش ہوں میں۔نہ جن لڑکیوں کے شوہر کسی اور کے مجنوں ہوں کیا وہ خوش ہوتی ہیں۔اوپر سے نیکی کی دیویاں معافی مانگنے لگیں۔کیا ان کی معافی سے میری زندگی کا سکون لوٹ آئے گا۔اس سے بس وہ خود چین کی نیند سوتیں ان کو تب بھی اپنی فکر تھی۔کیا دیکھ رہی ہو؟“ بچی ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیا یار۔جتنی بدتمیز دکھتی ہوں اتنی ہوں نہیں۔تمہارے رشتے داروں سے بھی تمیز سے بات کی تھی آخر اماں کی بیٹی ہوں۔ساس نند کے سامنے ایسے کیسے بول سکتی تھی۔بس ان سے یہی کہا ہاں خوش ہوں تاکہ میری جان چھوڑ دیں میں ان کو سننا بھی نہیں چاہتی کیونکہ وہ انہی لوگوں جیسی ہیں خودغرض۔اپنا خاندان۔اپنے خاندان کی خوشیاں اور معافی بھی اس لیے کہ سکون سے رہ سکیں ورنہ میرے ساتھ ہوئی زیادتی سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

تبھی نصیبو دوائی لے کر اندر آئی۔

”ارے یہ تو آپ کے پاس چپ کر گئی۔“

”ہاں، میں نے اسے بتایا کہ یہاں فلم کی شوٹنگ چل رہی ہے اور جب ہیروئن اٹھاتی ہے تو روتے بچے چپ کر جاتے ہیں۔اور کیونکہ یہاں میں یعنی اس کی سوتیلی ماں ہیروئن ہوں اس لیے یہ میرے پاس آتے ہی چپ کر گئی۔“ اس نے اتنی سنجیدگی سے جواب دیا تھا کہ نصیبو گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔اسے سمجھ نہیں آیا بیگم صاحبہ سنجیدہ ہے یا مذاق کر رہی ہے۔پھر اس نے سوچا کہ یہ مذاق تھا تو وہ ہنسنے لگی۔

”بیگم صاحبہ! آپ تو بہت مزاحیہ (مزاحیہ) ہو۔“

اس کے ہاتھ سے دوائی لے کر وہ بچی کو دینے لگی۔

''اب میرے طنز بھی مذاق میں شامل ہوں گے۔ چلو اچھا ہی ہے۔ ان کے ہنسنے کا سامان ہو جائے گا۔'' وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

اب وہ اکثر بچوں کے پاس آنے لگی تھی۔ اسے بچوں سے بہت ہمدردی تھی کیونکہ اس کے خیال میں وہ بھی اس کی طرح تھے۔ یعنی کسی کے لیے ان کا ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ شہرین کے گھر والوں کا رویہ اسے نصیبو بتا چکی تھی اور اس کی ساس اور نند نے ایک بار بھی بچوں کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔ شاید ہادی سے پوچھتی ہوں۔ رہا خود ہادی۔ تو وہ صبح آفس جاتا اور واپس آ کر ان بچوں کے کمرے میں کچھ دیر گزار کر پھر اپنے کمرے میں ہی رہتا۔ وہ کئی دن نوٹ کرتی رہی بچوں کے لیے کوئی بھی نہیں تھا۔ ملازمائیں بھی وقتاً فوقتاً وہاں جھانکتی رہتی تھیں لیکن مستقل ان کے پاس کوئی نہیں ہوتا تھا۔

جب ملازمائیں کام سے فارغ ہوتیں تب جاتیں۔ اکثر تو کام کر کے اپنے کوارٹرز میں چلی جاتیں کہ ان کے اپنے بھی بچے تھے۔ ہاں اسی دوران وہ بچوں کے کمرے میں جھاتی مار لیتیں۔ ویسے وہ اس گھر میں بچوں کے لیے نہیں آئی تھیں یہ بھی وہ ان کے منہ سے سن چکی تھی۔ ایسے میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہ خود بچوں کے پاس آنے لگی تھی۔ ابھی بھی اس نے گڑیا کو اٹھایا ہوا تھا جب کہ ہادی بیڈ کے ایک جانب بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔

دونوں بچے کمزور ہو رہے تھے۔ احد کی تو تصویریں دیکھی تھیں لیکن گڑیا کو تو اس نے جب دیکھا تھا وہ صحت مند تھی لیکن اب کمزور تھی۔ وہ معصوم بچے رات کو بھی اکیلے سوتے تھے۔ نصیبو اور شاکرہ میں سے کوئی رات کو ایک آدھ چکر لگا لیا کرتا تھا۔ باقی رات بھلے بچے کسی بھی وجہ سے اٹھ کر روتے رہیں۔ ملازموں کے کوارٹرز تو ذرا دور تھے۔ شاید ہادی اٹھ کے آتا ہو یہ پہلے اس کا خیال تھا لیکن ایک رات احد کے رونے کی آواز کافی دیر آتی رہی۔ آخر اس سے رہا نہ گیا وہ خود اٹھ کے آ گئی۔

احد بیڈ سے نیچے گرا رو رو کر بے حال ہو رہا تھا۔ وہ لپک کر اس کے پاس گئی۔ وہ شاید نیند میں ہی نیچے گرا تھا۔ اس نے اٹھا کر فوراً اس کے آنسو صاف کیے اور خود سے لگا لیا۔

''پیارا بچہ ڈر گیا تھا۔کوئی بات نہیں۔میں آ گئی ہوں۔'' اسے خود سے لگائے اس کا سر چومے جا رہی تھی۔ اور احد سسکتے ہوئے مما کی رٹ لگائے جا رہا تھا۔پہلی بار صباح کو صحیح معنوں میں ان بچوں کے نقصان کا اندازہ ہوا تھا۔اس کے اندر مزید نرمی آئی۔ ٹہلتے ہوئے ڈیڑھ سال سے چھوٹے احد کو وہ بار بار خود میں بھینچے جا رہی تھی اور وہ مما کی گردان کرتے اس سے چپکا ہوا تھا۔

صباح اس پر آیت الکرسی اور قل پڑھ کر پھونک رہی تھی۔کچھ دیر بعد وہ سو گیا تھا۔اس نے احتیاط سے اسے بیڈ پر لٹایا۔ایک نگاہ بیڈ کے دوسری جانب رکھے کاٹ پر ڈالی۔ ننھی گڑیا ہر شے سے بے نیاز مزے سے سو رہی تھی۔صباح نے اس پر بھی آیت الکرسی پڑھ کر پھونک ماری۔پھر احتیاط سے دروازہ بند کرتی باہر آ گئی۔اسے ہادی پر غصہ آ رہا تھا۔انتہائی لاپرواہ انسان تھا۔اتنے چھوٹے بچوں کو اکیلا کون چھوڑتا ہے۔خود نہیں سو سکتا تھا تو کسی ملازمہ سے کہتا۔ورنہ بچوں کے لیے کسی نئی ملازمہ کا انتظام کرتا۔

وہ غصہ سے بھری ہادی کے کمرے کے آگے جا کھڑی ہوئی۔دستک دی لیکن اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔پھر اس نے ناب گھمائی۔دروازہ لاکڈ نہیں تھا۔وہ اندر چلی آئی۔وہ سامنے بیڈ پر سو رہا تھا۔وہ اس کے سر پر جا پہنچی۔

''مسٹر ہادی۔''

لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔اس نے آواز مزید بلند کی۔

''ہادی......''

اب بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

''بدتمیز انسان گدھے گھوڑے بیچ کے سوئے ہو کیا؟'' وہ غصہ سے چبا کر بولی۔مجال جو ہادی ہلا بھی ہو۔

صباح نے ارد گرد دیکھا۔اس کے سر میں کیا مار کر اسے اٹھائے۔مارنے کی تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔البتہ ہر دیوار پر اس کی اور شہرین کی ڈھیروں تصویروں نے پارہ اور چڑھا دیا تھا۔اور وہ کوئی عام تصویریں نہیں تھیں بلکہ محبت بھرے مظاہرے تھے۔ایک تو کمرہ اتنا شاندار جیسے کسی بادشاہ کا کمرہ ہو،اوپر سے ہر طرف بادشاہ اور ملکہ کی محبت کی داستان سناتی تصویریں۔صباح کو بیک وقت غصہ اور رونا آیا۔

''چھچھورے لوگ۔پورا کمرہ تصویروں سے بھر دیا جیسے سٹوڈیو ہو۔''

پھر مڑ کر ہادی کی طرف آئی اور اس کا کندھا زور سے جھنجھوڑ ڈالا۔

''اٹھو بے حس انسان! وہاں بچے خوف سے رو رہے ہیں اور یہاں تمہاری نیندیں ختم نہیں ہو رہیں۔''

وہ جو بہت مشکل سے سویا تھا ہڑبڑا کر آنکھیں کھول کر دیکھا۔ صباح جو اس پر جھکی ہوئی تھی اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر پیچھے ہٹی۔ وہ صباح کو دیکھ کر حیران ہوا۔ پھر ایک دم اٹھ بیٹھا۔

''کیا ہوا سب خیریت ہے۔'' اب کے وہ پریشان ہوا تھا۔ اس نے سامنے لگی گھڑی میں وقت دیکھا تھا رات کے دو بج رہے تھے۔

''اگر نیند سے مکمل جاگ گئے ہوں تو بتاؤں کیا مسئلہ ہے۔'' وہ اسے گھورتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا طنز سن کر ہادی جو ذرا سی بھی نیند محسوس کر رہا تھا وہ اڑ گئی تھی۔ اس کے دماغ میں پھر سے وہ دن جاگا جب غلط نام لینے پر وہ اس کی کلاس لے کر گئی تھی۔

''بتایئے محترمہ! اس وقت آپ کو کون سا مسئلہ درپیش ہے؟'' وہ بھی جواباً طنزیہ انداز میں بولا۔

''وہاں معصوم بچے ڈر کے مارے رو رو کر نڈھال ہو رہے ہیں اور یہاں ان کے والد محترم استراحت فرما رہے ہیں۔''

وہ اس کی بات سن کر جلدی سے بستر سے اٹھنے لگا۔

''کوئی اتنے چھوٹے بچوں کو اکیلا سلاتا ہے۔ انہیں ڈر لگے یا بھوک لگے وہ وہیں رو رو کر نڈھال ہو جائیں۔ کیونکہ ماں تو خدا کے پاس چلی گئی اور والد محترم کو نیندوں سے فرصت ملے تو وہ ان کو دیکھیں۔''

ہادی نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

''اگر آپ کی پھٹکار ختم ہو گئی ہو تو میں اپنے بچوں کے پاس جاؤں جو رو رو کر نڈھال ہو رہے ہیں۔''

دونوں ہی ایک دوسرے سے بات نہیں کر رہے تھے بلکہ میزائل چھوڑ رہے تھے۔

''اب نہیں رو رہے۔ میں ان کو سلا کر آئی ہوں۔''

''جب اتنی نیکی کر آئی ہیں تو مجھے اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ یا پھر نیکی کا اشتہار کیے بغیر سکون نہیں مل رہا تھا۔'' ہادی کو تو لگ گئی تھی۔ اتنی مشکل سے آنکھ لگی تھی۔

”ابھی سلا کر آئی ہوں لیکن بچے ہیں کسی وقت بھی اٹھ سکتے ہیں۔ کسی کا ہونا ضروری ہے ان کے ساتھ۔ یا تو ان کے کمرے میں سو جائیں یا انہیں اپنے ساتھ سلائیں۔ ابھی تو چپ کرا دیا ہے اب ہر وقت آپ کی اولاد کے لیے میں اپنی خدمات فراہم نہیں کر سکتی۔“ اس نے اینٹ کی جگہ پتھر اٹھا کر مارا تھا۔ ہادی کراہ اٹھا۔

”اوہ میرے اللہ!“ جب کہ وہ پتھر برساتی جا چکی تھی۔ ہادی اس رات بچوں کو اپنے پاس لے آیا تھا لیکن گڑیا جو اپنے کمرے میں تو مزے سے سوتی رہی اس کے کمرے میں آ کر تو بار بار اٹھتی رہی۔ اور ہادی نے اس صبح اٹھ کر انتہائی سنجیدگی سے گورنس کے لیے نہ صرف سوچا بلکہ اخبار میں اشتہار بھی دے دیا۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

آج اتوار تھا اور ہادی نے گورنس کے لیے انٹرویو لینا تھا۔ صباح بچوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ جب ہادی وہیں آ گیا۔ نصیبو بھی اس کے پیچھے تھی۔

”بچے لے کر لان میں آ جاؤ۔“ اس نے نصیبو کو آرڈر کیا۔ صباح نے سوالیہ نصیبو کو دیکھا۔ ہادی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

”وہ جی بیگم صاحبہ! بچوں کے لیے آیا کا انٹرویو کر رہے ہیں ہادی صاحب۔ وہاں لان میں ساری لڑکیاں آئی ہوئی ہیں۔“

صباح نے سن کر کوئی رسپانس نہیں دیا۔

”اچھا ہے نا کوئی آیا ہی رکھ لے، میں کیا اس کے بچوں کو سنبھالنے آئی ہوں۔“ وہ اٹھ کر جانے لگی۔ جب ہادی نے اسے مخاطب کیا۔

”اگر آپ بھی میرے ساتھ چل کر انٹرویو کرا لیں......“ اچانک ہی ہادی نے اسے آفر کی تھی اور اسے حیرت ہوئی کہ کیوں کی تھی لیکن وہ اثبات میں سر ہلا گئی اور لان میں اس جاب کے لیے آئی لڑکیوں کو دیکھ کر وہ حیران ہو رہی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی مجبور نہیں لگ رہی تھی اور انٹرویو کے دوران اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ بچوں کے لیے نہیں جیسے ہادی کے کیئر ٹیکر بننے کے لیے آئی تھیں۔

”بڑا کوئی کوہ قاف کا شہزادہ ہے جس کے لیے مر رہی ہیں۔“ وہ بے زار ہوئی۔ ہادی بھی اب اس سب سے

بے زار ہو رہا تھا۔ کئی لڑکیاں جا چکی تھیں۔ بالآخر ان میں سے ذرا بہتر کو ہادی نے سلیکٹ کر لیا تھا۔ صباح کو تو وہ بھی پسند نہیں آئی تھی لیکن چپ رہی۔ اس کا خیال تھا کسی لڑکی کی بجائے مناسب عمر کی عورت کو بچوں کی دیکھ بھال کے لیے رکھا جاتا لیکن ہادی کی مرضی۔ وہ وہاں سے اٹھ آئی تھی۔ جبکہ ہادی اس لڑکی سے سیلری اور رہائش کے متعلق بات کر رہا تھا۔

......

گورنس دونوں بچوں سے مل رہی تھی۔ ملنا بھی کیا احد اس کے پاس جاتے ہی رونے لگا تو اس نے چپ کرانے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ پھر صباح نے آگے بڑھ کر احد کو اس سے لے لیا۔

''بہت پیارا بچہ ہے بس تھوڑا سا ضدی ہے۔'' گورنس بے چاری اس کے رونے سے شرمندہ ہو رہی تھی۔ وہ صباح کے پاس جاتے ہی چپ کر گیا تھا۔

''نہیں، احد ضدی نہیں ہے بس انجان لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔ آپ خود سے مانوس کریں گی تو آپ کے ساتھ بھی بہت خوش رہے گا۔'' صباح نے فوراً ہی جواب دیا تھا۔ ہادی بھی وہیں کھڑا تھا لیکن بچوں کے معاملے میں صباح ہی زیادہ بات کیے جا رہی تھی اور ہادی سوچ رہا تھا کہ جو بچوں کی ناپسندیدگی والی بات سنی تھی وہ سچ بھی تھی؟

''اس چھوٹی سی گڑیا کا نام کیا ہے؟'' اب کے گورنس کاٹ میں لیٹی گڑیا کی طرف متوجہ ہوئی۔ ہادی کو یاد آیا ابھی تک وہ اپنی بیٹی کو گڑیا ہی بلاتا رہا کوئی صحیح نام تو رکھا ہی نہیں تھا۔ چند لمحے صباح طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر بول اٹھی۔

''اس کا نام نورِعین ہے۔''

ہادی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ اسے واقعی یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس کی لاپروائی کو یوں کور کرے گی لیکن اتنے ٹینشن بھرے دنوں میں یہ ایسی بات ہوئی تھی کہ ہلکا سا خوشی کا احساس اسے چھو گیا تھا۔ پھر ہادی خاموش ہی رہا اور وہ بچوں کو ناپسند رکھنے والی ان بچوں کے بارے مسلسل گورنس کو ہدایات دیتی رہی۔

صباح کا خیال تھا کہ اسے صرف ہمدردی ہی تھی ان بچوں سے۔ اسے اگر ذرا بھی احساس ہوتا کہ وہ ان

بچوں سے اٹیچ ہوتی جا رہی ہے اور بچے اس سے تو وہ وہیں رک جاتی لیکن کیونکہ اس کے نزدیک یہ ہمدردی تھی تو ٹھیک تھا۔صباح کی بری عادتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ جن لوگوں یا چیزوں سے اٹیچ ہو جاتی پھر اس کے لیے اسے چھوڑنا موت کے جیسا ہو جاتا تھا۔اور مسئلہ تھا بھی یہی اسے وہ چیزیں کسی نہ کسی وجہ سے چھوڑنی ہی پڑ جاتی تھیں اور پھر بھلے بعد میں اسے وہ دے دی جاتیں پھر اس کی انا کا سوال بن جاتا تھا وہ مڑ کے بھی نہیں دیکھتی تھی۔اماں اور صباح کے اختلافات بھی تبھی شروع ہوتے تھے۔اماں کو اس کی یہ اجارہ داری والی عادت پسند نہیں تھی اور جو چیز ایک بار صباح کے نام لگ گئی اور پھر وہ کسی اور کو دی جاتی وہ ہنگامہ کھڑا کر دیتی۔کئی دن رونا دھونا چلتا لیکن اماں ترس نہ کھاتیں جب ابا تک بات پہنچتی تب تو صباح کی مان لی جاتی ورنہ صباح کو ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔اماں کوئی ظالم سی ماں نہیں تھیں۔بس یہ چاہتی تھیں ان کے بچوں میں مل بانٹ کے کھانے کی عادت ہو۔اسے کھانے کو تو مل کے کھانے کی عادت تھی۔لیکن کپڑے، جوتی اور اسی طرح دوسری چیزیں کسی کو دینے کی عادت نہیں تھی۔اس سے بڑی دو بہنیں اور تین بھائی تھے۔اس کے بعد ایک چھوٹی بہن۔تو ایسے نمبر پر پیدا ہونے والی بیٹی کے ایسے نخرے اماں کو جلال دلا دیا کرتے تھے۔یہ تو شکر تھا کہ ان کے گھر کبھی کسی چیز کی تنگی نہیں رہی تھی۔اچھا خاصا کھاتا پیتا گھرانہ تھا لیکن اماں ٹھہریں پرانے زمانے کے خیالات والی جن کے نزدیک بیٹیوں پر ایسے نخرے نہیں جچتے۔

اس کا کمرہ اس کی راجدھانی تھی اور اس کی شادی کی تاریخ طے ہونے کے بعد بڑی بھابھی نے اماں سے کہا تھا کہ وہ کمرہ انہیں بچوں کے لیے پسند ہے اماں کو کیا اعتراض ہونا تھا۔اس کی شادی شدہ بہنیں جب میکے رہنے کے لیے آتیں تو ان کے لیے ایک ہی کمرہ تھا ہال جتنا بڑا کمرہ۔اماں کے نزدیک چاروں بیٹیوں کے لیے وہ کافی تھا۔جب بھتیجے خوشی سے اس کے کمرے میں اپنے استعمال کا سامان رکھنے پہنچے تو صباح کو دھچکا لگا۔وہ فوراً اماں کے پاس گئی اور اماں نے جب کہا کہ تم تو ویسے بھی جانے والی ہو اب اسی گھر کو اپنا سمجھنا۔یہاں تو ویسے بھی کبھی کبھی آؤ گی۔صباح روتے ہوئے کمرے میں بند ہو گئی اور پھر اماں سے ایسی ناراض ہوئی کہ وہاں واپس نہ جانے کا قصد کر کے ہی نکلی تھی۔شادی کر کے جا رہی تھی مر کے تو نہیں جا رہی تھی۔اماں کی ہر بات کے جواب میں وہ یہی دہراتی رہی۔

بھابھی اس کے رونے دھونے کو بے زاری سے دیکھتی رہیں اور جو جو بولتی رہیں صباح تو بس اماں کو ہی دیکھتی رہی۔ ابا تک یہ بات نہیں گئی تھی اور غصے میں وہ شادی سے چند دن پہلے ہی بہنوں والے کمرے میں شفٹ ہوگئی تھی۔ اور اپنی سب پیاری چیزوں کو یہاں وہاں کرتی رہی۔ جب راجدھانی نہیں رہی تھی تو اس سے جڑا کچھ بھی نہیں چاہیے تھا۔ اماں تو سر پیٹ کر رہ گئی تھیں۔ بہنوں کو پتہ چلا تو وہ سمجھاتی رہیں۔ وہ روئی آنکھوں سے سب سنتی رہی لیکن کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ ابا اور بھائیوں نے ہر وقت روئی روئی آنکھوں کو نزدیک ہوتی شادی سمجھا۔ اماں یا کسی نے بھی ان کی غلط فہمی دور نہ کی۔

وہ اسی ناراضگی میں رخصت ہوئی تھی اور آگے یہ سب۔ تو یہ بچے بھی اس کے نہیں تھے اس لیے اسے ان سے اٹیچ نہیں ہونا تھا کیونکہ اگر آنے والے وقت وہ ہادی سے رشتہ نہ رکھتی تو بچوں سے محبت اس کے لیے بہت بڑی مشکل بن جاتی۔ تو ان بچوں سے دن بدن بڑھتی محبت صباح کے نزدیک محض انسانی ہمدردی تھی کیونکہ وہ بن ماں کے بچے تھے۔ اور ہمدردی کی ایک وجہ کسی کو بھی ان کی پرواہ نہ ہونا بھی تھی۔ دادی اور پھپو کے لیے بس ٹھیک ہے وہ اچانک سے آگئے تھے کوئی خاص محبت نہیں جاگی تھی۔ ان کے ننھیال کا بھی اسے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی دشمن کی اولاد تھے۔ اور رہا ان کا باپ اپنی طرف سے تو وہ خیال رکھنے کی کوشش کرتا تھا لیکن صباح کے نزدیک اسے مجنوں بننے سے فرصت ملتی تو وہ مکمل توجہ بچوں کو دیتا۔ اب اتنے سارے رشتوں کا ہونا ان کے لیے نہ ہونے جیسا تھا تو وہ سوتیلی ماں ہی بچتی تھی جو ہر گزرتے دن کے ساتھ سوتیلی کم اور ماں زیادہ بنتی جا رہی تھی۔

ان بچوں کے حق میں سب سے اچھی بات یہ رہی تھی کہ کسی ایک فرد نے بھی اسے نہیں کہا تھا کہ بچوں کا خیال رکھو۔ وہ شادی کے شروع دنوں میں غصے میں اتنی بھری رہتی تھی کہ اگر ہادی یا اس کی ساس کوئی بھی یہ کہتا کہ بن ماں کے بچے ہیں ترس کھا کر ہی سہی ان کا خیال رکھا کرو تو صباح فاروق جیسی الٹی کھوپڑی کی بندی بھولے سے بھی ان بچوں کو نہ دیکھتی کیونکہ جن لوگوں نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا وہ ان کے ساتھ ضد باندھ لیتی۔ بچوں کے خیال رکھنے کا مطلب ان کی بات مان لینا جن کی وجہ سے اسے تکلیف ملی تھی۔ لیکن جب بچوں کے ابا نے بھی نہیں کہا تو اسے ہی ان پر غصہ آیا۔

”بے حس لوگ۔ جو سلوک میرے ساتھ کیا وہی ان معصوموں کے ساتھ کر رہے ہیں۔“ جلتے کڑھتے وہ خود

ہی بچوں کے پاس جانے لگی تھی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

''بولو آنٹی۔'' وہ احد کے ساتھ بیٹھی تھی اس کے اردگرد کھلونے بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اسے خود کو آنٹی بلانا سکھا رہی تھی۔ وہ بار بار اسے دیکھتے ہی مما کی رٹ لگاتا تھا اور بھلے بچوں سے ڈھیروں ہمدردی سہی لیکن کسی اور کے بچوں کی اماں بننا اور کہلوانا اسے منظور نہیں تھا۔ وہ بس ان کے لیے ایک آنٹی تھی۔ احد کو ہر بار جب وہ یہ سکھاتی وہ ہر وقت عاصمہ (گورنس) کی طرف اشارہ کر دیتا اور اسے مما کہہ کر کھلکھلا اٹھتا۔ جیسے اسے مما کہہ کر چڑا رہا ہو وہ جیسے زچ ہو اٹھی تھی۔

''بولو، آ آ آن ٹ ی ی......'' اس نے ایک ایک لفظ توڑ کر بولا۔

''ممم ااا......'' احد بھی اسی کے انداز میں بول کر داد لینے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

''انتہائی کمینے باپ کی اولاد ہو۔ بس اپنی کرنا۔ میں مما نہیں آنٹی ہوں۔'' اس نے احد کو گھورنا چاہا وہ اس کی گھوری سے بچنے کے لیے اسی کی گود میں گھسنے لگا۔ صباح کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔ یہ اس کا اور احد کا سیکرٹ جوک تھا۔ وہ اسے آنٹی سکھاتی رہتی اور وہ کھلکھلاتا اسے مما کہہ کر اسے جیسے چڑاتا رہتا۔ پھر کتنی ہی دیر وہ دونوں ہنستے رہتے۔ ابھی بھی دونوں ہنس رہے تھے کہ کاٹ میں لیٹی نور عین نے بھی ان کی ہنسی میں اپنی آواز شامل کی۔ صباح ہنستے ہوئے اس کے کاٹ تک گئی اور عاصمہ ایک جانب کرسی پر بیٹھی موبائل میں گم ایک آدھ نظر ان پر بھی ڈال لیتی تھی۔

عاصمہ کے تو مزے تھے۔ بچے بہت کم وقت اس کے پاس رہتے ہر وقت صباح ان کے اردگرد رہتی۔ چند منٹوں کے لیے اٹھ کے جاتی پھر اسے بچوں کی یاد ستانے لگتی۔ بس جب بچے سو رہے ہوتے تھے تب وہ اپنے کمرے میں چلی جاتی تھی۔ وہ نور عین کو اٹھا کر بیڈ پر ہی لے آئی تھی۔ وہ اس کی گدگدی کرتی تھی تو وہ کھلکھلانے لگ جاتی تھی۔ اس کے فون کی بجتی گھنٹی نے اسے متوجہ کیا۔ اماں کی کال تھی۔ اتنے ماہ بعد اس کی یاد آئی تھی۔ وہ عاصمہ کو بچوں کے ساتھ بیٹھنے کا کہہ کر باہر آ گئی تھی۔

''السلام علیکم اماں۔''

”وعلیکم السلام۔کیسی ہے میری بیٹی۔“محبت بھرے لہجے میں انہوں نے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں۔“وہ مختصر بولی۔ان کی خیریت بھی نہیں پوچھی۔اماں کو اس کی ناراضگی کا شدت سے احساس ہوا۔

”میں بھی ٹھیک ہوں۔“وہ خود ہی بتانے لگیں۔”تمہارے ابا بھی ٹھیک ہیں۔بہن بھائی بھی سب ٹھیک ہیں۔“

صباح کی آنکھیں نم ہونے لگیں لیکن وہ خاموش رہی۔

”ہادی کیسا ہے؟“

”وہ بھی ٹھیک ہیں۔“

”تم خوش ہو؟ پتہ نہیں کیوں دل کو تمہاری طرف سے دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔اتنے ماہ ناراض رہی ہو۔شادی کے بعد ایک چکر بھی نہیں لگایا۔“

”خوش ہوں اماں۔بہت خوش۔“اس نے دوسری بات کو ان سنا کیا۔

”تم تو آتی نہیں ہو۔میں نے سوچا میں اور تمہارے ابا ہی تمہارے گھر چکر لگالیں۔“

”اماں! میں اور ہادی تین ماہ کے لیے جرمنی جارہے ہیں میری ساس کب سے بلا رہی ہیں لیکن ہادی کو فرصت نہیں مل رہی تھی اب جا کے پروگرام بنا ہے۔پھر وہاں سے کہیں اور بھی گھومنے کا ارادہ ہے۔“

اماں خاموش ہوگئیں۔

”تم کچھ دنوں کے لیے آجاؤ۔“

”اماں! آپ نے مجھے آنے جوگا رکھا ہے؟“وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”صباح بچے، بلاوجہ کی ضدیں نہ لگایا کرو۔“اماں جو اچھی خاصی جذباتی ہورہی تھیں یہ بات ان کو غصہ دلا گئی لیکن پہلے سے ناراض بیٹی کو وہ مزید ناراض نہیں کرنا چاہتی تھیں اس لیے لہجہ نرم ہی رکھا۔

”بلاوجہ؟ میرا کمرہ اٹھا کر کسی اور کو دے دیا۔“

”صباح بچہ، وہ تمہارے بھتیجے ہیں۔“اماں تحمل سے بولیں۔

''اماں مجھے ایموشنل بلیک میل نہ کریں۔ ہمارا کوئی چھوٹا سا گھر نہیں ہے اتنے بڑے گھر میں میرا ہی کمرہ نظر آیا۔''

''اب اپنے شوہر کے گھر کو ہی اپنا سمجھو۔'' اماں کو غصہ آ گیا۔''جب تک تم رہیں کسی نے کمرہ نہیں لیا تھا تم سے۔ وہ گھر میرے بیٹوں کا ہے۔ اور پھر ان کی اولادوں کا۔ اس طرح کی احمقانہ باتیں کر کے مجھے غصہ نہ دلایا کرو۔''

''آپ جانتی ہیں مجھے دوسروں کے گھر جا کر رہنا پسند نہیں ہے۔ میں اپنے شوہر کے گھر میں ٹھیک ہوں۔ دوبارہ مجھے اپنے بیٹوں کے گھر کی دعوت نہ دیجیے گا۔''

ٹھک سے اس نے فون بند کیا۔ اور غصہ سے گالوں پہ بہتے آنسو صاف کیے۔

''بیٹوں کا اور اس کی اولادوں کا...... ہونہہ...... ہمیں تو جیسے یتیم خانے سے اٹھایا تھا۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ رگڑتی کمرے میں آ گئی۔

۞......۞......۞

ہادی بیڈ پر بیٹھا تھا۔ سامنے لیپ ٹاپ رکھا تھا۔ وہ جھکا ہوا مسلسل ٹائپنگ کیے جا رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے سر اٹھا کر دروازے کو دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ آنے کی اجازت دیتا دروازہ کھلا اور صباح اندر آئی۔ ہادی کے چہرے کے زاویے بگڑے۔

''عجیب لڑکی ہے جب اجازت نہیں لینی تھی تو دستک کیوں دی۔''

وہ پر اعتماد سی چلتی ہوئی بیڈ کے نزدیک آئی۔

''جی؟'' ہادی نے سوالیہ پوچھا۔

''شاید آپ کو یاد ہو آپ کی مجھ سے شادی ہوئی تھی۔'' ہادی کو دیکھتے ہی خود بخود اس کا لہجہ طنزیہ ہو جاتا تھا اور یہ اس کے غصہ کے اظہار کا ایک طریقہ بھی تھا۔

''جی بالکل مجھے یاد ہے۔'' وہ تحمل سے بولا۔

''تو آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں ہمارے ہاں شادی شدہ بیٹیوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری ان کے

میکے والے نہیں اٹھایا کرتے۔"

ہادی ایک دم سیدھا ہوا۔

"کیا مطلب؟" اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔ صباح نے اس کی ناسمجھی پر دایاں ابرو اچکایا۔

"اتنی معصومیت؟"

ہادی کو پتہ تھا یہ ایک اور طنز تھا لیکن اتنی دیر میں اسے اس کی بات سمجھ آ چکی تھی۔ وہ ایک دم بیڈ سے نیچے اترا۔ صباح پیچھے کو ہوئی۔ وہ وارڈروب کی طرف بڑھا اور چند لمحوں کے بعد اس کے سامنے کھڑے ہو کر ایک چیک اس کی طرف بڑھایا۔ صباح نے پکڑ کر اماؤنٹ چیک کی۔ پانچ لاکھ کا چیک تھا۔

"آئی ایم سوری۔ مجھے اس بات کا خیال کرنا چاہیے تھا۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"اب ہر بار خود ہی خیال کر کے دیجیے گا۔ مجھے بار بار مانگنا پسند نہیں اور نہ ہی مجھے عادت ہے۔" وہ شاہانہ انداز میں کہتی پلٹ گئی تھی۔ ہادی بند ہوئے دروازے کو گھورتا رہا۔ کیا لڑکی تھی۔ ہادی کی سنجیدہ اور بارعب شخصیت کی وجہ سے کوئی بھی اس سے فری نہیں ہوتا تھا اور صباح نہ صرف اعتماد سے اس کے سامنے کھڑی ہوتی تھی بلکہ طنز کے تیر چلاتی تھی۔

"پراعتماد اور باہمت۔" ہادی کی اس کے بارے میں دوسری رائے۔

صباح نے کمرے میں آ کر چیک بیڈ کی سائیڈ دراز پر رکھا۔ اسے ہادی کا کہا جملہ یاد آیا۔

"آئی ایم سوری مجھے خیال کرنا چاہیے تھا۔" میرے ہی کہنے پر یاد آیا۔ تمہیں تو کسی بات کا خیال نہیں رہا سوائے اس کے کہ محبوب بیوی مری ہے اور اس کے دو بچے ہیں۔ آج پورے چار ماہ ہو گئے ہیں ہماری شادی کو۔ کاش میری شادی نہ ہوئی ہوتی اس سے۔ میں کسی کی فرسٹ چوائس ہوتی۔ پہلی محبت ہوتی۔ اس کے دل میں کسی کی محبت کا داغ ہے۔ اور یہی میرے دل کا داغ۔ پتہ نہیں کبھی زندگی میں اسے قبول بھی کر پاؤں گی۔ برتے ہوئے جذبات۔ عشق بلاخیز۔ وہ تو پلٹے یا نہیں مجھے تو اپنی فکر ہے کیا میرے دل میں کبھی اس کے لیے گنجائش نکلے گی۔ ہادی اور اپنے تعلق کے بارے میں وہ رات گئے سوچتی رہی جانے کب آنکھ لگی۔ وہ جو نیند کی دیوانی تھی شادی کے بعد اس قدر الجھی الجھی رہتی تھی کہ نیندیں جیسے ختم ہوتی جا رہی تھیں۔ اور پرسکون نیند کے لیے اس کی

زندگی کا پرسکون ہونا ضروری نہیں تھا بلکہ خود اس کا ہمیشہ کی طرح لاپرواہ ہونا ضروری تھا کہ جب اماں یا کسی سے اس کے مسئلے چلتے تو وہ پرواہ نہیں کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے نیندیں بھی سلامت تھیں۔ اب تو وہ دن رات بس انہی باتوں کو دماغ پر سوار کیے رکھتی تھی۔ نیندیں تو اڑنی تھیں۔

⟡......⟡......⟡

زندگی اس طور نہیں گزر سکتی تھی نہ ہی صباح اس طور زندگی جینا چاہتی تھی۔ اس نے سنجیدگی سے آگے پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ مظفر آباد کی یونیورسٹیز کو سرچ کر کے ایک یونی میں ایڈمیشن کا فیصلہ لیا اس نے۔ اور زولوجی میں ایڈمیشن لے لیا۔ پھر اگلے دن جب ہادی ناشتہ کر کے ٹیبل سے اٹھنے لگا تو صباح نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اطلاع دی۔

''میں نے ماسٹرز میں ایڈمیشن لیا ہے۔''

وہ رکا اور پھر مڑ کر اسے دیکھا وہ چائے پیتے ہوئے اخبار کی طرف متوجہ تھی۔ ہادی نے لب بھینچ لیے۔ بلا کا ایٹی ٹیوڈ دکھاتی تھی وہ۔ اب بھی جیسے بتانا نہ چاہتی ہو پھر بھی اطلاع دے دی۔ خیر وہ یہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس سے اجازت لیتی یا اس سے پوچھتی۔ اس کا بتانا بھی غنیمت تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' ہادی نے بھی پلٹ کر نہ پوچھا کس سبجیکٹ میں کون سی یونیورسٹی میں۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے ہونہہ کرتے آگے بڑھ جاتے تھے۔ صباح کو اس کی ناراضگی محسوس ہوئی تھی لیکن لاپرواہ بنی بیٹھی رہی۔ وہ کون سا اس کا خیال رکھتا تھا کہ وہ اس کی ناراضگی کی پرواہ کرتی۔ ہوتا ہے ناراض تو ہوتا رہے۔ ہونہہ...... وہ آرام سے ناشتہ کرتی رہی۔

⟡......⟡......⟡

یونیورسٹی میں اس کے حسن کے چرچے ہونے لگے جبکہ وہ ان باتوں سے بے نیاز تھی۔ اور اب تو بس تنگ آگئی تھی۔ کلاس ختم ہونے کے بعد وہ باہر نکل رہی تھی کہ کچھ کلاس فیلوز بھی اس کے ساتھ آگئیں۔

''یار صباح! تمہارے حسن کے چرچے تو عام ہونے لگے ہیں۔ مجھے ڈر ہے ایک دن یونی ڈین ہی اس کے حسن کا راز نہ پوچھنے آجائیں۔''

سب ہنسنے لگ گئیں۔

''حالانکہ میں کوئی ایسی بھی قلوپطرہ نہیں ہوں۔ بس لوگ بھی عجیب ہی ہوتے ہیں کوئی پسند آجائے تو اس کی تعریف میں زمین آسمان ایک۔'' صباح بے زاری سے بولی۔ وہ کینٹین کی طرف جا رہی تھیں۔

''کیسی لڑکی ہو، اس قدر تعریفیں ہو رہی ہیں بجائے خوش ہونے کے بے زار ہو رہی ہو۔'' سعدیہ نے حیرت کا اظہار کیا۔

''اس قدر مبالغہ آرائی سے اور تو خوش ہو سکتی ہیں میں نہیں۔ ایک عام سی لڑکی ہوں خوامخواہ پوری یونی میں مشہور کر دیا۔''

''دفع ہو جاؤ۔ خوامخواہ کیوں۔ کیا پیاری نہیں ہو؟ لمبا قد، خوبصورت نقوش، دودھ ملائی جیسی سفید رنگت...... اور بڑی بات شاہانہ انداز تمہارے کسی کو بھی دیوانہ کر دیں۔''

''یہ کوئی ایسی بھی ناپید خوبیاں نہیں ہیں کہ مجھ میں ہونے پر اس کے ڈنکے بجائے جائیں۔'' وہ اپنی بات پر اڑی رہی۔

''ناشکری لڑکی۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ تم میں ایک عجیب سی کشش ہے۔ بندہ ایک بار غور سے دیکھ لے پھر نگاہ ہٹانا مشکل ہے۔ دل خود بخود تمہاری طرف کھنچتا ہے۔''

''تمہارا مطلب میرے اندر مقناطیس فٹ ہیں۔'' صباح نے اس کی بات کو مذاق میں اڑایا۔

''بی بی میرے نزدیک تو تم جس طرح کسی ملکہ کے انداز میں چلتی ہو، بات کرتی ہو۔ پھر اس قدر خوبصورت انداز میں بولتی ہو کہ بس دل میں سمانے لگتی ہو۔''

صباح نے ہانیہ کی بات پر قہقہہ لگایا کہ وہ بولتے ہوئے رک گئی پھر ناراضگی سے رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ صباح نے اس کے انداز کو دیکھا۔

''اچھا سوری۔ لیکن سچ میں یار یہ مبالغہ آرائی ہے میں اتنی خوبصورت نہیں ہوں۔ اور رہی بات ملکہ کے جیسے انداز کی تو مجھے تو کبھی محسوس نہیں ہوا۔ لیکن تم کہہ رہی ہو تو بتا دوں کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اپنی بے حد خوبصورتی کی وجہ سے مغرور ہوں حالانکہ نہیں ہوں۔ میں اگر عام سی شکل وصورت کی ہوتی تب بھی لوگوں کو مغرور

لگتی۔ میرے اندر کا شاہانہ پن میرے عورت ہونے کی وجہ سے ہے۔ حسین ہونے کی وجہ سے نہیں۔ میری اماں نے ہم بہنوں کو یہی سکھایا ہے کہ ظاہری حسن ڈھلنے والا ہوتا ہے باطنی نہیں۔ اور عورت ہونے کی وجہ سے خود کو کبھی کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ نہ کبھی اپنے وقار میں کمی آنے دو۔ خود اپنی عزت کرو تبھی دوسرے کریں گے۔ میرے خیال سے عورت خدا کی ایک بہت خوبصورت تخلیق ہے۔ جس پر کسی بھی طور احساس کمتری نہیں جچتا۔‘‘ اس نے اپنے خیالات دوستوں تک پہنچائے۔

’’واؤ بہت خوبصورت خیالات ہیں۔‘‘

⋯⋯⋯

اب ایک نئی روٹین بن گئی تھی۔ وہ صبح جانے سے پہلے بچوں کے پاس جاتی پھر واپسی پر کچھ وقت ان کے ساتھ گزارتی۔ کچھ وقت نوٹس اسائمنٹس میں گزر جاتا۔ لیکن بچے جو اس کے ہر وقت کے ساتھ کے عادی ہو گئے تھے ڈسٹرب ہونے لگے اور صباح کو ترس آتا کہ ماں کے وجود کے عادی بچوں کے پاس ماں نہیں رہی تھی اور جب اس کے عادی ہونے لگے تو وہ بھی کم وقت دینے لگی۔

احد تو ذرا بڑا تھا لیکن نور عین تو شروع سے ہی اس کے وجود کی عادی ہوئی تھی۔ اب ہر وقت رونا اس کا مشغلہ بن گیا تھا اور جب صباح اٹھاتی تو اس کے ساتھ چپک کے رونے کا ایک اور سیشن مکمل کرتی تھی۔ اور پھر اس میں اور احد میں بس یہی مقابلہ ہوتا کہ صباح اسے ہی اٹھا کہ بیٹھے۔ صباح اگر ان سے کھیل کے دوران کبھی نور عین کو پیار کر لیتی تو ذرا دور بیٹھا احد بھاگ کر اس تک پہنچتا اور اپنی گال آگے کر لیتا۔ پھر دوسری۔ صباح ان معصوم حرکتوں پر جی بھر کر ہنستی تھی۔ دونوں بچے اس کے لیے ایک دوسرے سے جیلس ہوتے تھے۔

ابھی بھی وہ ان کے کمرے میں تھی۔ احد کے بیڈ پر بیٹھی وہ نور عین کو اپنی ٹانگوں پر جھلا رہی تھی اور احد جو قریب ہی کھلونوں میں مگن تھا یہ نظارہ دیکھ کر رونے لگا۔ یعنی ناراضگی اور غصہ کا اظہار۔ اب مانوں گا ایسے کہ خود اٹھانے آؤ۔ صباح نے ہنستے ہوئے اپنے پاس بلایا لیکن وہ اور رونے لگا۔ اس سے پہلے کہ کونے میں کرسی پر بیٹھ کر یہ سب دیکھتی عاصمہ اٹھتی یا صباح اسے منانے کے لیے اٹھتی، ہادی کمرے میں داخل ہوا اور تیزی سے روتے ہوئے احد کو اٹھایا۔ وہ غصہ میں روتے ہوئے باپ کو مارنے لگا۔

"کیا مسئلہ ہو گیا ہے یار، کیوں اتنا منہ پھاڑ کے رو رہے ہو۔اور ظالموں کی طرح بابا کو مار رہے ہو۔" وہ ہنستے ہوئے اس سے بولتا اسے اٹھائے بیڈ کی جانب آیا اور بالکل صباح کے قریب بیٹھا۔کمرے میں بیٹھنے کو یا تو عاصمہ کی کرسی تھی یا یہ بیڈ۔اور ہادی کو "یقین" تھا کہ اس کے بیٹھتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہو گی۔غصے سے یا شرم سے۔صباح اس کے قریب بیٹھنے سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔میں پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی اندھا تو نہیں کہ نظر نہ آئے۔اور اس کے آنے پہ میں اپنی جگہ کیوں چھوڑوں۔وہ یہ سوچ کر ٹس سے مس نہ ہوئی۔اور نورعین کو ایک طرف کرتی ہادی کی گود میں موجود احد کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنا بازو پھیلا کے اسے لینا چاہا۔احد نے احتجاجاً منہ دوسری طرف کیا۔صباح کو زور کی ہنسی آئی۔جبکہ ہادی نے اس کے پر اعتماد انداز۔ارے نہیں بلکہ تم کہاں ہو؟ کیا یہاں موجود ہو؟ اچھا مجھے نظر نہیں آ رہے والے انداز کو حیرت اور کسی قدر غصہ سے ملاحظہ کیا۔یعنی ایک مرد (شوہر) اس کے اتنے قریب بیٹھا ہے اور اسے پرواہ نہیں۔ہاؤ انسلٹنگ......وہ اس کے اس قدر قریب بیٹھی تھی کہ......اور نورعین کو جس بازو پر اٹھایا ہوا تھا وہ مڑ کر ہادی کو چھو رہی تھی۔

احد کی ناراضگی پر صباح اسے پیار کرنے کو اس کی طرف جھکی اور ہادی کا سانس رک سا گیا۔اور صرف ہادی کا نہیں عاصمہ کا بھی وہ صدمے بھرے انداز میں یہ سب دیکھ رہی تھی۔احد کو پیار کر کے اس نے احد کو وہاں سے اٹھا لیا اور اسے ہنستے ہوئے منا رہی تھی۔ہادی نے گردن موڑ کر اسے اور بچوں کو دیکھا۔تم ہو۔پھر بھی نہیں والا انداز تھا۔اور اس کے بچے......انہوں نے بھی اسے کچھ خاص لفٹ نہیں کرائی تھی۔وہ ایک دم سے اٹھا اور بغیر کچھ کہے باہر کی جانب گیا۔عاصمہ اس کے پیچھے گئی اور اسے پکارا۔وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔اس کے نزدیک پہنچتے ہی وہ شروع ہو گئی۔

"مجھے تو یقین نہیں آ رہا تھا۔آپ کی کزن تو بہت اوور ہے۔آپ اس کے اتنے قریب تھے اور وہ......"

ہادی جو ماتھے پر بل ڈالے اس کی بات سن رہا تھا بات سمجھ میں آتے ہی وہ دھاڑا۔

"شٹ اپ۔اپنی حد میں رہو۔"

عاصمہ اس کا غصہ دیکھ کر تھوک نگلتے ہوئے منمنائی۔"میرا مطلب بچوں پہ برا اثر پڑتا ہے......"

"وہ بیوی ہے میری۔" ہادی کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا۔یعنی حد ہو گئی اب گھر کے نوکران کے

معاملات میں بولیں گے۔اور عاصمہ کو اب کی بار لگنے والا صدمہ پہلے سے شدید تھا۔

"سگی......؟" اس کے منہ سے یہی نکل سکا۔ہادی نے اس بار صرف گھورا اور عاصمہ کی سانسیں اٹکنے لگیں۔ہادی تو جا چکا تھا لیکن عاصمہ کا تو غم سے برا حال تھا۔وہ بھی اس گھر میں ہادی کے لیے ہی آئی تھی۔اسے یہ پتہ تھا اس کی بیوی مرگئی ہے۔اور اسے بھلا کیسے اندازہ ہوتا کہ ایک دوسرے کو لفٹ نہ کرانے والے اور الگ کمروں میں رہنے والے وہ میاں بیوی ہو سکتے ہیں۔وہ تو اسے ہادی کی کزن سمجھتی رہی تھی کہ اسی وجہ سے بیگم صاحبہ کہا جاتا ہے۔بھئی عاصمہ کا غم بہت بڑا تھا اسے ہم تم نہیں سمجھ سکتے تو پھر اس کا ذکر رہنے دیتے ہیں۔

✡......✡......✡

وہ کچن کے اندر جاتے جاتے رک گئی۔وجہ اندر سے آتی عاصمہ کی آواز اور اس کا ذکر تھا۔

"ویسے تمہاری بیگم صاحبہ کی اپنے شوہر سے کچھ خاص نہیں بنتی۔رہتی تو الگ کمرے میں ہیں۔کبھی بات کرتے بھی نہیں دیکھا۔"

صباح کا منہ کھلا۔یعنی اب یہ نوبت آگئی تھی کہ اس کے اور اس کے شوہر کے تعلقات کو نوکر یوں ڈسکس کرتے۔وہ اپنے غصے کو کنٹرول کرتی اندر داخل ہوئی۔نصیبو جو عاصمہ کی بات کا جواب دینے ہی لگی تھی صباح کو دیکھ کر چپ کر گئی۔عاصمہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔صباح نے مسکراہٹ سے جواب دیا اور ایک کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھی۔

"جی تو کیا چل رہا ہے آج کل؟"

"ہماری بیگم صاحبہ کتنی خوش اخلاق ہیں۔دیکھو عاصمہ کی باتیں سن لی ہوں گی پھر بھی مسکرا کر اس سے بات کر رہی ہیں۔" نصیبو تو اس کی گرویدہ تھی۔شاکرہ نے اس کی سرگوشی پر ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسیوں پر بیٹھی دونوں خواتین کو دیکھا۔

"بیگم صاحبہ رج کے سوہنی ہیں۔" شاکرہ بھی اس پر نثار ہوئی۔ادھر وہ عاصمہ سے حال چال پوچھ کر اصل موضوع کی طرف آئی۔

"عاصمہ! آپ کو یہاں آئے ہوئے کتنے ماہ ہو چکے ہیں لیکن بچے ابھی تک آپ سے مانوس نہیں ہو

پائے۔“

”کیونکہ آپ ہروقت بچوں کے پاس رہتی ہیں۔ صبح اٹھتے ہی آپ کو دیکھتے ہیں اور جب تک وہ سوتے نہیں آپ ان کے پاس رہتی ہیں پھر کب وہ مجھ سے مانوس ہوں گے؟“ وہ بےزاری سے بولی۔

”مس عاصمہ بتول! اگر آپ یہاں وہاں کے معاملات کو چھوڑ کر صرف اسی بات کی طرف توجہ کرتیں تو بچے آپ سے مانوس ہو چکے ہوتے۔ میرے بچے اتنے بھی بداخلاق اور نخریلے نہیں ہیں کہ کوئی مسلسل اٹینشن دکھائے اور وہ اسے لفٹ نہ کرائیں۔“ صباح نے ٹھنڈا کر کے مارا۔ عاصمہ کی سمجھ نہیں آیا وہ اس پر کیا ردعمل دے۔ اس بے عزتی پر واک آؤٹ کرے یا کوئی جواب دے۔ اسے یاد آیا وہ صباح کو اس پر کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی کیونکہ صباح اس گھر کی مالکن تھی۔ آہ عاصمہ کا دکھ تازہ ہوا۔ شاکرہ اور نصیبو ایسی عزت افزائی پر ہنسی چھپاتے رخ موڑ گئیں۔ عاصمہ نے سخت بےبسی محسوس کی۔

”امید کرتی ہوں اب آپ مکمل توجہ سے وہ کام کریں گی جس کے لیے آپ کو اپائنٹ کیا گیا ہے۔“ وہ مسکرا کر کرسی سے کھڑی ہوئی اور اٹھ کر اپنی آج کی ڈش کا مطلوبہ سامان نکالتے ہوئے کاؤنٹر پر رکھتی گئی۔ پھر رک کر مڑ کر دیکھا۔ عاصمہ اسے ہی دیکھ رہی تھی صباح اس کی نگاہوں کو پڑھ نہ سکی۔ لیکن دایاں ابرو اچکا کر اسے یوں دیکھا کہ ابھی تک یہیں بیٹھی ہو؟ عاصمہ گڑبڑا کر اٹھی۔

”میں بس بچوں کے پاس جا رہی تھی۔“ صباح نے سر ہلایا لیکن گردن نہ موڑی جب تک کہ عاصمہ اٹھ کر چلی نہ گئی۔

”اسٹرینج۔ میری شادی کا مجھ سے زیادہ اسے صدمہ ہے۔“ وہ بڑبڑائی۔ پھر وہ مگن سی اپنا کام کرتی رہی۔ شاکرہ اور نصیبو کو پتہ تھا اب جتنی دیر وہ کچن میں کام کرتی رہے گی اس کا موڈ اچھا رہے گا۔

چند دن بعد کی بات تھی۔ ہادی رات کو پانی کا جگ لیے کچن میں آیا۔ کوئی زیادہ رات بھی نہ ہوئی تھی۔ بس نو بجے تھے ابھی۔ کچن سے کھٹ پٹ کے ساتھ گنگنانے کی آواز آ رہی تھی وہ حیران ہوا۔ کون ہو سکتا ہے بھلا۔ اور جب اندر داخل ہوا تو سامنے پیٹھ موڑے صباح نظر آئی۔ کاؤنٹر پر کچھ سامان رکھا تھا۔ اس نے ایپرن باندھا ہوا تھا اور بال ڈھیلے سے جوڑے میں تھے جو گردن سے ڈھلکتا کندھوں تک آ رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے کوئی

کام کر رہی تھی اور ساتھ ہلتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔ ہادی اس کو دیکھتا رہا کہ وہ اچانک مڑی اور ہادی کو خود کو تکتا پایا۔ پھر مڑ کر اپنے کام میں لگ گئی اور اسی طرح گنگناتی رہی۔ ہادی ایک دم سے ہوش میں آیا۔

''اف کیا کر رہا تھا میں۔'' اس نے خود کو ڈپٹا۔ پھر ایک طرف لگے کولر سے پانی بھرنے لگا۔ جب غور کیا تو پتہ چلا صباح آج بھی اس کی موجودگی کو یوں فراموش کر چکی تھی جیسے اسے ہادی کے ہونے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ ہادی کا منہ کڑوا ہوا۔ اس نے ہمیشہ لڑکیوں کو اجنبیوں کے درمیان کانشس ہوتے دیکھا تھا لیکن یہ تو کوئی اور ہی مخلوق تھی۔ اس نے ایک بار پھر اسی جانب دیکھا۔ شاید کیک بنانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے کام کر رہی تھی اور اسے خوشگوار حیرت ہوئی جب ایک برتن فارغ ہونے پر وہ اسے دھو کر واپس اس کی جگہ رکھ کر دوبارہ کام کرنے لگتی اور یہ سب وہ لمحوں میں کر رہی تھی۔ اس قدر صفائی، نفاست اور تیز رفتاری سے۔ وہ حقیقتاً متاثر ہوا۔ حالانکہ جگ کب کا بھر چکا تھا لیکن وہ وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جبکہ صباح اس کی خود پر جمی نگاہوں کو مسلسل اگنور کیے جا رہی تھی۔

''شہرین کے ہاتھ میں ذائقہ تھا لیکن اسے کوکنگ کا شوق نہیں تھا۔ بس میرے بہت کہنے پر کبھی کچن میں آجاتی تھی۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے دھیمے انداز میں بولا۔ صباح چند لمحوں کے لیے رک گئی۔ کیا وہ اسی سے مخاطب تھا؟ اس نے ہلکی سی گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اب وہ ہاتھ میں پکڑے جگ کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ کے خیال سے میں اس گھر میں، آپ کے اور آپ کی سابقہ بیوی کے محبت نامہ سننے کے لیے آئی تھی۔'' ہادی نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور ایک دم سے اس کے انداز میں سختی آئی۔

''صباح فاروق! میں آپ کو اپنے محبت نامے نہیں سنا رہا تھا۔ بس آپ کو کچن میں کام کرتے دیکھ کر مجھے شہرین یاد آئی۔''

صباح اپنے آنسو روکتی دوبارہ مڑ گئی اور اپنا کام کرنے لگی۔ ہادی ایک دم چپ ہوا۔ صباح کا انداز انسلٹنگ تھا۔ بولتے رہو میں تو نہیں سن رہی۔ وہ لب بھینچے کچن سے باہر آگیا۔ صباح نے سسکی روکنے کو منہ پر ہاتھ رکھا اور پھر بہتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

''میں کیسے اس کے ساتھ رہوں گی۔ پتہ نہیں کن کن باتوں پر اسے شہرین یاد آئے گی اور پھر اس کے ساتھ

کے محبت بھرے قصے مجھے سنائے گا۔" اس کی دلچسپی کام میں ختم ہوگئی۔ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور روتی رہی۔

ہادی لان میں چلا آیا۔ سختی سے لب بھینچے۔ چہرے پر تناؤ تھا۔ جب بھی صباح سے بات ہوتی ایسا ہی ہوتا تھا۔ کتنی دیر وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتا رہتا اور آج ایسا تو کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ اس طرح سے بات کرتی۔ اسے غصہ آیا۔

ایک تو خوامخواہ اس کی زندگی میں آشامل ہوئی تھی اور پھر جب بات ہوتی مشکل بڑھا دیتی۔ وہ واک کرتے ہوئے رکا۔ لان کی روش پر کوئی دکھائی دیا۔ شاید شاکرہ تھی۔ اس نے آواز دی۔ شاکرہ ہی تھی۔ وہ قریب آئی۔

"صباح اس وقت کچن میں کیا کر رہی ہے؟" اس نے شاکرہ کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔ حالانکہ اس کی بیوی تھی اسے پتہ ہونا چاہیے تھا خیر۔

"وہ صاحب جی۔ بیگم صاحبہ تو روز کچھ نہ کچھ بناتی رہتی ہیں۔ صبح کا اپنا ناشتہ بھی خود بناتی ہیں اور شام کو بھی روز کھانا بناتی ہیں۔"

"تو مجھے بھی اسی کے ہاتھ کا بنا کھانا ملتا ہے؟"

شاکرہ کو اس سوال پر ہنسی آئی۔

"نہ صاحب جی۔ ناشتہ وہ صرف اپنا بناتی ہیں اور جو باقی چیزیں بناتی ہیں اپنا حصہ بچا کر باقی ہمیں دیتی ہیں۔ اکثر تو ایسی چیزیں بناتی ہیں جو ہم نے کبھی کھائی بھی نہیں ہیں۔ لیکن سچ میں ان کے ہاتھ میں بہت لذت ہے۔"

ہادی مزید اس کی تعریفیں نہیں سن سکتا تھا تو ہاتھ سے شاکرہ کو جانے کا اشارہ کر دیا۔ وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

"یعنی محترمہ کو کُکنگ کی شوقین ہیں اور تقریباً روز ہی اپنا شوق پورا کرتی ہیں۔ لیکن اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ شوہر کو بھی کبھی پوچھ لیں۔" وہ مزید کڑھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

....

اگلا دن معجزے بھرا تھا۔ کم از کم ہادی کو تو ایسا ہی لگا۔ جب ناشتے پر اسے صباح نے اپنے ہاتھ سے بنے

پراٹھے سرو کیے۔ ہادی شکریہ کہہ کر انکار کرنا چاہتا تھا لیکن وہ پراٹھے تھے ان کے لیے انکار کیسے کیا جاتا ہے اسے نہیں پتہ تھا۔ اس کے خیال میں شاید وہ رات والے برے رویے کی تلافی اتنے اچھے انداز میں کر رہی تھی۔ آہ کیا مزیدار اور خستہ پراٹھے تھے۔ اس کا موڈ خوشگوار ہوا۔ جبکہ صباح نے یہ نیکی اس لیے کی تھی کہ صبح کچن میں عاصمہ ہادی کے لیے ناشتہ بنانے آئی۔ پہلے تو صباح ہکا بکا رہ گئی۔ یعنی اس کی اتنی ہمت۔

''آپ میرے شوہر کے لیے ناشتہ بنائیں گی؟ کیوں؟ ہم نے آپ کو شیف اپائنٹ نہیں کیا۔'' صباح اس قدر شاکڈ تھی کہ اسے سمجھ نہیں آیا وہ عاصمہ کی کن الفاظ میں مذمت کرے۔

''ایسے ہی میں نے سوچا کہ وہ روز نوکروں کے ہاتھ کا بنا کھاتے ہیں تو......'' عاصمہ دلیری سے مسکرا کر بولی۔

''تو آپ بھی نوکر ہی ہیں بس نوکری کی نوعیت مختلف ہے۔'' صباح اس قدر سخت الفاظ استعمال نہیں کرتی تھی لیکن عاصمہ نے جیسے مجبور کر دیا تھا۔ عاصمہ کی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی۔

''عاصمہ! دوبارہ میں آپ کو کچن میں نہ دیکھوں۔ آپ کے کھانے پینے کا سامان آپ کو مل جایا کرے گا۔ اور آخری بات، ہادی میرے شوہر ہیں۔ میرے شوہر سے سو فٹ کے فاصلے پر رہیں ورنہ نتائج آپ کی سوچ سے بھی زیادہ خطرناک ہوں گے۔'' وہ بمشکل ضبط کیے کھڑی تھی ورنہ دل چاہ رہا تھا ابھی عاصمہ کو ہاتھ پکڑ کر نکال باہر کرے۔

یہ صبح کا وقت تھا۔ ابھی نصیبو اور شاکرہ نہیں آئی تھیں۔ صباح کاؤنٹر کو پکڑے کتنی دیر گہری سانسیں لیتی رہی۔ غصہ تھا کہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر اپنے ساتھ ہادی کا بھی ناشتہ بنایا جب نصیبو اور شاکرہ آئیں وہ فارغ ہو چکی تھی۔ عموماً وہ اس وقت تک اپنا ناشتہ بنا کر کھا رہی ہوتی تھی۔ پھر اس نے ان دونوں کو کھانا بنانے سے منع کر دیا۔

''اب آپ لوگ گھر کے دوسرے کام دیکھئے گا۔ کھانا پکانا آج سے میں خود کروں گی۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ روز تو صبح وہ مسکراتی ہوئی ملتی تھی آج انتہائی سنجیدہ۔ دونوں ہی اس کی سنجیدگی کو دیکھتے چپ چاپ باہر آ گئیں اور پھر ہادی کو سرو بھی اس نے خود کیا۔ ہادی گاہے بہ گاہے اس کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ وہ اپنے ناشتے کی طرف

متوجہ تھی۔جب ہادی ناشتہ کر کے اٹھا تو اس کے جھکے سر کو دیکھا۔آج وہ کچھ عجیب لگ رہی تھی۔پتہ نہیں کیا مسئلہ تھا۔پوچھے یا نہ پوچھے۔خیر رہنے دو۔

''ناشتے کے لیے شکریہ۔''بس اتنا ہی کہا۔صباح نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر سر جھکا لیا۔ہادی نے کرسی ٹھیک کر کے رکھی اور وہاں سے چلا گیا۔

اور پھر ناشتہ ہی نہیں اب تو تینوں وقت کا کھانا صباح بنانے لگی تھی اور ماننے کی بات تھی اس کے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا۔ہادی اس کے ہاتھ کے بنے لذیذ کھانوں کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔

ہادی گھر آیا تو سیدھا بچوں کے کمرے میں گیا۔بچے تیار شیار لگ رہے تھے وہ حیران ہوا۔عاصمہ سے پوچھا تو اس نے کہا صباح نے تیار کیا ہے۔صباح بچوں کے کمرے میں نہیں تھی تو یقیناً کچن میں تھی۔رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ہادی چینج کرنے کے لیے بیڈروم میں آ گیا۔ابھی وہ نہا کر نکلا ہی تھا کہ دستک کے ساتھ دروازہ کھلا۔حسب عادت صباح تھی۔دستک کے بعد اجازت کا انتظار نہ کرنا۔ہادی کو غصہ ہی آ گیا۔

''دستک کے بعد جواب کا بھی انتظار کر لیتے ہیں۔''

''آئی ایم سو سوری۔مجھے خیال نہیں رہا۔''

صباح اور معذرت؟ ہادی نے غور سے اس کا جائزہ لیا۔نیوی بلیو ساڑھی میں مکمل تیار۔جیسے کسی فنکشن میں جانا ہو۔خیر وہ عموماً بھی اچھے حلیئے میں ہوتی تھی لیکن آج تو الگ ہی ڈھنگ تھا اور اس کی مسکراہٹ۔کتنا جچ رہی تھی۔ہادی خوامخواہ چڑا۔

''کہیں جانا ہے آپ نے؟''ہادی نے سرد مہری سے پوچھا اور چند قدم چل کر اس تک آیا۔

''نہیں ایکچوئلی۔''وہ پھر سے اپنی خوبصورت مسکراہٹ کو چہرے پر لاتے ہوئے بولنے لگی۔

''نہیں۔ہمم۔''اس کی بات سن کر دہرائی۔''اس کا مطلب آپ یہ خاص تیاری فرما کر میرے کمرے میں آئی ہیں۔''اس کے قریب کھڑا اس کی خوبصورتی کو محسوس کرتا وہ مزید سرد ہوا۔صباح کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب تو بہت صاف ہے۔مجھ سے دشمنی رکھ کر پہلے میرے بچوں کو قابو کیا۔پھر آہستہ آہستہ مجھ سے بھی

بننے لگی آپ کی۔ حد تو یہ ہے کہ میرے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا بھی بنانے لگیں اور جب میں عادی ہونے لگا تو آپ بن ٹھن کر میرے کمرے میں چلی آئیں کہ اب سب ٹھیک جا رہا ہے۔ یہ آخری کارنامہ بھی سرانجام دے دینا چاہیے۔''

صباح پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ افسوس، غصہ، رنج۔ تینوں کیفیات ایک ساتھ اس کی آنکھوں میں ابھریں۔

''سمجھتے کیا ہیں آپ اپنے آپ کو۔ کہیں کے شہزادے ہیں؟ ہیں تو ہوں گے لیکن صباح فاروق کا معیار آپ سے بہت بلند ہے۔ میں نے زندگی میں کبھی سیکنڈ ہینڈ چیز استعمال نہیں کی اور سیکنڈ ہینڈ شوہر کو پھنساؤں گی؟ مجھے خالص اور کھری چیزیں اور لوگ پسند ہیں۔ آپ تو کبھی میری پسند کے معیار پر اترے ہی نہیں۔ میں اتنی گئی گزری نہیں ہوں کہ دو بچوں کے باپ کو متاثر کرنے کی کوشش کروں گی اور اس کے لیے یہ......'' اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کے لیے یہ تیاری کروں گی۔ یہ تیاری میں نے صرف اپنے لیے کی تھی کیونکہ آج میری برتھ ڈے ہے۔ اپنی گھٹیا سوچ کو اپنے تک رکھیں دوبارہ مجھ سے یہ بکواس کرنے کی ہمت بھی مت کیجیے گا ورنہ منہ توڑ دوں گی آپ کا۔'' انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی وہ پلٹی اور دروازے کے قریب جا کر رکی اور وہاں رکھی ٹیبل پر رکھا گلدان اٹھا کر زور سے ہاتھ مار کر گرا دیا۔ کانچ ٹوٹنے کی آواز گونجی تھی۔ کئی ٹکڑے ہادی کے پاس گرے تھے۔ پھر وہ چلی گئی اور ہادی اس کے ردعمل پر دنگ رہ گیا۔ اپنے پاس بکھرے ٹکڑوں کو اس نے جھک کر احتیاط سے ایک طرف کیا۔ اس کا غصہ دیکھ کر تو ہادی کا غصہ ختم ہو چکا تھا۔ چند ٹکڑوں کو اکٹھا کر کے اس نے اس کام کو ترک کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر سلیپر پہن کر کمرے سے باہر آ گیا۔

''شاکرہ۔'' اس نے آواز لگائی۔ تبھی کچن سے شاکرہ اور صباح ایک ساتھ برآمد ہوئے۔ صباح اسے دیکھے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ شاکرہ اس تک آئی۔

''جی صاحب جی۔''

''میرے کمرے میں ایک گلدان ٹوٹا ہے، صاف کر لو۔'' وہ اسے ہدایت دیتا کچن کی طرف گیا۔ نصیبو ٹیبل سمیٹ رہی تھی۔

”کھانا نکال دو۔“ وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔ ٹیبل صرف ایک طرف سے صاف ہوئی تھی۔ درمیان میں کیک رکھا تھا۔ جس پر 21 والے ہندسے کی دو موم بتیاں لگی تھیں۔ وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔ نصیبو نے اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کیا۔

”آج بیگم صاحبہ کی سالگرہ تھی۔ صبح سے بہت خوش تھیں اتنا کچھ بنایا۔ اور اب آ کے کہا سب سمیٹ لو۔“ نصیبو دکھی تھی کیونکہ اس سالگرہ میں وہ بھی انوائیٹڈ تھی۔

”نصیبو باجی! میں نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا۔ افسوس بعد میں کر لیجیے گا پہلے مجھے کھانا دے دیں۔“ اس پر بھی یقیناً صباح کا اثر ہو گیا تھا ورنہ وہ اس طرح طنز نہیں کرتا تھا۔ ہادی کو احساس ہوا تو گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ اف صباح فاروق......اف۔

صباح جو اسے تو اچھی خاصی سنا آئی تھی لیکن کمرے میں آ کر جیسے ضبط کھو بیٹھی۔ رات گئے ہچکیوں سے روتی رہی۔ دکھ تھا کہ کم نہیں ہو رہا تھا اور خود پر غصہ آئے جا رہا تھا کیوں اس نے سب کیا۔ بچوں کا خیال کرنے سے لے کر ہادی کے لیے نرم گوشہ رکھنے پر۔ ہر طرف اسے اپنی غلطی نظر آ رہی تھی۔ آخر ہادی اس کے متعلق ایسی باتیں کیسے سوچ سکتا تھا۔ میری ہی غلطی ہے مجھے پہلے دن اس رشتے کو ختم کر دینا چاہیے تھا۔ ملامتیں تھیں کہ ختم نہیں ہو رہی تھیں۔

✡......✡......✡

اگلے تین دنوں میں صباح مکمل طور پر گھر سے لاتعلق ہو گئی تھی۔ نہ بچوں کے پاس گئی اور کچن میں بھی صرف اپنے کھانے کے لیے جاتی۔ ہادی جانے اور اس کا گھر جانے۔ اماں سے ناراضگی شدید نوعیت کی نہ ہوتی تو وہ اب تک وہاں جا چکی ہوتی لیکن اب وہاں بھی نہیں جا سکتی تھی اور پھر اس کی پڑھائی بھی چل رہی تھی۔ اسے ادھورا کیسے چھوڑ دیتی اور وہاں بچے اسے بہت مس کر رہے تھے۔ ایک دو بار نصیبو اور شاکرہ بلانے آئی تھیں اس نے پڑھائی کا کہہ کر انہیں بھیج دیا کہ اس کے پیپر شروع ہونے والے ہیں وہ بہت مصروف ہے بچوں کو عاصمہ یا ان دونوں میں سے کوئی سنبھال لے اور دوبارہ گھر کے کسی معاملے کے لیے اس سے رجوع نہ کیا جائے۔ وہ دونوں اس کے لہجے کی سختی پر حیران رہ گئیں۔ پھر دوبارہ اس کے پاس کوئی نہیں آیا۔ کل اس کا پیپر تھا اور وہ اپنے کمرے

میں بیٹھی پڑھ رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھول کر نصیبو آئی۔

''وہ جی بیگم صاحبہ! نورِعین کو بہت تیز بخار ہے اور وہ مسلسل روئے جا رہی ہے۔ کسی سے چپ نہیں ہو رہی۔''

وہ نوٹس پھینکتی تیزی سے اٹھی۔

''ڈاکٹر کو دکھایا؟'' وہ تیز قدموں سے چلتی ان کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔

''جی لیکن کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔ احد کو بھی دو دن سے بخار ہے۔''

''تو میں مر گئی تھی؟ مجھے کسی نے کیوں نہیں بتایا۔'' اس نے نصیبو پر غصہ کیا۔

''وہ جی آپ نے خود تو منع کیا تھا کہ......''

''بس ٹھیک ہے۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ نورِعین کو عاصمہ نے اٹھایا ہوا تھا اور احد کو ہادی نے۔ ہادی نے اسے دیکھا، بہت پریشان لگ رہی تھی۔ وہ نورِعین کے پاس گئی۔ دو دن میں رنگت کملا کر رہ گئی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔ فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے عاصمہ سے لیا۔

''اللہ! کتنا وزن کم ہو گیا میرے بچے کا۔'' اس نے نور کو خود سے لگایا۔ نورِعین نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر رونے لگی۔

''ارے نہ نہ۔ میں آ گئی ہوں نا میری جان۔'' وہ اسے پچکارنے لگی اور اسے اٹھائے احد کے پاس آئی۔ ہادی سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ ایک ہاتھ احد کے ماتھے پر رکھ رہی تھی۔

''کتنا ٹائم پہلے دوا دی؟'' مڑ کر نصیبو کو مخاطب کیا۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے۔''

''ٹھیک ہے۔ آدھے گھنٹے تک دیکھتی ہوں بخار اترا ٹھیک ورنہ کوئی اور دوا۔'' احد غنودگی میں تھا۔ اس کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں۔

''مما!'' بہت ہولے سے بولا۔ صباح قریب ہی کھڑی تھی۔ فوراً رخ موڑ کر احد کو دیکھا۔

''کیسا ہے میرا شیر......'' دائیں بازو میں نورِعین کو سنبھالا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ احد کے چہرے پر رکھا۔

''مما! اٹھاؤ۔'' نقاہت زدہ آواز میں کہتے دونوں بازو اس کی جانب پھیلائے۔

''ابھی اٹھاتی ہوں میری جان۔'' نورِعین کو عاصمہ کو پکڑایا اور ہادی سے احد کو لیا۔ اس دوران ہادی خاموش تماشائی تھا۔ ہادی نے اکڑی ہوئی بازو کو سیدھا کیا۔ کب سے احد کو اٹھایا ہوا تھا۔ صباح کے آتے ایسے لپک کر اس کے پاس گیا تھا جیسے صدیوں بعد اسے دیکھا ہو۔ اس کے بچے صباح کے اتنے دیوانے کیوں تھے؟ وہ سوچ رہا تھا اور گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ پونی ٹیل میں بندھے لمبے بال۔ کندھے کے ایک طرف دوپٹہ جو پیچھے سے زمین تک آ رہا تھا۔ وہ بچوں کا سن کر ننگے پیر بھاگتی آئی تھی۔ ہادی کو محسوس نہ ہو سکا کہ وہ مسلسل اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ احد کو بازوؤں میں لیے اسے جھلا رہی تھی۔

''بیگم صاحبہ! میں جاؤں؟'' تھکی ہوئی نصیبو نے اجازت چاہی۔

''آپ دونوں جائیں۔ اب میں آ گئی ہوں۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

''عاصمہ! نورِعین کو میرے کمرے میں لے چلیں۔'' اب تک نورِعین چپ تھی۔ ہادی کو یکسر نظرانداز کرتی وہ احد کو لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔ عاصمہ بھی اس کے پیچھے تھی اور ہادی بھی بن بلائے آ گیا۔ صباح نے نظرانداز کیا۔ عاصمہ، نورِعین کو اٹھائے بیڈ سے ذرا فاصلے پر بیٹھ گئی۔ صباح احد کو اٹھائے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ ہادی نے نورِعین کو عاصمہ سے لیا۔

''آپ جائیں۔'' عاصمہ نے صباح کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر احد پر جھکی۔ یعنی نو رسپانس۔

''او کے۔ بچوں کا خیال رکھیے گا۔'' اس کی بات سن کر صباح کے اندر غصے کی لہر اٹھی۔

''مس عاصمہ! اگر آپ بچوں کا خیال کرتیں تو یہ اس حالت میں نہ ہوتے۔ اور اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرے بچے ہیں میں ہی ان کا خیال کر سکتی ہوں۔ افسوس میں نے اس معاملے میں آپ پر بھروسہ کیا۔'' وہ بولی نہیں پھنکاری تھی۔

''میں نے تو ہمیشہ بچوں کا بہت خیال کیا۔'' عاصمہ ہادی کے سامنے بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''مس عاصمہ! آپ جائیں۔'' ہادی نے سنجیدگی سے بات دہرائی۔ عاصمہ آنکھوں میں آنسوؤں کو جھپکاتی آنکھوں سے ہادی کو دیکھنے لگی۔ صباح نے تنفر سے رخ پھیرا۔

''ہونہہ خیال رکھنا۔میرے بچوں کے معاملے میں مجھے''یہ''تلقین کریں گی۔'' ہادی کے ماتھے کی رگیں ابھرنے لگیں۔پھر عاصمہ وہاں سے چلی گئی۔ہادی نورِعین کو اٹھائے بیڈ کی دوسری جانب آبیٹھا۔صباح نے اپنے نوٹس کھسکا کر اپنے آگے کیے۔دونوں بچے اب پرسکون تھے۔صباح نے احد کا بخار چیک کیا۔اتر چکا تھا اور تھوڑی دیر بعد احد پرسکون ہو کے نیند کی وادی میں اتر گیا۔صباح نے احتیاط سے اسے اپنے بائیں جانب لٹایا اور کمفرٹر ڈالا۔ہادی اس کے سامنے نورِعین کو لیے بیٹھا تھا۔صباح نے ایک نظر ان پر ڈال کر اپنے نوٹس کو ٹھیک کیا۔

کل اس کا پہلا پیپر تھا۔وہ ہلکی سی جھک کر پڑھنے لگی۔پھر وقتاً فوقتاً احد کا بخار بھی چیک کر لیتی اور نورعین پر بھی نظر ڈال لیتی۔ایک گھنٹہ ہی گذرا ہو گا کہ نورِعین ہلکی ہلکی کانپنے لگی۔ہادی نے پریشانی سے اسے چھوا۔

''تھوڑی دیر پہلے تک ٹھیک تھی اب ایک دم سے اتنا تیز بخار۔'' وہ پریشانی سے بڑبڑایا۔صباح نوٹس کو ایک طرف کرتی اس تک آئی اور نورِعین کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

''میں آرہی ہوں۔'' وہ بھاگ کر بچوں کے کمرے سے دوائیاں لے آئی۔جب تک نورِعین اٹھ کر رونا شروع کر چکی تھی۔پھر صباح نے نورِعین کو اٹھائے رکھا۔دوائی نے دھیرے دھیرے اثر کرنا شروع کیا تھا۔تب تک صباح اسے بازوؤں میں اٹھائے کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہلتی رہی۔وہ ذرا بھی رکتی نورِعین رونا شروع کر دیتی اس لیے وہ مسلسل ٹہلتی رہی۔ہادی احد کے پاس بیٹھا تھا۔صباح نے اپنے نوٹس کو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ایک سائیڈ سے پھنسایا۔وہ پھر ٹہلتے ہوئے پڑھتی بھی رہی۔ہادی کو ترس آیا۔

''مجھے دو اسے۔تم آرام سے پڑھ لو۔'' یہ اتنے دن بعد پہلی گفتگو تھی اور صباح آپ نہیں تم ہو گئی تھی اس کے لیے۔صباح نے بنا کچھ کہے نورِعین کو اس کی طرف بڑھایا۔نورِعین نے حلق پھاڑ کے رونا شروع کر دیا۔

''نہیں نہیں میں نے اٹھایا ہوا ہے۔'' صباح نے اسے خود سے لگا کے تسلی دی لیکن کون ہوتا جو چپ کرتا۔

''اب شور سے احد نہ اٹھ جائے۔''

ہادی احد کے پاس گیا۔بہت دیر بعد نورِعین پرسکون ہوئی۔شکر تھا کہ احد سوتا رہا۔جب نورِعین سوئی تو تھکی تھکی صباح اسے بیڈ پر لٹانے آئی اور اس آفت کی پرکالہ کو دو منٹ میں پتہ چل گیا کہ وہ اب اماں کی گود میں نہیں ہے۔ایک زوردار صدا بلند کی اس نے۔صباح جو اسے لٹا کر کرسی کے ساتھ ٹیک لگائے کمر کو سیدھا کر رہی تھی،

لپک کراس تک آئی۔ کہیں احد نہ اٹھ جائے۔ہادی جس کی ابھی ہی آنکھ لگی تھی ہڑبڑا کراٹھا تھا لیکن تب تک صباح نے اسے اٹھا کر پھر سے ٹہلنا شروع کر دیا۔ہادی اس کی تھکی ہوئی شکل کو دیکھ کر رہ گیا۔وہ پھر سے نورِعین کو پچکارتی ہوئی اس سے بول رہی تھی۔ہادی ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ سامنے موجود عورت کے لیے اس کے دل میں جذبے پنپنے لگے تھے۔پتہ نہیں کب اس کی آنکھ لگی تھی۔صبح دونوں بچے اس کے پہلو میں تھے اور وہ آئینے کے سامنے بال باندھ رہی تھی۔پتہ نہیں سوئی بھی تھی کہ نہیں۔ہادی نے اٹھ کر دونوں بچوں کا بخار چیک کیا۔دونوں ٹھیک تھے۔اس نے سکھ کا سانس لیا۔

''رات کتنے بجے سوئی تھی؟''اس نے صباح سے پوچھا۔صباح ان سنا کیے اپنا کام کرتی رہی۔پھر وہاں سے ہٹ کر بیڈ کے ایک جانب رکھا اپنا دوپٹہ اٹھا کے اوڑھا۔ہادی نے لب بھینچ لیے۔

''صباح......''اس نے پھر پکارا۔وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ہادی نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''اس قدر شدید ردعمل۔پتہ نہیں کبھی ہم نارمل بھی ہوسکیں گے۔''

......

وہ پیپر دے کر باہر نکلی تو پارکنگ میں اس کی گاڑی آچکی تھی۔دوستوں کے ساتھ پیپر کو ڈسکس کرتے وہ پارکنگ میں اپنی گاڑی کو دیکھ چکی تھی لیکن قریب آنے پر پتہ چلا کہ ڈرائیور کی بجائے ہادی تھا۔اسے جھٹکا لگا وہ ایک دم سے رک گئی۔

''کیا ہوا؟''اس کے ایک دم رکنے پر سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں۔''وہ سنبھلی۔ہادی اسے دیکھ کر نیچے اترا۔احد کو بھی اٹھا رکھا تھا۔

''ارے یہ تمہاری گاڑی سے کون اترا؟''

''میرا شوہر۔''

''کیا؟''سب ایک ساتھ چیخیں۔صباح نے کانوں پر ہاتھ رکھا۔

''کون سی مصیبت آگئی؟''ناگواری سے پوچھا۔

''ہادی ارتضیٰ تمہارا شوہر ہے؟''

صباح کو اس کا پورا نام آج معلوم ہوا تھا۔

''جی اور دو بچے بھی ہیں۔'' وہ ان کے صدمے پر بے زار ہوئی۔''ایک تو آدھا شہر اس آدمی کا عاشق ہے۔ پتہ نہیں کیوں۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم شادی شدہ ہو؟ اور ''ہادی ارتضیٰ'' تمہارا شوہر ہے؟ اور تمہارے دو بچے بھی ہیں؟''

''بہن! جب اس سے ایسا عشق تھا تو اس کی پوری معلومات بھی رکھتیں۔'' اس کی بے زاری بڑھی۔ یہ ہر دوسری لڑکی اس کی عاشق ہی کیوں نکلتی تھی۔ سب باری باری اپنے غم کا اظہار کر رہی تھیں۔ اتنے میں وہ لوگ ہادی کے قریب جا پہنچیں۔ احد مما کہہ کر اس کی جانب لپکا۔

''آؤ میری جان۔'' اس نے احد کو پیار کیا۔

''ہمارا تعارف تو کراؤ۔'' سعدیہ اس کے کان میں گھسی۔

''یہ میری دوستیں ہیں۔'' اس نے ہادی کو دیکھ کر ان کا تعارف کرایا۔ ہادی نے مسکرا کر سب کو مشترکہ سلام کیا اور اس کی دوستوں نے اتنے مختصر تعارف پر اسے گھورا لیکن اس نے پرواہ نہیں کی۔ ہادی کے بارعب اور سنجیدہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

''نورِ عین؟'' صباح نے سوالیہ پوچھا۔

''پیچھے مس عاصمہ کے پاس ہے۔'' وہ سب ہادی سے باتیں کر رہی تھیں اور وہ صرف صباح کے لیے اتنی مروت دکھا رہا تھا کہ اس کی دوستیں تھیں۔ ورنہ وہ لڑکیوں میں بہت مغرور مشہور تھا۔ صباح نے پچھلا دروازہ کھول کر نورِ عین کو اس سے لیا اور احد کو گاڑی میں بٹھایا۔

''مما! اسے نہیں مجھے اٹھاؤ۔'' احد نے منہ بسورا۔ وہ ہنسی۔

''ابھی آ رہی ہوں۔'' پھر نورِ عین کو دوستوں کے پاس لے گئی اور اس کی دوستیں...... وہ ٹلنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ پندرہ منٹ ہو رہے تھے اور ہادی مروت کر کے پچھتا رہا تھا۔ پھر صباح نے ہی ان سب کو ٹالا۔ دل تو

چاہا پیچھے بیٹھ جائے لیکن دوستوں کی وجہ سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔گاڑی چل پڑی تھی۔پیچھے سے احد اس کے پاس آنے کی ضد کرنے لگا اور اب نورِعین بھی اسے چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔صباح کو سب سے زیادہ ہنسی اسی وقت آتی تھی جب وہ دونوں مقابلے پر آجاتے تھے۔وہ ان حرکتوں سے زچ نہیں ہوتی تھی بلکہ انجوائے کرتی تھی لیکن وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر دونوں کو کیسے اٹھاتی۔ہادی احد کو باتوں میں لگانے لگا لیکن وہ اٹھ کر صباح کی سیٹ سے سامنے آنے کی کوشش کرنے لگا۔

''میم آپ پیچھے آجائیں۔دونوں بچے وہاں کیسے بیٹھیں گے۔میں آگے آجاتی ہوں۔'' عاصمہ بتول نے میٹھے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

''آؤ میرے شیر آگے آجاؤ۔'' اس نے رخ موڑ کر احد کو پکڑ کر اپنی گود میں بٹھایا۔عاصمہ بتول اس نظر اندازی پر اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ہادی کو جانے کیوں ہنسی آگئی تھی۔وہ صرف اسے نہیں ان سب کو نظر انداز کرتی تھی جن پر غصہ ہوتا اور اس کا دوسرا پہلو ہادی کے حوالے سے اس کا پوزیسو ہونا تھا اگر جو کوئی غور کرتا۔لیکن ہادی کا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔

✡......✡......✡

ہادی، صباح کے تیور دیکھ رہا تھا۔وہ صرف بچوں کے ساتھ ٹھیک ہوئی تھی۔پہلے اسے لگتا تھا کہ وہ اس سے شکوے رکھتی ہے اور دل میں بے حد غصہ۔لیکن اس دن کی باتوں کے بعد صباح کے انداز میں سرد مہری اور کبھی لگتا کہ نفرت کرنے لگی ہے۔وہ اپنی باتوں پر اس کی بچوں سے محبت دیکھ کر شرمندہ ہوا تھا۔سخت شرمندہ۔اور اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن سوچ بچار میں تھا معافی مانگے کے نہیں۔

صباح اس کے لیے کھانا بنانا ترک کر چکی تھی۔اور وہ......وہ پاگل نہیں تھا کہ اتنے اعلیٰ کھانے کھا کر پھر ملازموں سے کہتا کہ اس کے لیے کھانا بنائیں۔بلاشبہ وہ اعلیٰ کھانے بناتی تھی تو ہادی نے اس کا حل یہ نکالا تھا کہ وہ ناشتہ آفس کرتا اور شام کو فریج کھول کر وقتاً فوقتاً چیک کرتا رہتا کہ صباح بنا کے بہت سا ملازموں کو دے دیتی تھی تو وہ اس کے ملازموں کو دینے سے پہلے ہی فریج سے اپنا حصہ نکال لیتا۔ایسے تو پھر ایسے سہی۔ٹھیک ہے وہ اس کی زندگی میں زبردستی آئی تھی وہ اس سے محبت بھی نہیں کرتا تھا لیکن وہ کمبخت کھانا بہت اچھا بناتی تھی۔

آج چھٹی کا دن تھا۔ وہ آج صباح سے بات کرنے کے ارادے سے اسے ڈھونڈنے نکلا۔ وہ پچھلے لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی نظر آئی۔ دیوار سے سر ٹکائے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو سیڑھی کی سطح پر یوں حرکت دے رہی تھی جیسے پیانو بجا رہی ہو۔ ہادی آہستہ قدموں سے چلتا اس کے قریب ہوتا گیا۔ صباح نے قدموں کی چاپ پر گردن موڑ کر دیکھا۔ پھر ہادی کو دیکھ کر دوبارہ اسی زاویے میں چلی گئی۔ وہ شاید اس دنیا کی واحد لڑکی تھی جو ہادی ارتضیٰ کو دیکھ کسی بھی قسم کا ردعمل نہیں دیتی تھی۔ اسے دیکھ کر نہ شرماتی گھبراتی تھی اور نہ منہ بنا کر فضول قسم کا ایٹی ٹیوڈ دکھاتی تھی۔ نارمل......اور یہی چیز ہادی بہت محسوس کرتا تھا۔ وہ اس سے ایک سیڑھی نیچے جا کر بیٹھا۔ حسب عادت وہ اپنے کام میں مصروف رہی۔

''صباح مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

وہ اسی طرح پیانو بجاتی رہی۔ ہادی نے چند لمحوں کے لیے جواب کا انتظار کیا۔ پھر اندازہ ہو گیا جواب نہیں دے گی۔

''میں تم سے اس دن کے لیے معذرت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے غلط باتیں کہیں تھیں۔'' اس نے وقفہ دیا اور اس کے چہرے پر نظریں جمائے رکھیں۔ اب بھی نو رسپانس۔ وہ اندر ہی اندر جھنجھلا کر رہ گیا۔ یعنی حد ہے۔

''جب ہماری شادی ہوئی تھی میرا خیال ہے مجھے تب تم سے بات کر لینی چاہئے تھی۔ تم سے شادی میرے لیے بہت غیر متوقع تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کچھ بھی۔ اماں اور آپی نے سب طے کر کے مجھے بلایا تھا۔ میں نے آپی سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو سب بتا دیا جائے اور شادی کے بعد تمہارے ردعمل سے پتہ چلا کہ آپی نے نہیں بتایا تھا۔ میری شہرین سے لو میرج تھی۔ اس کی اور میری فیملی کی پرانی دشمنی کی وجہ سے گھر والے شادی کے لیے نہیں مانے تو ہم نے کورٹ میرج کی تھی۔ نصیب کی بات کہ شہرین اب نہیں رہی۔ میرے لیے یہ بہت تکلیف دہ حقیقت ہے کہ وہ نہیں رہی۔ بعض اوقات یقین نہیں ہوتا کہ وہ میرے ساتھ نہیں رہی۔ حالانکہ صرف دو سال کا ساتھ رہا۔ ایسے لگتا ہے جیسے زندگی جی لی ہو اس کے ساتھ۔'' وہ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا چکا تھا۔ اسے خدشہ ہوا تھا کہیں وہ اسے ٹوک نہ دے اس دن بھی شہرین کا ذکر سن کر طنز کا تیر دے مارا تھا لیکن وہ آج خاموشی سے سنتی رہی۔ ہادی نے غنیمت جانا۔ اور پھر سے بولنا شروع ہوا۔

”یہ سب بتانے کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں وہ محبت شاید کبھی نہ دے پاؤں۔لیکن میں اس رشتے سے جڑے اپنے تمام فرائض پورے کروں گا۔پھر بھی مجھے کچھ مہلت چاہئے اس رشتے کے لیے۔“ وہ مہذب الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر چکا تھا۔اس کا خیال تھا وہ یہ سن کر بہت نہیں روئی تب بھی آنکھیں بھرا جائیں گی اور تھوڑے سے شکوؤں کے بعد کہے گی میں آپ کا انتظار کروں گی یا اپنی محبت اور خدمت سے آپ کا دل جیت لوں گی یا پھر میری محبت شہرین کے عکس کو دھندلا دے گی۔ان چند لمحوں میں وہ اس کے متوقع جوابات سوچ چکا تھا۔ان میں سے وہ کچھ بھی کہہ سکتی تھی۔

”بس۔یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟“ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ہادی نے ابرو اچکایا۔

”جی بس اتنا ہی۔“

”مجھے لگتا ہے آپ اپنے بارے میں بہت سی خوش فہمیوں کا شکار ہیں اور میرے بارے میں غلط فہمیوں کا۔یہ آپ کی خوش فہمی ہے کہ میں اس گھر میں آپ کی وجہ سے رکی ہوئی ہوں اور اس انتظار میں کہ آپ مجھ سے محبت کریں گے۔لائیک سریسلی؟ میں اسی دن یہ گھر چھوڑ کر چلی جاتی جس دن مجھے یہ سب پتہ چلا تھا لیکن میں کسی اور وجہ سے نہ جا سکی۔اور بچوں سے محبت بھی آپ کی وجہ سے نہیں کرتی۔اس گھر میں رکنے کی صرف دو وجوہات رہی ہیں اور یقین کریں وہ وجہ آپ کبھی نہیں تھے۔اور آپ نے کہا کہ آپ مجھ سے محبت نہ کر پائیں میرے لیے مسئلہ یہ نہیں ہے۔میرے لیے مسئلہ یہ ہے کہ میں کبھی آپ سے محبت کر پاؤں گی؟ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جن کے شوہر کسی اور سے محبت کرتے ہوں اور وہ پھر بھی شوہر کی عاشق رہیں۔بھلے دل ہی دل میں روتی ہوں۔میں......“ وہ رکی اور اپنی جانب اشارہ کیا۔“ صباح فاروق ہوں۔میں صرف اپنی عزت نہیں کرتی خود سے محبت بھی کرتی ہوں۔میں نے اپنے لیے ایک معیار سیٹ کیا ہے اور اس سے کم پر راضی نہیں ہوتی۔میں میاں بیوی کے رشتے میں برابری کی قائل ہوں۔میں ایسے رشتوں کی قائل نہیں ہوں جس میں ایک فریق پر حد سے زیادہ بوجھ لاد دیا جائے اور دوسرا آرام سے رہے۔اگر آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے تو یقین کریں میں تو آپ کے لیے عزت تک محسوس نہیں کرتی محبت بہت دور کی بات ہے۔“

ہادی کے ماتھے کی رگیں ابھر آئیں۔ہلکی سی ہوا چلنے سے بوگن ویلیا کے پھول صباح پر گرنے لگے۔

''اور پتہ ہے میں آپ کی عزت کیوں نہیں کرتی؟ کیونکہ آپ نے جس عورت سے محبت کی اس سے شادی کو گناہ کی طرح چھپایا۔ مرد کو اتنا بہادر ہونا چاہیے کہ وہ جس عورت سے محبت کرے اسے بھرپور عزت کے ساتھ اپنی زندگی میں شامل کرے ورنہ وہ محبت جیسے کارنامے سے باز رہے۔ اور جہاں تک رہی آپ کے اور میرے رشتے کے شروعات کی، میں نے اگر کبھی آپ سے تعلق جوڑا تو اس کی وجہ طلب اور ضرورت نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ صرف محبت ہوگی۔ میں اتنی گئی گزری نہیں ہوں کہ میرا شوہر نظریہ ضرورت اور طلب کی بنیاد پر جب ''وہ'' چاہے تو مجھ سے تعلق جوڑے ورنہ اس کے لیے سابقہ محبت کافی ہے۔

لیکن نہ تو آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور نہ ہی میرا کوئی ارادہ ہے تو ہمارا تعلق تو ناممکن ہے۔ لیکن آپ کو نظریہ ضرورت وطلب کی خواہش ہو تو ایک اور شادی کر لیجیے گا۔ کیونکہ میں ابنارمل شادیوں پر یقین نہیں رکھتی۔ باقی اس گھر میں میری موجودگی جب آپ ناپسند کرنے لگیں اطلاع کر دیجیے گا۔ میں چلی جاؤں گی۔ فی الحال میرا جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' وہ بات مکمل کر کے سابقہ پوزیشن میں چلی گئی اور ہادی بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ صاف اور دوٹوک انداز میں اس کی طبیعت صاف کر گئی تھی۔ ہادی نے کب دیکھی تھیں ایسی لڑکیاں۔ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو چپکے چپکے اس پہ مرتی نہ ہوتی تو اس کی ان باتوں پر کوئی امید ہی باندھ لیتی لیکن وہ صباح فاروق تھی جو اپنی عزت کرتی تھی اور اس سے کم پر کسی طور راضی نہ ہوتی۔ ہادی نے سختی سے لب بھینچے ہوئے تھے۔

''ایک شخص جو خاندان سے جڑا ہو اس کی کتنی مجبوریاں ہو سکتی ہیں آپ کو اندازہ ہی نہیں۔'' وہ ایک بار پھر سے آپ پر لوٹ آیا۔

''وہ شخص محبت کرنے سے پہلے یتیم تھا اور جب محبت کو شادی میں بدلنے کا وقت آیا تو اس کا خاندان آ گیا۔ واؤ واٹ آ سٹوری۔'' اس کے تحقیر بھرے انداز پر ہادی کھول کر رہ گیا۔

''آپ جیسی خاتون جو اپنی ہی محبت میں مبتلا ہو وہ محبت کو کیا سمجھے۔''

''ٹھیک۔ یعنی آپ کی زندگی میں آنے سے پہلے میں کسی اور سے محبت کرتی ہوتی۔ اور یہاں آپ کے گھر میں بیٹھ کر اسے یاد کر کے ٹھنڈی آہیں بھرتی۔ آپ کے خیال میں، میں تب محبت کو سمجھتی۔''

ہادی کو اپنے اندر آگ سی محسوس ہوئی۔

''میں چلتا ہوں۔ اگر یہیں بیٹھا رہا تو شاید کچھ غلط کہہ بیٹھوں۔'' انتہائی ضبط سے کہتے وہ اٹھ کھڑا ہو۔

''بہتر بھی یہی ہے'' صباح نے کندھے اچکا کر کہا۔ وہ لمحوں میں وہاں سے چلا گیا۔ صباح پر پھول گرتے رہے۔ وہ سر پر گرے پھول جھاڑتی رہی۔ اس کے ارد گرد اب پھولوں کا ڈھیر لگ چکا تھا۔

۞......۞......۞

ہادی کے دل میں بنتا نرم گوشہ وہیں ختم ہو گیا تھا۔ ٹھیک ہے یہ شادی اور حالات میں ہوئی تھی لیکن اس کے خیال میں اب صباح کو یہ مان لینا چاہیے تھا لیکن صباح تو ابھی بھی اسی مقام پر کھڑی تھی۔ ذرا بھی لچک نہیں آئی تھی۔

وہ آج اپنی الماری سیٹ کر رہی تھی۔ دفعتاً اس کا فون بجا۔ وہ مڑ کر بیڈ تک آئی اور فون اٹھا کر دیکھا۔ ابا کالنگ لکھا آ رہا تھا۔ اس نے کال پک کر لی۔

''السلام علیکم ابا۔'' وہ احترام سے بولی۔

''وعلیکم السلام۔ کیسی ہے میری پیاری بیٹی۔'' ابا نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اتنے عرصے بعد یہ محبت بھرا لہجہ سننے کو ملا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں ابا۔ آپ کیسے ہیں؟''

ابا نے اس کے لہجے کی نمی محسوس کر لی تھی۔

''میری بیٹی کو تو میری یاد نہ آئی میں نے سوچا میں خود ہی اس سے بات کر لوں۔ وہ تو بس اپنی اماں سے ہی بات کر کے خوش ہے۔''

اور وہ جی بھر کہ شرمندہ ہوئی۔ سوائے اماں کے پچھلے آٹھ ماہ سے کسی سے بھی بات نہیں کی تھی اس نے۔ بہنوں اور بھابھیوں کو تو اس کی کی ناراضگی کا پتہ تھا کہ ایسی ہی شدید قسم کی ناراضگیاں ہوا کرتی تھیں اس کی۔ یہ تو خیر سب کو پتہ تھا لیکن ابا کو ابھی تک یہ بتایا ہی نہیں گیا تھا کہ وہ اس گھر سے ناراض ہو کر گئی ورنہ ابا کب کا اسے منا چکے ہوتے۔ تو سب نے اس لیے اس کا رابطہ نہ کرنا محسوس ہی نہیں کیا تھا۔ جب ناراضگی ختم ہو گی تو خود ہی رابطہ کرے گی۔ اسی لمحے صباح کو پتہ چلا تھا کہ اتنے ماہ گزرنے کے بعد بھی کسی نے ابا سے اس کی ناراضگی کا ذکر نہیں

کیا تھا وہ لاعلم تھے اور میں خوامخواہ ابا سے ناراض رہی۔ اماں سے شکوے اور بڑھے کیا تھا جو وہ ابا کو بتا دیتیں اور وہ اسے منا لیتے۔

''نہیں ابا ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے بھی آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ بس تھوڑی مصروفیت رہی۔'' انتہائی فضول جواز پیش کیا تھا اس نے۔ ابا ہنس دیئے۔

''چلو مان لیتے ہیں اس بات کو۔ لیکن مزید یہ بہانہ نہیں چلے گا۔ شہریار کی شادی کر رہے ہیں۔ کیا اس میں شریک ہو گی؟''

''ابا......'' شرمندگی سے وہ بس اتنا کہہ پائی۔ ابا نے بھی خوب بھگو کے مارا تھا۔

''کیوں نہیں آؤں گی۔ میرا بھائی ہے۔ اس کی شادی میں بھی شرکت نہیں کرو گی کیا۔'' اس نے جواب شکوہ کیا۔ ابا نے ہنستے ہوئے شادی کی ڈیٹس بتائیں۔ پھر وہ کافی دیر باتیں کرتے رہے۔

''ہادی کا نمبر سینڈ کر دو۔ اسے پرسنلی کہہ دوں داماد ہے کہیں برا نہ مان جائے کہ خود نہیں بلایا۔''

''نہیں ابا۔ برا کیوں مانے گا۔'' صباح کو تو سوچ کر ہی غصہ آ گیا کہ وہ اس کے ابا سے اس بات پہ ناراض ہو گا۔ ابا اس کی بات سن کے ہنسے۔

''میرے پاس اس کا نمبر نہیں ہے۔ تم سینڈ کر دو۔'' پھر چند باتوں کے بعد کال ختم ہو گئی۔ اتنے عرصے بعد ابا سے تفصیلی بات نے اسے خوش کر دیا تھا۔ طبیعت پہ چھائی پژمردگی ختم ہو گئی تھی۔ ہادی کا نمبر تو اس کے پاس نہیں تھا۔ اب کسی ملازم سے شوہر کا نمبر لیتی وہ۔ یہ سوچ اس نے رد کر دی۔ پھر گھر میں لگے لینڈ لائن کے پاس آئی۔ ساتھ رکھی ڈائری کھول کر دیکھی۔ اوپر ہی ہادی کا موبائل نمبر اور آفس کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ اس نے موبائل سے ہادی کے پرسنل نمبر پر کال کی۔

''ہیلو۔'' دوسری جانب اس کی مصروف سی آواز ابھری۔

''ہادی؟'' وہ پہچان چکی تھی پھر بھی تصدیق چاہی۔

''جی۔ آپ کون۔'' وہ ذرا کی ذرا رکا جیسے۔

''صباح بول رہی ہوں۔''

''خیریت۔ بچے ٹھیک ہیں؟'' وہ ایک دم جیسے پریشان ہوا تھا۔ صباح کو غصہ آیا۔

''جی سب خیریت ہے۔ میں نے یہ بتانے کے لیے کال کی تھی کہ تھوڑی دیر تک میرے ابا آپ کو کال کریں گے۔ میرے بھائی کی شادی ہے اسی کے لیے آپ کو انوائٹ کریں گے اور آپ نے سلیقے سے میرا ابا کو انکار کر دینا ہے کہ آپ بزنس مصروفیات کی وجہ سے شادی میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔''

''اور میں ایسا کیوں کہوں گا؟'' ہادی نے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

''کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ آپ میرے بھائی کی شادی میں شریک ہوں۔'' وہ بھی جواباً اسی لہجے میں بولی۔

''آپ کو یہ خوش فہمی کیونکر ہے کہ میں آپ سے ڈکٹیشن لے کہ اپنے فیصلے کروں گا۔''

''میں نہ تو ایسی خواہش رکھتی ہوں اور نہ شوق۔''

''اچھی بات ہے۔ کیونکہ میرا انکار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' صباح نے کان سے موبائل ہٹا کر گھورا۔

''آپ میرے ابا کو انکار کر رہے ہیں۔'' وہ زور دے کر بولی۔

''میرا بالکل بھی آپ کی بات ماننے کا ارادہ نہیں ہے۔''

صباح نے غصے سے کال کاٹ دی۔ پھر ابا کو اس کا نمبر میسج کر دیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے ابا کو کیا جواب دیا لیکن جب وہ گھر آیا تو اس نے ہادی سے یہی کہا تھا کہ پیچھے بچے اکیلے ہو جائیں گے اور وہ خاموش ہو گیا تھا۔ وہ اس کے ابا کو انکار نہیں کر سکا تھا لیکن اس کا جانے کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس لیے صباح اکیلی ہی گئی تھی۔ یہ اور بات کہ وہ مہندی والے دن ہی وہاں پہنچی تھی۔ سب سے نارملی ہی ملی تھی۔ اتنا عرصہ انہوں نے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا اور صباح نے کوئی شکوہ نہیں کیا تھا۔ البتہ وہاں سب نے خوب شکوے کیے تھے کہ وہ شادی کے بعد ان سب کو بھول گئی تھی اور ''صباح فاروق'' نے ان شکوؤں پر مسکرا مسکرا کر جواب دیئے تھے۔ اماں تو اماں باقی سب بھی حیران تھے اور خوش بھی کہ اس میں اچھی تبدیلی آئی تھی۔ مہندی کے فنکشن سے واپسی کے بعد سب سونے کی بجائے ہال کمرے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ تھکن کے باوجود سب وہاں بیٹھے تھے ہنسی مذاق چل رہا تھا۔ مرد حضرات تو چلے گئے تھے۔ خالص زنانہ محفل تھی۔

''صباح! کوئی خوشخبری وغیرہ؟'' بڑی آپی نے اچانک ہی اس سے پوچھا۔ سب ہی اس کی طرف دیکھنے

لگے۔ جی تو چاہا کہہ دے ایک نہیں دو دو خوشخبریاں ہیں لیکن بس یہی کہہ سکی کہ فی الحال نہیں۔

"کوئی چیک اپ وغیرہ کروایا۔ بعد میں تو بڑے مسئلے ہو جاتے ہیں۔ پیچیدگیاں۔" اب کے بڑی بھابھی بولیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ غناء آپی بول اٹھیں۔

"ابھی کتنا عرصہ ہوا کہ وہ ان باتوں پر پریشان ہو۔ آپ لوگ بھی اس طرح کے سوالات سے اسے پریشان نہ کریں۔" غناء کے انداز میں ناگواری در آئی تھی۔

"لو جی میں نے ایسی کون سی بات کر ڈالی۔" بھابھی نے غناء کو دیکھتے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"ابھی اس کی شادی کو اتنا زیادہ عرصہ نہیں ہوا اس لیے ان باتوں پہ پریشان ہونے کی اسے ضرورت نہیں۔" غناء نے اپنی بات دہرائی۔ صباح نے غناء آپی کا ہاتھ دبایا۔

"یہ کوئی بحث کرنے والا موضوع نہیں ہے۔ کوئی اور بات کرتے ہیں۔" بڑی آپی نے بھابھی کے کھلتے منہ کو دیکھ کر پہلے ہی بند باندھا۔ بھابھی بہت کچھ کہنے کی خواہش کو دل میں دبا گئیں۔ صباح نے محبت بھری نظر بہنوں پر ڈالی۔ غناء نے محبت سے اسے ساتھ لگایا۔

"تھینک یو آپی۔ بڑی بھابھی سے بچانے کے لیے۔" اس نے سرگوشی کی۔ پھر دونوں بہنیں ہنس دیں۔

حالانکہ وہ صرف چار دنوں کے لیے آئی تھی لیکن اس دوران بھی وہ ہر ایک دو گھنٹے کے بعد گھر فون کر کے بچوں سے بات کیا کرتی تھی۔ وہ جب موبائل اٹھائے ایک طرف جاتی تو سب شرارتی نظروں سے اسے دیکھتے کیونکہ اس نے ہی کہا تھا کہ وہ ہادی سے بات کرنے جاتی ہے اور باقی سب نے خود ہی سوچ لیا تھا کہ دونوں میں اتنی محبت تھی کہ ایک دوسرے سے دوری برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ پھر شادی کے بعد پہلی بار تو وہ اتنی دور آئی تھی۔ اس کی اماں، بہنیں تو اس محبت کو دیکھ کر مطمئن تھیں جبکہ بھابھیوں خصوصاً بڑی بھابھی جو اسے سخت ناپسند کرتی تھیں انہیں یہ محبت کے "مظاہرے" ایک آنکھ نہیں بھا رہے تھے۔

ہادی کے نہ آنے کا شکوہ اپنی جگہ کہ وہ آنے سے پہلے ابا سے نجانے کن الفاظ میں معذرت کر چکا تھا اور ابا نے ذرا بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا البتہ اماں کے دل میں اس بات کی ناراضگی تھی لیکن بار بار صباح کی کالز کو دیکھ کر وہ شکوہ جاتا رہا۔ حالانکہ وہ شاکرہ یا نصیبو کو ہی کال کرتی تھی مگر اماں کو یہی کہا تھا کہ ہادی سے بات کرتی

ہے۔اس کے بار بار کال کرنے پر بھی کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا کیونکہ وہ پانچ چھ منٹ تک واپس آجاتی تھی۔ بڑی آپی اور غناء آپی شرارت بھری نظروں سے دیکھتی تھیں اور وہ اپنی بہنوں کی خوش فہمیوں کو دیکھ کر ہنس دیتی۔

⚝......⚝......⚝

”میں کل جا رہی ہوں۔“

ولیمہ ہو چکا تھا۔وہ بہنیں اپنے مخصوص کمرے میں تھیں۔دونوں بھابھیاں بھی بچوں کو سلا کر وہیں آ گئی تھیں۔صباح نے اپنے جانے کی اطلاع دی تھی۔

”کیا؟ لیکن اتنی جلدی......“اس کی ساری بہنیں بول اٹھیں۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے صباح۔ایک تو اتنے عرصے بعد آئی ہو۔پھر جانے کی بھی جلدی مچا رہی ہو۔تینوں بہنیں اکٹھے پرسوں ہی جائیں گی۔“بڑی آپی نے اپنا فیصلہ سنایا۔

”لیکن آپی میری سٹڈی۔بتایا تھا نا ماسٹرز میں ایڈمیشن لے چکی ہوں۔اب فائنل قریب ہے۔“اس نے جھوٹ بولا۔

”اچھا ایک دو دن سے کچھ نہیں ہوتا۔“اس سے چھوٹی وردہ فوراً بولی اور غناء آپی وارننگ دیتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔صباح کو ہنسی آ گئی۔

”اچھا ٹھیک ہے۔پرسوں۔“

”مجھے پتہ ہے تمہیں جانے کی کیوں جلدی ہے۔اب ذرا اسے بھی انتظار کرنے دو۔“غناء آپی کے کہنے پر اس کا چہرہ سرخ ہوا۔سب ہنسنے لگ گئیں۔

”مجھے بتاؤ، کہیں ہادی نے تو حکم نہیں دیا کہ فوراً واپس آؤ اور تم فرمانبردار بنی اس کے حکم کی تعمیل میں لگ گئی۔“غناء آپی نے رعب سے پوچھا۔

”نہیں آپی ایسی بات نہیں ہے۔“وہ ہنسی۔”ویسے بھی ہادی نے کبھی مجھ پر حکم نہیں چلایا۔“اس نے شرارت سے بڑی آپی کو دیکھا۔کیونکہ وہ اکثر رہنے کا سوچ کے آتیں پیچھے سے شوہر کا فرمان آ جاتا کہ رات رکنے کی

ضرورت نہیں ہے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی واپس لوٹ جاتیں۔

”ہاں بھئی، یہ تو ماننے کی بات ہے کہ صباح بہت خوش قسمت ہے۔ ساس نند کوسوں دور۔ اور شوہر بھی اتنا محبت کرنے والا۔“ بڑی بھابھی بظاہر تو تعریف کر رہی تھیں لیکن صباح کو وہ طنز ہی لگا۔

”ویسے بھابھی! آج تو آپ بتا ہی دیں کہ ساس نندوں کے بغیر والی لڑکیاں آپ کو اتنی خوش قسمت کیوں لگتی ہیں۔“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ بڑی بھابھی کی مسکراہٹ غائب ہوئی جبکہ باقی سب نارمل تھے۔

”میں بچپن سے آپ سے یہ سنتی آ رہی ہوں۔ حالانکہ آپ پر تو کبھی ساس نندوں والے کوئی ظلم ہوئے بھی نہیں۔“ صباح کی بدقسمتی کہ اسی وقت کمرے میں اماں داخل ہوئی تھیں۔ صباح کی پشت تھی تو وہ دیکھ نہیں پائی تھی۔

”صباح! ہمیشہ بدتمیزی کرتی ہو تم۔“ بڑی بھابھی کوئی جواب تو کیا دیتیں الٹا اسی پر چڑھ دوڑیں۔ صباح کا منہ کھلا وہ تو مذاق کر رہی تھی۔ باقی سب بھی حیرت سے ان کو دیکھنے لگے۔

”بھابھی! میں تو بس مذاق کر رہی تھی۔“

”ہاں مجھے پتہ ہے تمہارے مذاقوں کا۔ پھر میری بے عزتی کرنی ہوگی نا۔ ابھی تک چیک اپ والی بات پر تمہارے دل سے غصہ نہیں گیا۔“ سب نے حیرت سے بھابھی کو دیکھا۔ اس کی کوئی اور بہن ہوتی تو بھابھی کو صفائیاں دے کر ان کا موڈ ٹھیک کرتی لیکن وہ صباح تھی۔ ایسے تو پھر ایسے سہی۔

”نہیں بھابھی! آپ ساس نندوں کے بغیر والی لڑکیوں کو جتنا بھی خوش قسمت سمجھ لیں۔ آپ نے اس لسٹ میں کبھی نہیں آنا۔ اب آپ کے لیے ہم بہنیں مرے ہوؤں میں شامل نہیں ہو سکتی ہیں۔ آپ کی ایک عدد ساس اور چار نندیں انشاء اللہ آپ کی زندگی کی آخری سانس تک آپ کے ساتھ رہیں گی۔“ بھابھی کے بات گھمانے کے باوجود بھی صباح نے انہیں پکڑ کر باور کرا دیا۔ غناء اور وردہ ہنسی کو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں جبکہ بڑی آپی اور شاہدہ بھابی زور سے ہنسنے لگیں۔ اتنے میں اماں بھی ان کے ساتھ آ بیٹھیں اور بڑی بھابھی انتہائی غصہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”تم ہمیشہ ہی بدتمیز رہنا۔“

صباح پر ذرا جوان کی ناراضگی کا اثر ہوا ہو۔

"صباح! کیوں بھابھی کو ناراض کر دیا۔ چلو منا لو۔" اماں نے غناء کے ساتھ بیٹھتے صباح کو اشارہ کیا۔

"بھابھی! میں مذاق کر رہی تھی، آپ برا مان گئیں۔ بیٹھیں باتیں کر رہے ہیں سب۔ بہت مزہ آ رہا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بھابھی سے مخاطب ہوئی۔

"رہنے دو بی بی۔ تمہاری مذاقیں۔ ذرا جو بڑے چھوٹے کا لحاظ ہو۔ تمہیں ہمیشہ ہی مجھ سے اور میرے بچوں سے مسئلے رہے ہیں۔ کبھی کوئی موقع نہیں چھوڑا تم نے۔" وہ غصہ میں بولتیں کمرہ چھوڑ گئیں جبکہ سب ہکا بکا رہ گئے۔ اچھا خاصا ہنستا مسکراتا ہوا ماحول تناؤ والا ہو گیا تھا۔

"صباح! تم کیوں ایسا کرتی ہو؟" اماں نے تاسف سے بیٹی کو دیکھا۔

"میں نے کیا کیا اماں......" وہ حیران رہ گئی۔

"تم نے یہ بات چھیڑی ہی کیوں تھی۔"

"تو آپ کی بہو بھی کوئی موقع چھوڑتی ہے۔ بچپن سے ان کی یہی حسرتیں سنتی آ رہی ہوں۔ ساس نندوں کے بغیر والی لڑکیاں بڑی خوش نصیب ہیں۔ حالانکہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ ساس نندوں سے متنفر نہ ہوں آپ نے اپنا اور ہم بہنوں کا کوئی کام ان سے نہیں کرایا۔ جب بڑی آپی آتیں تو میں اور غناء آپی ان کی خاطر مدارات کرتے کہ بھابھی نند کے آنے کو بوجھ نہ سمجھیں۔ اور اکثر تو وہ اسی دن اپنے میکے چلی جاتیں۔ غناء آپی کی شادی کے بعد میں اور ورده کرتے۔ اور ابھی بھی مجھے یقین ہے کہ آپیوں کے آنے پر ورده ہی سب کرتی ہوگی۔ آپ کی بہوؤں پر تو آپ کی بیٹیاں کبھی بوجھ بنی ہی نہیں ہیں تو ان کی یہ حسرتیں......اور ہر محفل میں ان کا اظہار کیا معنی رکھتا ہے۔ اور تو اور اپنا اور ابا کا ناشتہ تک آپ خود بناتی ہیں۔ ان کا دل چاہتا ہے تو وہ آپ کے لیے کچھ کرتی ہیں ورنہ نہیں۔ اس سب کے باوجود بھی وہ یہ چاہیں کہ ساس نندیں نہ رہیں تو۔" وہ ناگواری سے بولتی چپ کر گئی۔

"اس کے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا جو تم نے نکالا ہے۔" اماں نے بہو پر پردہ ڈالنا چاہا۔ شاہدہ بھابھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں جاؤں۔ نیند آ رہی ہے۔" ان کے جانے کے بعد اماں نے صباح کو صحیح معنوں میں گھورا۔

"تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے بڑوں سے اس طرح بات نہیں کرتے۔اور اس کا کہہ رہی ہو کہ ساس نندوں سے بیر رکھتی ہے تم تو اپنے شوہر سے بھی ڈھیروں شکوے رکھتی ہو۔تمہاری اسی عادت کی وجہ سے میں نے تمہارے لیے ایسا سسرال ڈھونڈا۔کیونکہ مجھے معلوم تھا لمبے چوڑے سسرال میں تم رہ نہیں پاؤ گی لیکن وہ صباح ہی کیا جسے دوسروں سے شکایات نہ ہوں۔گھر میں صرف شوہر ہے اور میری بیٹی شادی کے پانچویں دن ہی اس کی شکایت لے کر پہنچ گئی۔ارے مسئلے مسائل ہر گھر میں ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کر کے ہی زندگی کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔لیکن تمہاری عقل میں یہ باتیں سمائیں تب نا......اب شادی کے بعد پہلی بار آئی ہو اور اس میں بھی تم باز نہیں آئیں۔گھر کا سکون خراب کر دیا۔۔کیا ہو جاتا جو ذرا سی برداشت سے کام لے لیتیں۔" اماں نے بے نقط سب سنا ڈالا۔اور صباح، سفید چہرہ لیے سب سنتی رہی۔

"اماں! بڑی بھابھی نے غلط بات کہی تھی۔اور آپ بہو کے لیے بیٹی کو بے عزت کر رہی ہیں۔" بڑی آپی پر تاسف تھیں۔

"بی بی تم لوگ آتی ہو مہمان۔جبکہ میرا ان سے روز کا ساتھ ہے۔تم لوگوں کی غلطیوں پر ان سے تو نہیں باز پرس کر سکتی۔" اماں اسی انداز میں بولیں۔صباح چپ چاپ اپنی جگہ پر جا کر لیٹ گئی اور سر تک چادر تان لی۔

"اماں! آپ صباح کے ساتھ زیادتی کر جاتی ہیں۔" وردہ افسوس سے بولی۔

"لو زیادتی ابھی اسی کے ساتھ ہے۔" اماں بڑبڑا کر رہ گئیں۔ "چلو کافی رات ہو گئی ہے سو جاؤ سب۔" وہ تاکید کرتیں اٹھ گئیں۔اس کی بہنوں نے دکھ سے صباح کی طرف دیکھا جو سر تک ڈھکی ہوئی تھی۔اب وہ اماں سے ناراض تھی مطلب سب سے ناراض تھی اور اگر اسے منانے کی کوشش کی جاتی تو وہ مزید ناراض ہو جاتی۔

"صباح! ہادی کی کون سی شکایت کی تھی اماں سے۔" غناء آپی نے چادر کو تکتے سوال کیا لیکن حسب توقع کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

....

اگلے دن وہ بہنوں کے روکنے کے باوجود بھی نہیں رکی تھی۔اماں نے گلے لگا کر وہی نصیحتیں کی تھیں اور وہ خاموشی سے سنتی رہی تھی۔وہاں تو نہیں البتہ پورا راستہ روتی آئی تھی۔گھر پہنچ کر بچوں سے مل کر وہ اپنے کمرے

میں آ گئی تھی۔ اس نے وقت نہیں دیکھا تھا کتنے بجے تک پہنچی تھی۔ کمرے میں جا کر روتے روتے جانے کب آنکھ لگی تھی۔

رات کو پیاس کے احساس سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر وہ پانی بھر کر کبھی نہیں رکھتی تھی۔ اس نے بیڈ سے اتر کر پاؤں میں چپل ڈالی۔ سرسری نظر سامنے دیوار پر لگی گھڑی پہ ڈالی۔ پونے تین بج رہے تھے۔ وہ دوپٹہ کندھے پر ڈالتی کچن میں آ گئی۔ رات کا وقت تھا۔ ہر جانب خاموشی تھی۔ فریج سے بوتل نکال کر کاؤنٹر پر رکھے گلاس میں پانی انڈیلنے لگی۔ آدھے سے زیادہ گلاس پانی سے بھر گیا تھا۔ اس نے بوتل کو سیدھا کر کے ڈھکن بند کر دیا۔ پھر ساتھ رکھی چیئر پر ٹک کر گھونٹ گھونٹ پانی اندر اتارتی رہی۔ نیند سے اٹھنے کے باوجود بھی ذہنی طور پر وہ الجھی ہوئی تھی۔ جیسے نیند میں بھی دماغ تانے بانے بنتا رہا تھا۔

اماں کی باتیں، پھر بھابھی کی باتیں۔ کبھی کوئی بات آ رہی تھی کبھی کوئی۔ پھر بچوں کا خیال آیا۔ صبح بھی ٹھیک طرح نہیں ملی۔ حالانکہ اتنا خوش تھے مجھے دیکھ کر۔ اسے افسوس ہوا۔ ابھی دیکھ لیتی ہوں ویسے بھی اس وقت تو سو رہے ہوں گے۔ اس نے خالی گلاس کاؤنٹر پر رکھا اور گہری سانس لے کر دماغ کو فری کرنا چاہا۔ تبھی اسے کسی کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ چونکی۔ عجیب شور سا تھا۔ آوازیں بہت بلند نہیں تھیں لیکن رات کے سناٹے کی وجہ سے اب سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کچن سے اٹھ کر باہر آ گئی اور غور کر کے شور کا تعاقب کرنا چاہا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ الجھتے ہوئے آگے بڑھی۔ آوازیں ختم ہو گئی تھیں۔

وہ الجھی الجھی بچوں کے کمرے میں جانے لگی کہ اچانک ہادی کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ لڑکھڑاتے ہوئے عاصمہ نکلی تھی اور پیچھے لال انگارہ آنکھیں لیے ہادی۔ جیسے آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ صباح کے منہ سے چیخ نکلی۔ اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ عاصمہ نے روتے ہوئے صباح کو دیکھا جو بت بنی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ روتے ہوئے بھاگ کر بچوں کے کمرے میں چلی گئی۔ ہادی نے بت بنی صباح پر نگاہ غلط ڈال کر ٹھاہ کر کے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔ ٹھاہ کی آواز سے وہ چونک کر واپس حال میں لوٹی۔ خالی خالی نظروں سے بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ اسے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا تھا جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس کا کیا مطلب تھا۔ نجانے کتنی ساعتیں یوں ہی گزری تھیں۔ پھر بچوں کا خیال آتے ہی وہ آہستہ سے وہاں سے ہٹ کر بچوں کے کمرے میں

آئی۔

عاصمہ سامنے اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھی روتی ہوئی نظر آئی۔ اس کا کمرہ بچوں کے کمرے سے ملحق تھا۔ اس نے اپنے کمرے کا درمیانی دروازہ بند نہیں کیا تھا تو اس کے رونے کی آواز یہاں بھی آ رہی تھی۔ صباح دروازے کے آگے رک کر سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اچانک عاصمہ نے سر اٹھایا۔ صباح اس کے دیکھنے پر تنفر سے سر جھٹک کر احد کے بیڈ کی جانب آئی۔ اب عاصمہ کی آواز بند ہو گئی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ اس کے پیچھے تھی۔

''صباح میم! ہادی سر نے مجھے خود بلایا تھا۔''

''شٹ اپ۔'' صباح جھٹکے سے مڑی اور سلگتی نگاہوں سے اسے گھورا ''خبردار۔ خبردار۔ اگر مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ میں بہت اچھی طرح سے جان چکی ہوں تم کس قسم کی عورت ہو۔ صبح کا سویرا ہونے سے پہلے ہی اس گھر سے دفع ہو جانا۔'' وہ دبی ہوئی آواز میں غرائی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں......''

''بکواس بند کرو اپنی۔ میں جیسے جانتی نہیں کہ تم اس گھر میں کیوں آئی تھی۔ اور پھر ہادی نے بلایا بھی تھا تو رات کے اس پہر کون سی شریف عورت کسی دوسرے مرد کے کمرے میں جاتی ہے۔ جب اس کے بلانے پر چلی گئی تھی تو پھر روتے ہوئے کیوں نکلی تھی۔ ایسی معصوم تو ہو نہیں کہ رات کے اس پہر بلانے کا مقصد نہ جانتی ہو۔''

صباح کے منہ سے انگارے برس رہے تھے۔ عاصمہ اس قدر صاف باتوں پر شرمندگی سے کچھ بول ہی نہ پائی۔ پھر اپنی مظلومیت کے ڈرامے کو بیکار جاتے دیکھ کر چہرہ صاف کرنے لگی۔ صباح احد کو جھک کر اٹھانے لگی اور کندھے پر ڈال کر سیدھی ہوئی۔ عاصمہ شرمندہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ پھر احد کو اٹھا کر وہ اپنے کمرے میں لے آئی۔ اسے بیڈ پر سلا کر دوبارہ وہاں جا کر نورِعین کو بھی اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔ اسے عاصمہ پر ذرا بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔ وہ اپنی ناکامی کے بدلے کے لیے بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ جب وہ نورِعین کو لے کر آ رہی تھی تو عاصمہ لپک کر اس کے پیچھے آئی۔

''پلیز میم! مجھے معاف کر دیں۔''

صباح کو حیرت ہوئی۔

’’ذرا سی بھی شرم باقی ہے تم میں۔‘‘

عاصمہ اس کے تیور دیکھ کر پیچھے ہٹی۔ صباح اسے گھورتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی۔ دونوں بچے اس کے پہلو میں بے خبر سو رہے تھے۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سوچوں میں گم تھی۔ نیند کا آنا تو ناممکن تھا۔ پچھلے دو دن سے یہ حال تھا کہ چند لمحوں کو بھی ذہنی سکون نصیب نہیں ہوا تھا۔ وہ اندر تک تھک چکی تھی۔ آخر کیوں تھی اس کی ایسی زندگی۔ اس نے دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ بے بسی سے آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں لیکن اب کی بار اس نے غصہ سے اپنی نم آنکھوں پر اپنی پوروں کو دبایا۔

’’کیوں رو رہی ہوں میں۔ کیوں...... کیا اس سے سب مسئلے حل ہو جائیں گے۔ رونے سے بس دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے مسئلوں کا حل نہیں نکلتا۔ اور میرا بوجھ رونے سے بھی کم نہیں ہو رہا۔ تو میں کیوں روؤں۔‘‘ وہ خود سے بولے جا رہی تھی۔ ’’اور میرے مسئلوں کا حل۔ میں نہیں جانتی کون سا حل بہتر ہو گا لیکن میں کسی کے لیے بھی نہیں روؤں گی۔‘‘

صبح ہونے کے بعد صباح عاصمہ کو رخصت کر آئی تھی۔ جب ہادی ناشتہ کرنے آیا وہ ٹیبل لگا رہی تھی۔ صباح نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سرخ آنکھیں، بھنچے لب، چہرے پر ناقابل فہم تاثرات۔ بے حد سنجیدہ چہرہ۔ صباح نے اپنی کرسی کھینچی اور بیٹھ گئی۔ وہ جانتی تھی رات والے واقعے میں ہادی کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ وہ شہرین کے عشق میں اپنے بیوی کو نظر بھر کر نہیں دیکھتا تھا۔ ایسے میں وہ یقین کر لیتی کہ وہ عاصمہ سے تعلق بناتا۔ ایک بھونڈا مذاق ہی ہو سکتا تھا یہ۔ لیکن پھر بھی وہ اندر ہی اندر اس کی وضاحت کی منتظر تھی۔ وضاحت نہیں۔ کچھ بھی۔ وہ بولتا تو سہی لیکن صباح کو اس نے ایسے نظر انداز کیا ہوا تھا جیسے وہ نہیں تھی۔ جو بھی تھا وہ اس کی بیوی تھی ایسے واقعے پر اپنی بیوی کو اعتماد میں لیتا لیکن اس نے صباح کو اس قابل نہیں سمجھا تھا وہ اعتماد کرتی یا نہیں اس کی بلا سے۔ ڈائننگ ٹیبل پر پہلے بھی خاموشی ہوتی تھی۔ لیکن آج کی خاموشی صباح کو بہت چبھ رہی تھی۔ وہ ہادی کے بولنے کی منتظر تھی۔

’’بچوں کے لیے نئی آیا کا ایڈ دے دوں گا آج لیکن انٹرویو آپ لے لیں گی؟‘‘ بالآخر خاموشی ٹوٹی تھی۔

’’اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بچے خود سنبھال سکتی ہوں۔‘‘

''آر یو شیور؟''

''جی۔'' وہ کھانے سے ہاتھ روکے ہادی کو دیکھنے لگی۔ ''کیا آپ رات کے معاملے پر مجھے کچھ بتانا چاہتے ہیں؟'' اس نے خود ہی پوچھ لیا۔

''نہیں۔'' وہ سرد لہجے میں بولا۔

''کیوں؟'' وہ تلخ ہوئی۔

''کیونکہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔''

''کیوں ضرورت محسوس نہیں ہوئی آپ کو؟''

ہادی نے نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑیں۔

''کیونکہ میں آپ کے آگے جواب دہ نہیں ہوں۔''

''میں آپ کی بیوی ہوں۔''

''تو......؟''

''تو......'' صباح نے حیرت سے اس کا کہا لفظ دہرایا۔ ''تو یہ کہ آپ میرے آگے جواب دہ ہیں کہ رات کے تین بجے وہ عورت آپ کے کمرے میں کیا کر رہی تھی؟''

صباح نے دونوں کہنیاں میز پر ٹکائیں۔ ہادی نے سنجیدہ نگاہیں اس پر ٹکائیں۔ وہ جیسے غصہ ضبط کرتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میرے لیے اب دنیا کی کسی عورت میں کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ باقی آپ اس گھر سے جانا چاہتی ہیں تو جا سکتی ہیں۔'' کسی نے جیسے ٹھنڈا یخ پانی صباح پر انڈیل دیا تھا۔ وہ برف بنی اسے دیکھتی رہی۔ ہادی ناشتہ کر چکا تھا۔ وہ نیپکن سے منہ پونچھتا کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تبھی نصیبو روتی ہوئی نورِعین کو اٹھائے وہاں آئی۔ ہادی نے روتی ہوئی بیٹی کو اس سے لے کر چوما جبکہ نورِعین اپنے دونوں بازو بلند کیے روتے ہوئے صباح کے پاس جانے کے لیے مچل رہی تھی۔ ہادی نے اسے نصیبو کو پکڑایا اور چلا گیا۔

....

ہادی رات گئے آفس سے لوٹا تھا۔ بچوں کو دیکھنے کے لیے وہ ان کے کمرے میں گیا۔ کمرہ خالی تھا۔ بچے یقیناً صباح کے کمرے میں تھے۔ وہ گہری سانس لیتے ہوئے پلٹا۔ پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ فریش ہونے کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹا لیکن دل بار بار بچوں کو دیکھنے کے لیے ہمک رہا تھا۔ کمفرٹر ہٹاتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ رات کے اس پہر بچے تو یقیناً سو چکے ہوں گے اور وہ صباح سے سامنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ دھیمے قدموں سے چلتا صباح کے کمرے کے آگے کھڑا تھا۔ اندر لائٹ جل رہی تھی۔ کہیں جاگ نہ رہی ہو۔ ہادی نے اندر جانے کا ارادہ ترک کیا لیکن پھر کچھ سوچ کر دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ اس نے ہولے سے دروازے کو دھکیلا۔ بیڈ کے بیچوں بیچ صباح سو رہی تھی اور اس کے اوپر نورِعین سوئی تھی۔ دائیں جانب احد سویا تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ نورِعین اس کے اوپر کیوں سوئی ہوئی تھی۔ وہاں سے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ صباح کی آنکھیں بند تھیں یا کھلی ہوئی تھیں۔

وہ آہستگی سے چلتا بیڈ کے قریب آیا۔ وہ تینوں سو رہے تھے۔ صباح کا ایک بازو واحد کے سر کے نیچے تھا اور دوسرا نورِعین کے گرد۔ ہادی کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ یہ ایک مکمل اور بھرپور منظر تھا۔ شاید نورِعین کو سلاتے صباح کو بھی نیند آ گئی تھی ورنہ اسے دوسری جانب لٹاتی۔ وہ اپنے بچوں کی صباح سے اٹیچ منٹ جانتا تھا۔ اور نورِعین تو پھر بہت تنگ کرنے والی بچی تھی اس کا مظاہرہ وہ صباح کے پیپروں میں دیکھ چکا تھا۔ اب بھی یقیناً وہ ایسے ہی سونے کی ضد کر رہی ہو گی اور صباح کب اسے ٹالتی تھی۔

وہ مسکراتے ہوئے انہیں دیکھتا بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھا۔ نورعین سے ہوتی اس کی نظر صباح پر ٹک گئی۔ سوتے میں بھی اس کے ہونٹ مسکرا رہے تھے لیکن اس مسکراہٹ میں ایک حزن تھا۔ ہادی کی مسکراہٹ سمٹی۔ اب تک ہادی اسے کچھ نہیں دے پایا تھا لیکن وہ اس کے بچوں کا جس طرح خیال رکھتی تھی وہ حیران رہ جاتا تھا۔ اسے بار بار شاکرہ کی وہ بات یاد آتی تھی کہ بیگم صاحبہ کو بچے پسند نہیں ہیں اس لیے بچوں کو اس سے دور رکھا جائے۔ لیکن گزرتے وقت نے اس بات کو غلط ثابت کیا تھا۔ وہ بچوں کے معاملے میں کتنی پروٹیکٹو تھی یہ اس کے میکے جانے کے بعد پتہ چلا تھا۔ ہر چند گھنٹوں کے بعد کال کر کے بچوں کا پتہ کرتی۔

وہ تینوں ایک ساتھ سوئے ایک خوبصورت فیملی لگ رہے تھے۔ جہاں ہادی شامل نہ بھی ہوتا تو شاید کوئی

فرق نہ پڑتا۔اسے اعتراف تھااس کے بچے اس سے اٹیچ نہیں تھے۔اگر صباح نہ ہوتی تو وہ ان کے لیے نئی آیا کا انتظام کرتا۔وہ خود ان کے ساتھ دن رات نہیں گزار سکتا تھا۔نجانے کتنی دیر وہاں بیٹھا وہ صباح کو دیکھتا رہا۔اسے جب احساس ہوا تو آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

⊛......⊛......⊛

آج وہ آفس سے جلدی لوٹ آیا۔آج نورِعین کی سالگرہ تھی اور شہرین کی پہلی برسی۔ہادی کا دل اداس تھا۔گھر آیا تو وہاں رونق کا احساس ہوا۔کچن سے ہنسنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔وہ کوٹ اور بیگ ایک جانب رکھتا ہوا کچن میں آگیا۔ایک طائرانہ نگاہ کچن پر دوڑائی۔صباح ہنستے ہوئے نصیبو سے بات کر رہی تھی۔احد اور نورعین کچن میں رکھی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے اور ان کا خیال کرنے کے لیے نصیبو اور شاکرہ قریبی کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔

ٹیبل پر بچوں کے ساتھ ایک بڑی پلیٹ میں فروٹس رکھے تھے۔احد مزے سے کھا رہا تھا جبکہ نورِعین کھا کم اور کھیل زیادہ رہی تھی۔صباح کاؤنٹر کے ساتھ کھڑی کوئی کام کر رہی تھی۔ہادی نے اونچی آواز میں سلام کیا۔صباح کی ہنسی رک گئی۔اس نے مڑ کر ہادی کو دیکھا اور ہولے سے اس کے سلام کا جواب دیا۔نصیبو اور شاکرہ اسے دیکھتے کھڑی ہوگئیں۔

”کیا ہو رہا ہے؟“اس نے سنجیدگی سے پوچھا اور بچوں کی جانب بڑھا۔صباح کو پتہ تھا سوال اس سے نہیں پوچھا گیا تھا سو وہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔

”وہ آج نورِعین کی سالگرہ ہے تو بیگم صاحبہ ان کے لیے کیک بنا رہی ہیں۔“نصیبو نے دانت دکھاتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ۔“بچوں کے سر کو چومتا وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔نصیبو اور شاکرہ اس کی سنجیدہ صورت کو دیکھ کر خائف ہو گئیں۔

”آج شہرین بی بی کی برسی بھی ہے۔“نصیبو نے نجانے کیوں یہ بات یاد دلائی تھی۔صباح نے چونک کر ہادی کو دیکھا۔جس کے چہرے پر یہ بات سن کر ایک تکلیف دہ تاثر ابھرا تھا لیکن خاموش رہا تھا۔آج ان کی شادی

کی بھی پہلی سالگرہ تھی لیکن یہ بات یقیناً اسے یاد نہیں ہوگی۔اور یاد ہوئی تو بھی ایک تکلیف دہ یاد۔صباح کو اس لمحے سانس رک کر آیا تھا۔نصیبو اور شاکرہ کو احساس ہوا انہیں یہاں سے جانا چاہئے۔وہ دونوں چپ چاپ چلی گئیں۔چند لمحوں کے لیے کچن میں خاموشی چھا گئی۔پھر بچوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ہادی بچوں سے باتیں کر رہا تھا اور وہ اپنا کام کرتی گئی۔اس دن کے بعد سے صباح کو اس کا سامنا کرتے ہوئے شرم آتی تھی۔وہ اسے یہاں سے جانے کا کہہ چکا تھا اور صباح اسے کہہ چکی تھی جب وہ کہے گا وہ چلی جائے گی لیکن اب تک وہیں تھی۔ساری انا اور غیرت کا جنازہ نکل چکا تھا۔

پہلے وہ جو تن کر چلتی تھی اب ہادی کو دیکھ کر سر جھکائے ایک طرف ہو جاتی تھی۔کیا سوچتا ہوگا اتنی بے عزتی کے بعد بھی نہیں گئی ویسے تو بڑی غیرت دکھاتے ہوئے کہا تھا جب کہیں گے چلی جاؤں گی لیکن صباح جانتی تھی وہ نہیں جاسکتی تھی۔صباح کیک کا آمیزہ تیار کر کے اوون میں رکھنے لگی۔

''مما! مجھے ایپل کاٹ دیں۔'' نورِعین توتلی آواز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اچھا میری جان۔'' وہ ٹوکری میں رکھے سیب کو اٹھا کر اسے کاٹنے لگی۔ہادی نے اسے دیکھا۔اس کے چہرے پر وہی حزن پھیلا تھا۔وہ مسکرا رہی تھی لیکن وہ مسکراہٹ آنکھوں تک نہیں جا پا رہی تھی۔ہادی کو پہلی بار اس پر ترس آیا۔کیسی مشکل زندگی گزار رہی تھی وہ۔شادی شدہ ہوتے ہوئے شوہر کی محبت سے محروم تھی۔ان کی شادی میں ایک بھی خوشگوار یاد نہیں تھی۔ہادی کو یاد تھا کہ آج ان کی شادی کی سالگرہ تھی لیکن وہ اسے وش نہیں کر پایا تھا کیونکہ آج اس کی زندگی کا ایک تکلیف دہ دن تھا۔آج سے ایک سال پہلے شہرین اسے چھوڑ گئی تھی۔وہ شہرین کا غم منا رہا تھا اسے کیسے وش کرتا۔اور وہ کیسے حوصلے سے اپنی شادی کی سالگرہ بھلائے صرف نورِعین کی خوشی منانے کی تیاری کر رہی تھی۔

نورِعین کے آگے پلیٹ رکھ کر وہ پھر سے کاؤنٹر کے آگے کھڑی شاید کسی نئی ڈش کی تیاری کر رہی تھی۔ہادی احد کے سوالوں کے جواب سوچ رہا تھا۔

''بابا یہ چاند ایک کیوں ہوتا ہے۔اور سورج بھی ایک؟'' کڑے انداز میں ایسے پوچھ رہا تھا جیسے یہ ہادی کی سازش ہو۔

''میرے خیال سے دونوں خوبصورت ہیں شاید اس لیے۔'' ہادی کے جواب پر صباح کی ہنسی نکل گئی۔ ہادی نے صباح کو دیکھا جو ہنستے ہوئے رخ پھیر گئی تھی۔ احد کے سوال اور ہادی کے بے تکے جواب۔ صباح رخ موڑے ہی رہی۔ پہلی بار وہ اتنی دیر بچوں کے پاس بیٹھا تھا اور اسے احساس ہو رہا تھا کہ اب تک وہ کیسی خوشی سے خود کو محروم رکھتا رہا۔ پھر نظر بھر کر صباح کو دیکھا۔ کس قدر حسین تھی وہ۔ اگر کوئی ہادی سے حسن کی تعریف پوچھتا تو وہ بلاجھجک صباح کا نام لے اٹھتا۔ ایک مکمل حسن تھی وہ۔ خوبصورت مزاج و عادات کی مالک تھی۔ ہادی نے اپنے علاوہ کسی کے ساتھ اس کا رویہ برا نہیں دیکھا تھا۔ اور اپنے ساتھ برے رویے کی وجہ بھی تو معلوم تھی۔ حیرت انگیز طور پر وہ اس کے آئیڈیل کے قریب تھی۔ وہ اسے پسند کرتا تھا لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جو پسند ہو اس سے محبت بھی ہو۔ ایک مکمل لڑکی ہوتے ہوئے بھی وہ ادھوری زندگی جی رہی تھی۔ ہادی کو بے اختیار اس پر ترس آیا اور بے ساختہ اسے پکار بیٹھا۔

''صباح! ادھر بیٹھ کر کام کرلیں۔ کب سے کھڑے ہو کر کام کر رہی ہیں۔ تھک جائیں گی۔''

صباح نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر بنا کچھ کہے وہ سبزیوں کا باؤل لیے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

''کیا بنا رہی ہیں؟'' ہادی نے پھر سوال داغا۔

''میکرونی۔'' وہ سر جھکائے گاجر کاٹ رہی تھی۔

''آئی ایم سوری صباح۔'' ہادی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے انگوٹھے سے اس کے ہاتھ کو نرمی سے رگڑا۔ صباح نے جھٹکے سے سر اٹھا کر ہادی کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کو۔ اس کے چہرے پر اس قدر تکلیف دہ تاثرات آئے تھے کہ ہادی نے گھبرا کر اس کا ہاتھ چھوڑا۔ صباح نے نچلے لب کو دانتوں تلے دبایا اور آنکھیں جھکا کر ان میں آئی نمی چھپانے کی کوشش کی۔

''سوری صباح! آپ کو میرا ہاتھ پکڑنا برا لگا۔''

وہ خاموش رہی۔ پلکیں جھپکا کر آنکھوں کی نمی کو پیچھے دھکیلا۔

''آج کا دن میرے لیے جہاں تکلیف دہ ہے کیونکہ شہرین.....'' وہ بولتے ہوئے رکا۔ ''لیکن آج ہماری شادی کی سالگرہ ہے۔ شادی کی پہلی سالگرہ مبارک ہو۔''

صباح کا دل چاہا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے لیکن بہت ضبط کر کے بیٹھی رہی۔

''مجھے شہرین کے لیے افسوس ہے۔اللہ آپ کو صبر دے۔''مضبوط لہجے میں بولتی وہ ہادی کو دیکھ رہی تھی۔''اوراس کی مغفرت کرے۔''

پھر اٹھ کر کوکنگ رینج کے پاس چلی گئی۔ہادی دکھ اور افسوس سے اسے دیکھتا رہا۔وہ اب سبزیوں کو ابالنے کے لیے رکھ رہی تھی۔جب شوہر کو اس شادی کی خوشی ہی نہیں تھی وہ مبارکباد وصول کر کے کیا کرتی۔اسے اپنی محبوب بیوی کا غم تھا تو اس نے بھی ہادی سے وہی غم ہی بانٹا تھا۔کچن میں بچوں کا شور تھا اور وہ دونوں اپنے اندر کے شور کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے۔زندگی اتنی ہی مشکل ہوتی ہے یا صباح کو آج کل لگنے لگی تھی وہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی۔

✡......✡......✡

وہ بچوں کے ساتھ لان میں کھیل رہی تھی۔احد کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔اس نے صباح یا نورِعین کو پکڑنا تھا۔ان کی کھلکھلاہٹیں گھر میں گونج رہی تھیں۔

''سرپرائز۔''

صباح نے مڑ کر دیکھا اس کے پیچھے اس کی نند کھڑی تھی۔صباح خوشگواری کے احساس کے ساتھ ان کی جانب بڑھی اور گرم جوشی سے گلے ملی۔

''بہت خوبصورت سرپرائز ہے۔''

پھر اس نے دیکھا، پیچھے اس کی ساس ہادی کا ہاتھ پکڑے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے آ رہی تھیں اور ان کے آگے اس کی نند کے بچے۔وہ نند سے الگ ہوئی اور مسکراتے ہوئے ساس کی جانب بڑھی۔

''خوش آمدید۔''مسکراتے ہوئے وہ ان سے گلے ملی۔اس کی ساس نے کتنی دیر اسے اپنے ساتھ لگائے رکھا۔

''آپ لوگوں نے آنے سے پہلے بتایا نہیں ورنہ میں خود آتی آپ کو ریسیو کرنے۔''ان کا ہاتھ پکڑے وہ محبت سے بولی۔ساس، نند سے بہت سے شکوے تھے لیکن وہ اس کے گھر مہمان تھیں۔اس نے ہر بات ذہن

سے جھٹک دی تھی۔

''مجھے بھی انہوں نے یہاں پہنچ کر فون کیا کہ ڈرائیور کو بھیجو اور یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اپنی اماں کو خود ریسیو کرنے نہ جاتا۔'' ہادی ہنستے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔

''چلیں کوئی بات نہیں۔آپ نے آ کر ہمارا دل خوش کر دیا۔میری شادی کے بعد تو آپ آئیں ہی نہیں۔'' اس کے شکوے پر اس سے پہلے کہ اس کی ساس کوئی جواب دیتیں اس کی نند کے بچے چلا اٹھے۔

''مامی! ہمیں تو ملیں۔''

وہ ہنستے ہوئے بچوں سے ملنے لگی۔

''اگر اس کی ساس کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں اپنی اکلوتی بہو کو کبھی نہ چھوڑ کے جاتی۔کتنا ارمان تھا اپنی بہو کے لاڈ اٹھانے کا۔'' اس کی ساس اس کا ہاتھ پکڑے محبت سے بول رہی تھیں۔

احد اور نورِعین حیرت سے گھر آئے مہمانوں کو دیکھ رہے تھے۔یہ پہلی بار تھا کہ ان کے گھر کوئی آیا تھا۔صباح دونوں بچوں کی حیرت کو دیکھتے ہوئے ہنسی اور جھک کر نورِعین کو اٹھایا۔

''یہ میرا بیٹا احد۔اور یہ میری بیٹی نورِعین۔''

دادی اور پھپھو نے تو بس رسمی سا پیار کیا تھا لیکن بچے ایک دوسرے کے ساتھ جیسے گھل مل گئے تھے۔صباح نے بچوں کے لیے ان کا رویہ محسوس تو کیا تھا لیکن بدستور مسکراتی رہی تھی۔بچے تو پہلی بار گھر میں اتنی رونق دیکھ رہے تھے۔ان کی کھلکھلاہٹیں عروج پر تھیں۔صباح ان کو دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہی تھی اور دل میں افسوس بھی ہو رہا تھا کہ وہ اب تک اس سب سے محروم تھے۔صباح اور ہادی بھی بہت کم بچوں کو باہر لے کر گئے تھے۔یہ سب کا اکٹھا ہونا، ماحول میں رچی محبت۔ان کے چہروں پر پھول کھلا رہی تھی۔آپی کے بچوں کے ساتھ یہاں سے وہاں بھاگتے پھر رہے تھے۔اور اس کی ساس صباح کو نوٹ کر رہی تھیں۔

سفر کی تھکن کی وجہ سے سب جلدی سے سو گئے تھے لیکن احد اور نورِعین سونے کو تیار نہیں تھے۔ان دونوں کا مطالبہ تھا کہ بچوں کو اٹھا کر ان ساتھ کھلایا جائے۔آج صباح کا بہلانا بھی کسی کام نہیں آ رہا تھا۔اس کی ساس تھوڑی سی نیند لے کر صباح کے کمرے میں آ گئی تھیں۔

''دو دو بچوں کو اکیلے سنبھالنا بڑا مشکل کام ہے اوپر سے تم نے تو انہیں بہت ہی لاڈلا بنایا ہوا ہے۔کوئی گورنس رکھ لیتی۔''ان کے انداز میں کسی قدر ناگواری تھی۔صباح نے نظرانداز کیا۔

''نہیں اماں۔پہلے ایک گورنس تھی لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہیں آتے۔اس لیے میں خود سنبھالتی ہوں۔مشکل تو ہوتی ہے لیکن اتنا بھی نہیں۔''وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے بولی۔

''یہ بچوں کا کمرہ ہے۔نہ تو کوئی کاٹ ہے نہ بچوں کا الگ سے بستر۔''اس بات پر وہ بس خاموشی سے مسکرائی کیا کہتی کہ مجھے بچوں کی اور بچوں کو میری عادت ہے۔

''اتنا لاڈوں کے ساتھ سلاتی ہو تو خود کب سوتی ہو تم۔''

''نہیں اتنا تنگ نہیں کرتے۔آج پہلی بار اس طرح سے تنگ کر رہے ہیں۔پہلی بار بچوں کے ساتھ کھیلے ہیں تو اس لیے ابھی بھی سونے کے موڈ میں نہیں ہیں۔''

ادھر احد ناراضگی کے اظہار کے طور پر بیڈ کراؤن کی طرف منہ کیے کھڑا تھا جبکہ نورِعین کو صباح نے کندھے سے لگایا ہوا تھا۔جو ہر دو منٹ بعد اس کے کندھے سے سر اٹھا کر مما مجھے کھیلنا ہے کا نعرہ بلند کر کے نیچے اترنے کی کوشش کرتی اور صباح اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دوبارہ اپنے کندھے پر رکھ کر اسے تھپکنے لگتی۔

''کل کو۔ابھی سونے کا ٹائم ہے۔''

''مما! میں نہیں سوؤں گا۔مجھے نہ اٹھانا۔''پیچھے احد بھی بہن کے بعد اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتا۔وہ بیڈ کراؤن میں منہ چھپائے یوں کھڑا تھا جیسے صباح سے چھپا ہوا ہو اور صباح وہ ان حرکتوں سے زچ ہونے کی بجائے زور سے قہقہہ بلند کرتی۔ان ماں بچوں میں بڑے دلچسپ انداز میں یہ مکالمہ بازی چل رہی تھی۔اس کی ساس کو پتہ نہیں کیوں یہ سب پسند نہیں آیا تھا۔وہ کمرے میں یہاں سے وہاں چکر لگاتی صباح کو دیکھ رہی تھیں۔

''ساڑھے دس بج رہے ہیں۔تم جاؤ اپنے کمرے میں۔بچوں کو میں سلا دیتی ہوں۔''

صباح گڑبڑا گئی۔اپنے کمرے سے مراد ہادی کا کمرہ تھا۔

''انہیں میرے بغیر سونے کی عادت نہیں ہے۔''اس نے ذرا تیزی سے نورِعین کو تھپکیاں دیں۔

''اور ہادی اسے نیند آجاتی ہے تمہارے بغیر؟''

''استغفراللہ۔'' وہ بے ساختہ بڑبڑائی۔لیکن اس کی ساس تک یہ آواز نہیں پہنچی تھی اور وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''میں بچوں کو سلا کے اپنے کمرے میں چلی جاؤں گی۔'' ساس کے تیور دیکھ کر اس کے طوطے چڑیاں اڑتے جا رہے تھے۔ پھر وہ اس کی ساس تھیں وہ بھلا کہہ بھی کیا سکتی تھی۔انہوں نے ہلکے سے سر ہلا دیا اور ساتھ کھڑے احد کو پکڑ کر بائیں جانب تکیے پر لٹایا۔ جو خفگی سے صباح کو دیکھتے ہوئے چہرہ چھپانے لگا۔صباح نے آنکھیں بند کر کے سر کو ہلا کر اسے سونے کا اشارہ کیا اور وہ غصہ سے رخ موڑ گیا تھا۔یہ بھی شکر کہ اس نے دادی کے ہاتھ کو جھٹک کر کچھ کہا نہیں تھا۔بس خاموشی سے تکیے میں منہ چھپا گیا۔صباح نے گہری سانس لی اور ساس کی طرف متوجہ ہوئی جو احد کو اور اسے اشاروں میں گفتگو کرتے دیکھ رہی تھیں۔

''آپ بہت جلدی اٹھ گئیں۔حالانکہ لمبے سفر کے بعد تو نیند بھی ٹوٹ کے آتی ہے۔''

''بس بہو کیا بتاؤں۔بڑھاپا بھی بری چیز ہے۔نیند ہی نہیں آتی۔یہ ذرا سی نیند بھی غنیمت ہے۔'' وہ آہ بھرتے ہوئے بولیں۔

''لیکن آپ اتنی بھی بوڑھی نہیں ہوئیں۔ماشاءاللہ سے ابھی بھی جوان لگتی ہیں۔'' یہ سچ بھی تھا۔وہ کہیں سے بھی اتنی بوڑھی نہیں لگ رہی تھیں جتنا کہہ رہی تھیں۔

''بس جب سے تمہارے سسر گئے ہیں زندگی کو بس گزار رہی ہوں۔''ان کے لہجے میں اداسی در آئی تھی۔

صباح ان تک آئی اور تسلی کے انداز میں ان کے قریب بیٹھ کر ان کے ہاتھ کو پکڑا۔

''دیکھو، یہ سو چکی ہے تو لٹا دو۔''

صباح نے گردن ترچھی کر کے دیکھا نورِعین سو چکی تھی۔ پھر اٹھ کر احتیاط سے اسے دوسری جانب لٹایا۔احد ناراضگی میں ہی سو چکا تھا۔صباح نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما۔پھر اٹھ کر ساس کے پاس آ کر بیٹھی۔کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد انہوں نے اسے اٹھا دیا۔

''جاؤ ہادی انتظار کر رہا ہوگا۔''

اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جو بھی تھا، وہ ساس کو کبھی یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ اس کے اپنے شوہر

سے تعلقات خراب تھے۔ پھر وہ جب آنے لگی تو اس کی ساس اٹھ کر دروازے میں کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہیں۔ وہ جو کسی اور کمرے میں جانے کا ارادہ رکھتی تھی ان کی وجہ سے ہادی کے کمرے تک آ گئی اور دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے ساس کو سمائل پاس کی جواباً انہوں نے بھی مسکراہٹ اچھالی۔ وہ بے بسی کا احساس لیے کمرے میں داخل ہوئی۔

ہادی بیڈ پر نیم دراز تھا۔ ٹانگوں پر لیپ ٹاپ رکھے وہ سکرین کی جانب متوجہ تھا۔ صباح کے داخل ہونے پر چونک کر اسے دیکھا اور لیپ ٹاپ ایک طرف رکھتا سیدھا ہوا۔

''مجبوری تھی بغیر دستک کے آنا۔ کیونکہ آپ کی والدہ محترمہ دیکھ رہی تھیں۔'' وہ اعتماد سے بولتے ہوئے ایک جانب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ہادی نے جیسے سمجھتے ہوئے ہولے سے سر ہلایا۔

''آپ آرام سے اپنا کام کریں۔ میری موجودگی سے کوئی ڈسٹربنس نہیں ہوگی۔ میں کچھ دیر بعد چلی جاؤں گی۔'' وہ ہادی اور شہرین کی ایک تصویر کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ہادی نے بنا کچھ کہے اپنا لیپ ٹاپ اٹھا لیا۔ پھر گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال لیتا۔ جو اس کی اور شہرین کی تصویروں کو ماتھے پر بل ڈالے دیکھ رہی تھی۔ نجانے کیوں ایک ہلکی سی مسکراہٹ ہادی کے لبوں کو چھو گئی۔ پھر کوئی ڈیڑھ گھنٹے تک وہ اسی میں مصروف رہی اور ایک زوردار اف کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جیسے بہت تھک گئی ہو۔ پھر کمرے سے چلی گئی۔ وہ ڈرتے ڈرتے اپنے کمرے تک آئی اگر جو ساسو اماں جاگ رہی ہوئیں تو کلاس لگ جانی تھی لیکن اسے بچوں کو ایک نظر دیکھنا تھا اور اسے پورا یقین تھا اس کی ساس اپنے کمرے کی بجائے اس کے کمرے کو ہی اپنا ٹھکانہ بنانے کا ارادہ کر چکی تھیں۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کمرے میں جھانکا۔ حالانکہ انہیں کم نیند آتی تھی پر شکر کہ وہ سو چکی تھیں لیکن نورِعین بالکل بیڈ کے کنارے پہ تھی۔ کسی بھی وقت گر سکتی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی نورِعین کے پاس گئی۔ اسی وقت نورِعین نے کروٹ لی لیکن اس کے گرنے سے پہلے صباح نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اور خود میں بھینچا۔

''مجھے بھیج کر خود بے خبر سو گئیں۔ ابھی جو نورِعین گر جاتی۔'' اس نے غصہ سے سوچا۔ اب یہ تو ناممکن تھا کہ وہ بچوں کو وہیں چھوڑ جاتی۔ پھر کچھ سوچ کر نورِعین کو اٹھا کر باہر جانے لگی۔ مڑ کر احد کو دیکھا جو آڑھا ترچھا سویا ہوا تھا۔ واپس آ کر تکیے اٹھا کر بیڈ کے کنارے کے ساتھ رکھے۔ یہ احد کو گرنے سے بچانے کی ایک کوشش تھی۔ پھر

نورِعین کو لیے ''اپنے'' کمرے میں آئی۔ ہادی نورِعین کو دیکھ کر حیران ہوا۔ صباح نے جا کر اسے بیڈ پر لٹایا۔

''کیا ہوا؟'' ہادی نے حیرت سے سوال کیا۔

''کچھ نہیں۔'' اسے سلاتی وہ احد کو بھی لے آئی۔ پھر نورِعین ہادی کی طرف تھی اور احد نورِعین کے قریب۔ وہ بیڈ جہازی سائز تھا۔ سو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے اپنا تکیہ دوسری جانب ٹھیک کرنے لگی اور ہادی حیرت سے اس کارروائی کو ملاحظہ کر رہا تھا۔

''بچوں کو یہاں کیوں سلایا ہے؟''

''بچوں کو میرے بغیر سونے کی عادت نہیں ہے۔ دوسرا رات کو ایک دو بار اٹھتے بھی ہیں۔ اور میرے کمرے میں آپ کی اماں اپنا قیام فرما چکی ہیں۔ بچوں کے کمرے میں اس لیے نہیں گئی کہ وہاں میرے سونے کی جگہ نہیں تھی۔ زمین پر سونا پڑتا۔ سو لاسٹ آپشن یہی تھا۔'' وہ چادر کی سلوٹوں کو سیدھا کرتے ہوئے بولی۔ ہادی اس تفصیلی جواب اور اس کے اطمینان کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''یہ شہرین کی جگہ ہے۔'' وہ بیٹھ ہی رہی تھی کہ بے ساختہ ہادی کے منہ سے نکلا۔ صباح کرنٹ کھا کر اس کی جانب مڑی۔ بے یقینی اور دکھ سے اسے دیکھا۔ ہاتھ میں پکڑی چادر کو ایک جانب پھینک دیا اور ضبط کرتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آئی ایم سوری۔'' ہادی اس کے چہرے پر پھیلتے دکھ کو دیکھ کر جیسے ہوش میں آیا تھا اور خود کو ملامت کی۔ وہ ان سنا کیے اوپر رکھے تکیوں کو بیڈ کے کنارے سے ایک آڑ کے طور رکھنے لگی تاکہ احد گر نہ جائے۔

''آئی ایم سوری صباح۔ آپ سو سکتی ہیں اس طرف۔''

وہ ان سنا کیے اپنا کام کرتی رہی پھر اس سے فارغ ہو کر اسی کرسی کی جانب آئی۔ جس پر پہلے بیٹھی تھی۔ بدقسمتی سے اس بیڈ روم میں کوئی صوفہ نہیں تھا کیونکہ شہرین کو بیڈ روم میں صوفہ رکھنا ناپسند تھا۔ ہادی افسوس سے اس کے ضبط سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ واقعی یہی چاہتا تھا کہ وہ اس طرف نہ سوئے لیکن صباح کے چہرے کو دیکھ کر وہ خود کو ملامت کرنے لگا۔ کیا تھا جو ذرا برداشت کر لیتا۔ ہادی لیپ ٹاپ کو ایک طرف رکھتے اٹھ کر صباح کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

”آپ پلیز چل کر سوئیں۔صبح کو پھر جلدی اٹھتی ہیں۔“

صباح نے رخ پھیر لیا۔

”اچھا میری جگہ پر سو جائیں۔“ ہادی نے تلافی کرنا چاہی۔صباح اس کی بات سن کر جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بھکارن سمجھ رکھا ہے مجھے۔جب آپ دینا چاہیں جب نہ دینا چاہیں۔کون ہوں میں۔ہاں، بیوی نہیں سمجھتے کم از کم ایک عورت سمجھ کر ہی عزت کر لیں۔آپ کو میں اتنی گئی گزری لگتی ہوں کہ آپ کہ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ سے رشتہ بنانے کے لیے کوششیں کروں گی۔اور سب سے بڑی بات میں ایسا کیوں چاہوں گی؟ میں پہلے بھی واضح کر چکی ہوں آپ پر مجھے دوسری عورتوں کی طرح سمجھنے کی کوشش بھی نہ کیجئے گا۔کہ جو سیکنڈ ہینڈ شوہروں کو آرام سے قبول کر لیتی ہیں اور پھر ان کی محبت پانے کے لیے جتن بھی کرتی ہیں۔میں صباح فاروق ہوں۔میں مرنا پسند کروں گی لیکن آپ جیسے مرد کے لیے کوششیں کرنا نہیں۔“

ہادی کے چہرے پر جیسے خون سمٹ آیا تھا۔

”میں اس گھر میں آپ کی محبت کے لیے نہیں، اپنی مجبوری کو رہ رہی ہوں۔جس دن وہ مجبوری ختم ہوئی۔ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رہوں گی۔آپ کو اپنی بیوی کا عشق مبارک ہو۔میں اکیلی بھی اپنی ذات میں بہت خوش ہوں۔“ گردن اٹھائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ دبی آواز میں شیرنی کی طرح غرائی تھی۔اس کی مجبوری نے بھی اس کی گردن نہیں جھکائی تھی۔ہادی اس انداز پر کھول کر رہ گیا تھا لیکن مٹھیاں بھینچے چند قدم پیچھے آیا۔

”اور اس کمرے میں اپنی مرضی سے نہیں آپ کی والدہ کی وجہ سے آئی کیونکہ وہ جس طرح یہاں تک آتا دیکھتی رہی ہیں مجھے امید ہے صبح بھی وہ مجھے اسی کمرے سے نکلتا دیکھنا چاہیں گی۔آپ کی والدہ کے احترام میں یہاں آئی ہوں۔آپ کی بیوی سے آپ کے عشق میں خلل ڈالنے نہیں۔“ وہ اپنی بات کر کے بیٹھ گئی۔

ہادی نے شرٹ کے اوپری بٹن کھول دیئے۔اس کی باتوں نے دماغ کو کھولا کر رکھ دیا تھا۔بھلے سچی باتیں تھیں مگر اتنا سچ کون برداشت کرتا ہے۔ایک تو سچ کڑوا اوپر سے انتہائی کڑوے انداز میں بولا جائے۔وہ اپنی

کھولن نکال کر اب سکون سے بیٹھی اسے کھولتا دیکھ رہی تھی۔

''ہادی ارتضیٰ! تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ جو میرا دل نوچتا ہے میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کرتی ہوں کیونکہ معافی مجھے سکون نہیں دیتی۔ ہادی ارتضیٰ، تم بھی تو بے عزتی کرنے کا، ذلیل کرنے کا مزہ چکھو اب۔''

ہادی نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے ایک گلاس پانی کا بھر کر پیا اور گہری سانس لیتا اپنی جگہ پر واپس آ بیٹھا۔ وہ بھول کر بھی اب صباح کی جانب نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ بھول کر بھی نہیں۔ صباح نے مطمئن ہو کر ٹانگیں سمیٹ کر اوپر کر لیں اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موند لیں۔

نیند تو ہادی کی بھی اڑ گئی تھی جو لاکھ کوششوں کے بعد بھی نہ آئی لیکن آنکھوں پر بازو رکھے وہ لیٹا رہا۔ صباح کرسی پر ہی بیٹھی رہی۔ نہ دوسرے کمرے میں گئی تھی نہ ہی بیڈ پر آ کر سوئی تھی۔ اس وقت کمرے میں زیرو بلب کی ہلکی سی روشنی تھی۔ وہ سوچوں کے جہان میں گم تھا جب اسے پہلو میں نورِعین کی ہلچل محسوس ہوئی اور نیند میں ہی منہ بنا کر رونے کی تیاری کی۔ ہادی نے نورِعین کی طرف رخ کیا۔ جواب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور روتے ہوئے ہادی کے پیروں کے ساتھ جا سوئی لیکن نیند میں اس کی بے چینی واضح تھی۔ ہادی کو اس بے چینی کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ کہنی کے بل اونچا ہو کر اسے دیکھتا رہا۔

''کیا ہوا بیٹا۔'' ہلکے سے پچکار کر پوچھا اور وہ جیسے نیند میں اسے بتا ہی دیتی۔ ہادی نے اس کی بسورتی شکل کو دیکھ کر دو تین بار اسے پکارا۔ جواب تو وہ کیا دیتی البتہ پورا پروگرام سیٹ کرتی رونے لگی۔ اس کے رونے کی آواز سن کر صباح اٹھ کر آ گئی۔ کچی نیند سے اٹھنے پر آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ وہ ہادی کی سائیڈ سے آئی اور نورِعین کو اٹھانے لگی۔ ابھی بھی اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں اور دوپٹہ ایک جانب جھول رہا تھا۔ نورِعین کو پچکارتے ہوئے وہ واش روم لے گئی۔ جب باہر آئی تو نورِعین اس کے کندھے پر سو رہی تھی۔ ہادی کے اوپر سے ہی نورِعین کو اس کی جگہ پر سلایا۔ پھر اسی طرح آدھی سوئی جاگی کیفیت میں وہ باہر چلی گئی۔

ہادی اس ساری کاروائی کو خاموشی سے ملاحظہ کرتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھ میں دو فیڈر اٹھائے واپس آئی۔ اب کی بار بھی ہادی کی سائیڈ سے اس نے نورِعین کے منہ میں فیڈر ڈالا۔ وہ نیند کی ہی کیفیت میں ہادی کے

اوپر جھکی ہوئی تھی۔ ہادی سانس روکے اسے تکے جا رہا تھا۔ جو بھول کر بھی اسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اب اسے دیکھتے سانس لینا بھی بھول رہا تھا۔ وہ دائیں ہاتھ سے نورِعین کا فیڈر پکڑے ہوئے تھی۔

''آنکھیں تو پوری کھول لو۔'' اس کی ادھ کھلی آنکھوں کو دیکھ کر ہادی ہولے سے بولا۔

''نہیں پھر نیند اڑ جائے گی۔''

ہادی تو دنگ ہی رہ گیا۔ کرسی پر بھلا اسے نیند کیسے آ گئی تھی اور پھر نیند سے اٹھنے کے بعد دوبارہ بھی ایسی غیر آرام دہ جگہ پر سونے کا ارادہ تھا۔

پھر جب نورِعین نے اپنے دونوں ہاتھوں سے فیڈر خود پکڑا، وہ پیچھے ہو گئی۔ دوسرا فیڈر راحد کے ساتھ رکھتی وہ کرسی پر جا بیٹھی اور سابقہ پوزیشن میں چلی گئی۔ یعنی نیند...... ہادی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور جس کو کبھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا بس حیرت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دوپٹہ حسب سابق ایک جانب تھا اور وہ اب ٹانگوں کو لٹکائے سر کو کرسی کی ہتھی پر رکھے سو رہی تھی۔ اس کی نیند کی حیرت تو ایک طرف۔ ہادی کو اسے ایسے سوئے دیکھ کر ترس آیا اور خود پر غصہ آیا۔ کیا ضرورت تھی اس سر پھری کو ایسی کوئی بات کہنے کی۔ اور جتنا اب تک وہ اسے جان پایا تھا وہ بلا کی ضدی اور انا پرست بندی تھی۔ وہ بے آرام ہو کر سونا گوارا کر سکتی تھی لیکن اپنی بے عزتی نہیں برداشت کر سکتی تھی۔ اور نیند کی کیفیت میں بھی وہ شہرین کی سائیڈ سے بچوں کی طرف نہیں گئی تھی۔

''میں انا پرست بلا کا تھا سو گرا تو اپنے ہی پاؤں میں......'' یہ مصرع تو اس پر فٹ بیٹھتا تھا۔

پھر نورعین نے فیڈر خالی کیا تو کروٹ لے کر خالی فیڈر ایک طرف کرتی پرسکون سو گئی۔ ہادی گہری سانس لیتا سونے کی تیاری کرنے لگا۔ صباح پر آیا غصہ تو یوں ختم ہو چکا تھا جیسے کبھی آیا ہی نہ ہو۔ اور پھر شاید ایک گھنٹہ ہی گزرا ہو گا کہ احد کی مما کی زوردار صدا پر ہادی کی آنکھ کھلی اور اس بار بھی صباح اس کی آواز سن کر جھومتی ہوئی آئی۔

''واش روم جانا ہے؟'' اس نے احد کو دیکھتے پوچھا۔

''جی مما۔''

''آؤ ادھر آؤ۔'' بیڈ سے ذرا دور کھڑے احد کو اپنے پاس بلایا۔ وہ بھی نیند میں جھومتا بیڈ سے اتر کر اس کے

پاس گیا۔ہادی ہکا بکا اس ساری کاروائی کو دیکھ رہا تھا۔واش روم سے آ کر احد کو سلایا اور اس کے ہاتھ میں فیڈر پکڑا کر مڑنے کو تھی کہ ہادی ہوش میں آتے صدمہ سے چلا اٹھا۔

''تم نے بچوں کو بغیر پیمپر کے بیڈ پر سلا دیا۔''

''ہاں تو......'' صباح بے نیازی سے کہتی اپنی کرسی کی جانب گئی۔

''تو یہ کہ وہ چھوٹے بچے ہیں۔ نیند میں بستر خراب کر دیں۔''

''جب سے انہوں نے بولنا سیکھا ہے میں نے تو تب ہی ان کو پیمپر زیوز کرانا ختم کر دیا تھا۔جب جانا ہو بتا دیتے ہیں۔'' وہ بولتے ہوئے کرسی سے کشن اٹھاتی اسے ہتھی پر رکھ کر سر رکھنے لگی۔

''تم پاگل ہو گیا۔اتنے چھوٹے بچوں کو پیمپر نہیں پہناتی۔'' ہادی سب آداب بھلائے غصہ سے اسے گھور رہا تھا۔

''سر یسلی رات کے اس وقت آپ بچوں کے پیمپر نہ استعمال کرنے کے ایشو پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔'' صباح نے بھی پوری آنکھیں کھول کر اسے جواباً گھورا۔

''ہاں تو مجھے بتاؤ تم نے بیڈ پر بچوں کو بغیر پیمپر کے کیوں سلایا۔اور جب وہ بستر خراب کر دیں گے تو......''

''ہاں تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔اپنے ابا کے بستر کو ہی خراب کریں گے اور اس وقت مجھے سونے دیں مجھے شدید نیند آئی ہوئی ہے۔ویسے بھی آپ کے گھر میں میرے سونے کے لیے ایک بھی جگہ نہیں ہے۔اللہ اللہ کر کے ایک کرسی سونے کو ملی ہے۔نیند تو بے آرام ہی آئی اوپر سے فضول بحث چھیڑ کر مزید میرا دماغ خراب نہ کریں۔'' وہ اپنا بولنے کا فرض پورا کرتی آنکھیں موند گئی۔ہادی کا بے یقینی سے منہ کھلا۔

''اپنی مرضی سے تم نے اپنے شاہی بستر کا انتخاب کیا ہے۔میں نے تو بیڈ پر سونے کا کہا تھا۔اور تو اور اپنی جگہ کی قربانی بھی دینے کو تیار ہو گیا لیکن آپ محترمہ کی انا بھی جھکتی تو......اور کیا کہا بستر خراب ہو جائے تو کون سی قیامت آجائے گی۔محترمہ۔''

''ہادی۔'' صباح دبی آواز میں اس کی بات کاٹتے ہوئے چلا اٹھی۔''خدارا! مجھے سونے دیں۔یہ ساری بحث صبح بھی ہو سکتی ہے۔''

"تو جو رات میں بچے میرا بستر خراب کر دیں......" ہادی بھی جواباً اسی انداز میں بولا۔ نیند تو اب آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی تو اس مسئلے کو ابھی نمٹا لینا بہتر تھا۔ اس بار صباح بنا جواب دیئے پڑی رہی۔

"میری نیند خراب کر کے اب خود سو رہی ہو۔"

صباح جھنجھلا کر رہ گئی لیکن ضبط کیے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

"صباح جواب دو میری بات کا۔"

اور صباح نے غصہ سے اپنے منہ پر رکھا کشن اٹھا کر ہادی کی طرف پوری قوت سے پھینکا۔ جو عین ہادی کے منہ پر آ کر لگا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے؟" وہ بے یقینی سے چیخا۔

"گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچے اٹھ گئے تو خود ہی سلایئے گا کیونکہ میری آنکھیں بند ہوئی جا رہی ہیں۔"

ہادی تو بے یقینی سے اس کا یہ روپ دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی نیند کے لیے اتنی بھی خونخوار ہو سکتی ہے؟

"صباح......" بے یقینی کی اس کیفیت میں ہادی کے منہ سے بس یہی لفظ ادا ہو سکا اور صباح آندھی طوفان بن کر اس کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔

"اٹھیں یہاں سے۔" اور پھر ہاتھ سے پکڑ کر اسے اٹھا کر ایک طرف کرتی خود اس کی جگہ پر لیٹتی اس کا کمفرٹر منہ تک لے گئی۔

"اب چاہیں تو کرسی پر بیٹھ کر نیند پوری کریں یا محبوبہ کی جگہ پر سو جائیں۔ میری طرف سے گڈ نائٹ۔" کمفرٹر کے اندر سے اس کی آواز آئی تھی۔ کتنی دیر ہادی وہیں کھڑا رہا۔ جب ہوش آیا تو صباح کے منہ سے کمفرٹر ہٹایا اور وہ اسے گہری نیند میں لگی۔

"کمال کی عورت ہے۔ اتنا جھگڑنے کے بعد بھی کیسے فٹافٹ نیند آ گئی اسے۔" ہادی حیرتوں کے سمندر میں ڈوبا دوسری طرف سے آ کر لیٹ گیا۔ اس کی نیند صباح کی نیند جیسی نہیں تھی جو کسی بھی حال میں آ جاتی۔ بار بار اٹھنے کے بعد۔ اور اتنا بولنے کے بعد بھی برقرار رہتی۔ ہادی نے بے بسی سے تکیہ منہ پر رکھا۔ فجر کی اذانوں کے

کچھ دیر بعد صباح اٹھ گئی تھی۔ نماز پڑھ کر وہ کمرے سے چلی گئی تھی۔ ہادی منہ پر رکھے تکیہ کے نیچے سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اسے بھی نیند آ گئی تھی۔ بچے بھی اس کے ساتھ سو رہے تھے۔

صباح کو فجر کی نماز پڑھ کر چہل قدمی کی عادت تھی اس لیے وہ باہر آ گئی تھی لیکن اپنے کمرے سے ذرا فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھے اپنی ساس کو دیکھ کر اس کی سانسیں اٹک گئیں۔

''یا اللہ! یہاں یہ میری جاسوسی کے لیے بیٹھی ہیں۔'' اس کی ساس کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ لب ہلاتے وہ صباح کو وہاں سے نکلتا دیکھ کر نظروں کا زاویہ بدل گئیں۔ صباح کو اس سرد موسم میں بھی پسینہ آ گیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ وہاں کیوں بیٹھی تھیں لیکن اس کی ساس نے اسے دیکھنے کے بعد جو نظریں پھیریں تو پھر ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یعنی وہ یہ باور کرانا چاہتی تھیں کہ وہ ویسے ہی وہاں بیٹھ گئی تھیں اور انہوں نے صباح کو نہیں دیکھا تھا۔ صباح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے پاس گئی اور سلام کیا۔

''ارے اتنی جلدی اٹھ گئی تم۔'' وہ اسے دیکھتی خوشدلی سے بولیں۔ صباح اس ڈرامے بازی سے بے زار ہوئی۔ لیکن اخلاقاً مسکرائی۔

''جی، میری بچپن سے ہی فجر کے وقت اٹھنے کی عادت ہے۔ پھر تھوڑی دیر چہل قدمی کرتی ہوں۔ آپ کے لیے چائے یا جوس کچھ بنا دوں۔''

''نہیں۔ تم جاؤ۔ مجھے اتنی صبح کچھ لینے کی عادت نہیں ہے۔''

وہ سر ہلاتی جانے لگی کہ اس کی ساس نے نیا سوال پوچھ لیا۔

''ہادی نہیں اٹھا؟ اور بچوں کو رات کیوں لے گئی تھیں۔ میں تو تھی ان کے پاس۔''

''جی وہ سو رہے ہیں۔ دراصل بچے رات کو ایک دو بار اٹھتے ہیں۔ میں نے سوچا آپ کو تنگ کریں گے اس لیے اپنے کمرے میں لے گئی۔''

''بچوں کا الگ کمرہ تو ہے۔ انہیں وہاں سلایا کرو۔ اپنے ساتھ کیوں سلاتی ہو۔''

وہ جانتی تھی یہ سوال نہیں تھا، یہ حکم تھا۔ وہ ان کی بات پر مسکرائی۔

"بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ میرا دل نہیں مانتا انہیں الگ کمرے میں سلانے کو۔"

اسے ساس کے رویے سے حیرت ہو رہی تھی۔ پھر ان سے اجازت لیتی وہ لان میں آ گئی تھی۔

"یہ صباح بچوں کے پیچھے کیسے پاگل ہوئی پھرتی ہے۔ دن رات اسے بس وہی دکھائی دیتے ہیں۔ میں اسے اپنے بیٹے کے لیے لے کر آئی تھی یا ان بچوں کے لیے۔ ٹھیک ہے بچوں کے ساتھ برا سلوک نہ کرے۔ کوئی گورنس رکھ لے۔ اس پر چیک رکھے۔ لیکن یہ تو جیسے دنیا بھلائے بس ان کی ماں بنی ہوئی ہے۔ پوچھتی ہوں میں اس سے کہ اس گھر میں میرے بیٹے کے لیے آئی تھی یا ان کے لیے۔ حد ہوتی ہے کسی بات کی۔ کتنے دنوں سے یہ سب دیکھ رہی ہوں میں۔"

صباح جو ساس سے گپ شپ کرنے کے لیے ان کے کمرے میں جا رہی تھی۔ پہلے تین دن تو ان کی وجہ سے اس نے یونی سے چھٹیاں کی تھیں۔ پھر پڑھائی کا حرج ہو رہا تھا ساس اور نند سے معذرت کر کے یونی جوائن کر لی تھی اور پھر وہ ان لوگوں کو چاہ کر بھی زیادہ وقت نہیں دے پا رہی تھی۔ کل آف تھا تو وہ اپنے مہمانوں سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن اندر سے آتی ساس کی آواز میں یہ باتیں سن کر باہر ہی کھڑی رہ گئی۔

"جی اماں میں بھی جب سے آئی ہوں یہی دیکھ رہی ہوں۔ اوور پروٹیکٹو ہے بچوں کے لیے۔ جب یونی جاتی ہے تو پیچھے دو تین گھنٹوں بعد بچوں کو ویڈیو کال کرتی ہے۔ اس کے لیے نصیبو اور شاکرہ کو سمارٹ فون بھی لے کر دیئے ہیں اس نے۔"

"سچ کہوں تو عجیب ہی بات ہے کہ سوتیلے بچوں سے ایسی محبت۔ ہو سکتا ہے ہادی کا حکم ہو کہ میرے بچوں کا خیال کرو۔"

"نہیں اماں۔ ہادی کا حکم ہوتا تو بس اس کی موجودگی میں ہی کرتی نا۔"

"کہیں ہمیں متاثر کرنے کے لیے تو ایسا نہیں کر رہی۔" اس کی ساس نے ایک اور خیال پیش کیا۔ "لیکن میں آج ہی اس پر واضح کر دوں گی۔ مجھے اس کا بچوں کے لیے اس حد تک خیال رکھنا پسند نہیں ہے۔ میرے بیٹے کے لیے آئی ہے اسی کو ہی ساری توجہ دے۔ دشمنوں کی اولادوں کے لیے نہیں لائی میں اسے۔"

"اماں کیا ہو گیا ہے۔ ہادی کی اولاد ہے وہ۔" اس کی نند برا مان کر بولی۔

”لیکن شہرین ماں ہے ان کی۔ میرے لیے گھر کی پہلی خوشی صباح سے ہونے والی اولاد ہوگی۔ ہادی کے دکھ کے خیال سے کچھ نہیں کہا۔ ورنہ میرا دل چاہتا ہے کہ بچے ان کے ننھیال پہنچادوں۔ ان کی بیٹی کی اولاد ہے وہ جانیں ان کا کام۔“

صباح کو افسوس ہوا تھا اور وہ اسی وقت اندر داخل ہوئی۔

”کیسی ہیں اماں۔ آپی آپ کیسی ہیں۔“ وہ مسکراتی ہوئی دونوں کو مخاطب کرتی ان کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

”ہم ٹھیک ٹھاک ہیں اپنی سناؤ۔“ اس کی ساس نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”میں بھی ٹھیک ہوں۔ معذرت کہ اتنے دن آپ لوگوں کو زیادہ وقت نہیں دے پائی۔ میرے پیپرز قریب ہیں۔ یہ لیکچرز بہت امپورٹنٹ ہیں اس لیے۔“

”ارے کوئی بات نہیں صباح ہم نے بالکل بھی مائنڈ نہیں کیا۔ اچھا کیا آگے ایڈمیشن لے لیا۔“

پھر وہ لوگ یہاں وہاں کی باتیں کرتی رہیں۔

”تو صباح پھر تم کب خوشخبری سنا رہی ہو؟“ اس کی ساس نے اچانک پوچھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

”میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ جب اللہ کی مرضی ہوئی۔“ وہ آہستگی سے بولی۔

”اللہ جلدی اپنا کرم کرے۔ ویسے ڈیڑھ سال تو ہونے والا ہے شادی کو۔“ اور اس کے بعد پوچھے جانے والے سوالوں کو وہ پہلے بھی سن چکی تھی اس لیے اس نے جلدی سے ساس کا دھیان دوسری جانب لگانا چاہا۔

”اماں! احد اور نورعین بھی تو آپ کے بچے ہیں۔ ابھی ان سے دل بہلائیں۔“

”دیکھو بیٹا! وہ شہرین کی اولاد ہے۔ مجھے تمہاری اور ہادی کی اولاد دیکھنے کی تمنا ہے۔ اللہ جلد تمہاری گود ہری کرے۔ اب تو بس یہی خواہش ہے۔“

صباح کا شرم کے مارے منہ چھپانے کو دل کر رہا تھا لیکن ضبط سے بیٹھی رہی۔

”احد اور نورِعین بھی میری اور ہادی کی ہی اولاد ہے۔“ وہ دھیمی آواز میں بولی۔

”دیکھو، اگر ہادی نے اس معاملے میں کوئی سختی کی ہوئی ہے میں بچوں کو ان کے ننھیال بھجوادیتی ہوں۔ نہیں تو ذرا بڑے ہوجائیں کسی بورڈنگ سکول میں داخل کروادینا۔“ انہوں نے کھل کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا

تھا۔صباح نے ان کی باتوں کو حیرت سے سنا تھا۔یہ دادی تھی۔اس نے تو اپنی اماں کو پوتوں، پوتیوں کے لیے جان چھڑکتے دیکھا تھا۔یہاں تو شہرین کے خاندان سے دشمنی ہی اس محبت پر حاوی تھی۔

’’نہیں اماں، ہادی نے ان کے معاملے میں کبھی کچھ نہیں کہا۔میں خود اپنی خوشی سے ان کے لیے سب کرتی ہوں کیونکہ میں ان سے محبت کرتی ہوں۔‘‘

’’اور اس محبت میں تم نے انہیں بہت لاڈلا بنایا ہوا ہے۔اس دن احد نے اتنا قیمتی گلدان اٹھا کر توڑ دیا تم نے ذرا بھی نہیں ڈانٹا۔اتنا سر چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔غلطیوں پر ڈانٹتے بھی ہیں۔‘‘

صباح کا دل افسوس سے بھر گیا۔

’’اماں! وہ اس گھر کے بچے ہیں۔میں تو ایسے نقصانات پر کسی غیر بچے کو بھی نہ ڈانٹوں۔پھر وہ تو میرے اپنے بچے ہیں۔دوسرا ابھی بہت چھوٹا ہے وہ۔ڈھائی سال کا بھی نہیں ہوا ابھی۔میرے ڈانٹنے سے کیا ہوگا وہ رونے کے بعد دوبارہ ایسا کرے گا کیونکہ بچہ ہے ابھی۔میری ڈانٹ کو سیریس نہیں لے گا۔‘‘اس کی آواز میں بھی افسوس در آیا تھا۔کیسے سنگ دل لوگ تھے وہ کہ خاندانی دشمنی تو دل و جان سے نبھائی جا رہی تھی اور اس کے لیے خونی رشتوں کی بھی پروا نہیں تھی۔

✡.......✡.......✡

صباح نے کمرے میں آ کر بچوں کو کتنی دیر ساتھ لگائے رکھا۔ہادی دیکھ کر حیران ہوا تھا لیکن کہا کچھ نہیں تھا۔وہ بچے بدنصیب تھے کہ اتنے سارے رشتوں کے ہوتے کسی کے پاس بھی ان کے لیے محبت نہیں تھی۔

’’لیکن میں ہوں ناں میرے پیارے بچو۔میری ڈھیروں محبت ان سب کی کمی دور کردے گی۔‘‘احد کے سر پر بوسہ دیتے وہ دل ہی دل میں بولے جا رہی تھی۔

وہ رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی کہ اس کی نند بھی کچن میں آ گئی۔

’’چلو میں ہیلپ کرا دوں۔‘‘

’’ارے نہیں آپی، میں کر لوں گی۔آپ بس بیٹھ کر میرے ساتھ باتیں کریں۔‘‘وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کچن میں رکھی ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسیوں کی جانب لے آئی۔

”اچھا نہیں لگتا تم کام کرو اور میں دیکھتی رہوں۔“ وہ بیٹھنے کو تیار نہ تھیں۔

”آپی میکے آئی ہیں فل ریسٹ انجوائے کریں۔ اور ویسے بھی میں تیزی سے کام نپٹا لیتی ہوں۔ مدد کی ضرورت ہی نہیں۔“

”ہاں یہ تو صحیح کہہ رہی ہو۔“ آپی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔ ”ویسے کب سے کوکنگ کر رہی ہو۔ ماشاء اللّٰہ سے بہت ذائقہ ہے تمہارے ہاتھ میں۔“

صباح فریج سے گوشت نکال کر سنک میں رکھ رہی تھی۔

”بہت شکریہ۔ کوکنگ کا شوق بچپن سے ہے اور آٹھویں کلاس میں تھی جب اماں نے تنگ آ کر مجھے کچن میں گھسنے کی اجازت دی تھی۔

ہادی کچن میں داخل ہوا۔ صباح بولتے ہوئے مڑی اسے دیکھا تو خاموش ہو گئی۔

”آؤ ہادی، آج تمہاری بیوی سے اس کے لذیذ کھانوں کا راز پوچھ رہی ہوں۔“

وہ کرسی کھینچ کر آپی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ صباح اس کے بیٹھنے پر جز بز ہوئی۔ ٹھیک ہے وہ اس کے ہونے کو نہ ہونا گردانتی تھی لیکن اس وقت وہ اپنی ذاتی باتیں کر رہی تھی۔ نند کو دیکھ کر مسکراہٹ اچھالی۔ اب مجبوراً اسے اسی طرح فراٹے بھرتی زبان کے ساتھ اپنی بات جاری رکھنی تھی۔

”تم اتنی کم عمری سے کوکنگ کر رہی ہو؟“ آپی تو حیران رہ گئیں۔

”جی۔ اماں نے ہم بہنوں کو میٹرک کے بعد باقاعدہ گھر کے کاموں میں شامل کیا تھا لیکن میں نے اپنے شوق کی وجہ سے کچن کے کاموں میں جانے کی جلدی کی۔ پھر کالج کی پڑھائی کے باوجود بھی ہر آئے دن کچن میں ملتی۔ بس پھر وقت کے ساتھ کوکنگ میں نکھار آتا گیا۔ شروع میں اماں کی ریسپیز ٹرائی کرتی تھی۔ اب تو ہر چیز کو اپنے انداز میں بناتی ہوں۔“

”اسی لیے تو میں کہوں۔ ذائقہ ایک طرف تمہاری کچن میں کام کرتے ہوئے پھرتیاں۔ طریقے سلیقے سے منٹوں میں کام نپٹا لینا۔ ورنہ آجکل تو لڑکیاں اگر پڑھائی کر رہی ہیں تو کچن میں جانا انہیں مشکل لگتا ہے۔“ آپی نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا۔ وہ مسکرا دی۔ ہادی بھی مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"واقعی ذائقہ بہت ہے اس کے ہاتھ میں۔لیکن صباح کے صفائی والے معاملے پر میں تھوڑا مشکوک ہوں۔" صباح کو دیکھتے وہ شرارتی انداز میں بولا۔صباح گوشت دھوتے ہوئے تڑپ کر پلٹی اور ہادی کو گھورا۔ہادی نے اس کی شعلہ بار نگاہوں کو دیکھ کر پھر آپی کی طرف رخ موڑا۔

"آپ کو بتادوں کہ آپ کی سلیقہ مند بھابھی بچوں کو بغیر پیمپر کے اپنے ساتھ بیڈ پر سلاتی ہیں۔"

صباح کا منہ کھلا۔ہادی کے چہرے کی وہ مسکراہٹ صباح کو فسادی مسکراہٹ لگ رہی تھی اور ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ وہ یہ بات کچن میں بھی زیر بحث لے آئے گا۔اور یہ بحث کرنے والی بات بھی تھی بھلا۔صباح کو جلال آگیا۔

"نہ یہ کوئی بات ہے بحث کرنے والی۔"

اور آپی تو حیرت سے اسے تک رہی تھیں۔

"واقعی صباح......" وہ جھنجھلا اٹھی۔جانے کون سا جرم کر رہی تھی۔

"جی۔" وہ ہادی کو گھورتے ہوئے بولی۔

"اتنے چھوٹے ہیں وہ۔کیسے مینج کرتی ہو۔اور کبھی بستر خراب کر دیں......کیا واقعی صباح؟" وہ پھر سے بے یقینی کا شکار ہوئیں اور صباح کا دل چاہا وہ ہادی کا ہاتھ پکڑ کر اسے کچن سے نکال باہر کرے۔وہ مزے سے بیٹھا اب صورتحال سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔رات تو میرے ساتھ جھگڑا کر رہی تھی۔اب آپی کو وضاحت دو کہ ایسی غلطی کیوں کی۔وہ دائیں ہاتھ کی مٹھی بند کیے ہونٹوں پر رکھے بیٹھا تھا اور چہرے پر طاری کی ہوئی انتہائی سنجیدگی۔

"جی آپی۔بچے اب اتنے بھی چھوٹے نہیں ہیں۔جب سے بولنے کے قابل ہوئے ہیں میں نے پیمپر ختم کرا دیا۔پھر ماشاء اللہ سے دونوں بچے سیانے ہیں۔میں نے سمجھایا کہ جب واش روم جانا ہو بتا دیں۔مسلسل پیمپر کا استعمال بچوں کو غلیظ بنا دیتا ہے۔وہ صفائی کے معاملات کو دیر سے جا کر سمجھتے ہیں۔پھر اس طرح بڑے ہونے کے بعد بھی ان کی کپڑے خراب کرنے کی عادت بہت آہستہ سے جاتی ہے۔" وہ انتہائی مہذب الفاظ استعمال کرتے ہوئے اپنی بات کو واضح کر رہی تھی۔

"کمال ہے۔میری نینا چار سال کی ہے۔اب بھی کہیں جاتے ہوئے میں اسے پیمپر ہی چڑھاتی ہوں۔"

''اگر میرے بچے اس عمر میں بھی پیمپر استعمال کرتے ہوتے تو میری اماں نے میری ڈنڈوں سے تواضع کرنی تھی۔'' وہ ہنسی۔

''دراصل میں بھانجوں، بھتیجوں کو پلتے ہوئے دیکھ چکی ہوں اور اماں کے سارے طریقے ازبر ہیں تو اپنے بچوں پر بھی اپلائی کر رہی ہوں۔ احد تو اب ڈھائی سال کا ہے۔ یہ جب ڈیڑھ سال کا تھا میں نے تبھی ختم کرا دیا تھا۔ اور اللہ کا شکر بچوں نے کبھی بستر خراب نہیں کیا۔ نیند میں بھی جب ذرا آں اوں کریں، میں فوراً واش روم لے جاتی ہوں۔ پھر نتیجہ بھی دیکھ لیں۔ اگر مجھے اٹھنے میں ذرا دیر بھی ہو جائے تو کپڑے خراب نہیں کرتے۔ میرے بچے سگھڑ ہیں۔ اور اماں کہتی ہیں بچوں کو سگھڑ مائیں بناتی ہیں۔'' صباح کے لہجے میں فخر در آیا تھا۔ ہادی نے متاثر ہونے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ وہ رات بھول گئی تھی لیکن اس کے بچے تو بھئی سگھڑ تھے۔ متاثر تو آپی بھی ہوئی تھیں لیکن اس کا اعتراف انہیں سگھڑاپے کی لسٹ سے نکالتا تھا اور وہ پاگل نہیں تھیں کہ اپنی بھابھی کے سامنے اس کا اعتراف کرتیں۔

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن رات کو نیند سے اٹھنا۔ الٹا بندہ تنگ ہوتا ہے۔ بھئی جب سہولت ہے تو خود کو کیوں خوار کرنا۔''

صباح ہنسی۔ وہ ان کے خالصتاً نندانہ لہجے کو پہچان گئی تھی۔

''ہاں سب کی اپنی ترجیحات۔ میں تو بس اپنی اماں کے بچوں کو پالنے کے اصول بتا رہی تھی۔ اور نیند سے اٹھنا تو واقعی دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ شادی سے پہلے تو ایسی نیند آیا کرتی تھی کہ اماں تنگ آ کر کہتی تھیں صباح مردوں سے شرطیں لگا کر سوتی ہے۔ اس کے سر پر ڈھول بجاتے رہو نہیں اٹھے گی۔ لیکن پھر بچوں کے لیے بس آہستہ آہستہ عادت ہو گئی۔ میں سوچتی کہ آج اپنی سہولت دیکھوں گی تو بچوں کا کون سوچے گا۔'' وہ مگن انداز میں بول رہی تھی۔ اس کے چہرے پر محبت بھرا ایک تاثر پھیلا ہوا تھا۔ ہادی دم بخود اسے دیکھنے لگا۔ حسن دوآتشہ لگ رہا تھا۔ بے ریا محبت کی خالص مسکراہٹ نے چہرے کو ناقابل بیان خوبصورتی عطا کر دی تھی۔ صباح بچوں کے لیے بولتے اپنا غصہ بھول چکی تھی لیکن آپی کو اس قدر محبت پسند نہیں آئی تھی۔

''بچوں سے محبت تو واقعی بہت ہوتی ہے پھر تمہارا مسئلہ بھی دوسرا ہے پرائے بچے ہیں۔ یہ سوچتی ہو گی کہ توجہ

نہ دوں تو کہیں یہ نہ کہیں کہ سوتیلی ماں ہے۔"

صباح کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ مسکراہٹ معدوم ہوتے ختم ہو گئی تھی۔ ہادی کو آپی کی بات بری لگی تھی۔

"نہیں، میں اس لیے تو نہیں کرتی کہ کوئی کچھ کہے گا۔ نہ کسی ستائش کے لیے کرتی ہوں۔" اگر جو یہ بات ہادی کرتا وہ کیسے تڑخ کر جواب دیتی اور دے چکی تھی لیکن وہ مہمان تھیں۔ وہ آہستگی سے بس اتنا ہی کہہ سکی۔ آپی بھی دونوں کے چہروں کے تاثرات دیکھتے ہوئے سنبھلیں۔

"ارے نہیں صباح، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ تم بچوں کے لیے گورنس رکھ لو۔ کیوں خود کو اتنا تھکاتی ہو۔ ہم لوگوں کے لیے تمہاری قدر و قیمت کم نہیں ہو گی کہ تم خود بچے نہیں سنبھالتی۔ ہماری طرف سے تو کوئی پابندی نہیں ہے کیوں ان کے لیے اتنا کر رہی ہو۔"

صباح پھیکے چہرے کے ساتھ ان کی بات سنتی رہی۔ وہ ان لوگوں کو کبھی بھی نہیں سمجھا سکتی تھی کہ بے لوث محبت کیا ہوتی ہے۔ بلاوجہ کیوں کسی سے محبت ہو جایا کرتی ہے۔ وہ لوگ شاید نہیں یقیناً سطحی مزاج رکھتے تھے کہ محبت کے لیے رشتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان رشتوں کا جن سے محبت کے لیے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور کیونکہ وہ سوتیلی ماں تھی لہٰذا اس کی محبت، محبت نہیں تھی بلکہ کوئی دکھاوا تھی۔ صباح کو بھانجے، بھتیجے بھی کبھی ایسے پیارے نہیں لگے تھے جو یہ بچے لگتے تھے۔ وہ ہمدردی کرتے ان بچوں سے محبت کر بیٹھی تھی اور یہ کسی کو ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد صباح پھیکی پھیکی ہنستی رہی۔ وہ اب تک یہ بھولتی جا رہی تھی کہ وہ اس کے بچے نہیں تھے لیکن آپی نے یاد دلا دیا تھا اور یہ سچ سن کر اسے جانے کیوں بہت برا لگ رہا تھا اور بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ ہادی تھوڑی دیر بعد اٹھ کر چلا گیا تھا۔ صباح نے خراب موڈ کو پس پشت ڈال کر مسکرا کر اپنی مہمان کو دیکھا تھا۔

......۞......۞......۞

اس کی ساس بیٹے کے گھر رہنے کے ارادے سے آئی تھیں لیکن جانے کیوں چلی گئی تھیں اور جاتے جاتے اسے شوہر کو قابو کرنے کی یعنی شہرین کا عشق اتارنے کے کئی نسخے بتا گئی تھیں۔ وہ بھی بیٹے کے کمرے میں شہرین کی تصویریں دیکھ چکی تھیں۔ صباح نہیں جانتی تھی کہ ان ماں بیٹے نے اس پر کیا بحث کی تھی لیکن اس پر بہت غصہ کیا تھا کہ اس نے وہ تصویریں کیوں نہیں اتروائی تھیں۔ بچوں پر توجہ کی بجائے شوہر پر توجہ دے۔ وہ خاموشی سے سب

سنتی رہی تھی۔صباح نے ان کے جانے کے بعد جیسے سکھ کا سانس لیا تھا۔

یہ نہیں تھا کہ ان لوگوں کو صباح ناپسند تھی۔بات یہ تھی کہ انہیں اپنی بہو کا بچوں کے ساتھ اتنا اچھا رویہ پسند نہیں تھا۔بچوں کے ساتھ ان کا رویہ صباح کے صبر کا جیسے امتحان تھا۔بچوں کے لیے وہ پہلے رشتہ دار تھے جنہیں وہ دیکھ رہے تھے۔وہ دادی، پھپھو کرتے آگے پیچھے پھرتے اور وہ بے زار ہو جاتیں۔بچے تھے ان رویوں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے لیکن صباح کے تو جیسے دل پر لکھے جا رہے تھے۔وہ ان لوگوں کو دبے الفاظ میں ٹوک چکی تھی لیکن ان باتوں سے وہ دونوں ہی اس سے ناراض ہو گئی تھیں۔اس لیے ان کے جانے پر صباح نے سکھ کا سانس لیا تھا۔وہ حیران ہی ہوتی رہی کیسے شقی القلب قسم کے لوگ تھے کہ دشمنی ہر رشتے سے اوپر تھی۔ہادی کے خاندان میں بھی کسی کو ان بچوں کا نہیں پتہ تھا اس لیے اس کی ساس رشتہ داروں کو ملنے خود جاتی تھیں کسی کو بھی ہادی کے گھر دعوت نہیں دی گئی تھی۔ان کا یہ طرز صباح کو بچوں کے لیے مزید پوزیسو کر گیا تھا۔اور یہ پوزیونیس ہادی ہی محسوس کر سکتا تھا۔وہ ویسے بھی بچوں پر غصہ نہیں کرتی تھی مگر اب تو بس نہیں چلتا تھا کہ کہیں چھپا ہی لے انہیں۔اور ہادی اور اس کے گھر والوں پر غصہ بڑھ جاتا تھا اور جتاتی نظروں سے ہادی کو دیکھتی وہ نظریں چرا لیتا تھا۔اس کی ساس اپنے ساتھ اسے بھی لے جاتی تھیں اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی بچوں کو گھر چھوڑ آتی تھی۔یہ اور بات جب وہ ان چند گھنٹوں میں ایک طرف جا کر بچوں کے لیے گھر فون کرتی تھی۔اس کی ساس کے ماتھے کے بل ان گنت ہو جاتے تھے اور فون والی بات پر ان کی ناگواری کا احساس اگر صباح کو ہوتا تو وہ کبھی بھی اس بات کا ذکر نہ کرتی۔اپنے اٹھ کر جانے کا کوئی بھی بہانہ کر دیتی۔آپی بھی میزبانوں کے بیچ بیٹھ کر اسے اٹھتا دیکھ کر ضبط کیے مسکراتی رہتیں اور ہر وزٹ کے بعد تینوں خواتین بس مروت کے مارے ایک دوسرے سے بات کرتیں۔اس کی ساس اور نند کو صباح پر غصہ ہوتا اور صباح کو ان دونوں کے علاوہ ہادی پر بھی۔ایسا بھی کیا خاندان کا ڈر کہ انسان اپنی اولاد کو بھی ظاہر نہ کرے۔

ہادی اپنے خاندان میں زیادہ گھلتا ملتا نہیں تھا دوسرا صباح بھی شادی کے بعد ساس نند کے علاوہ کسی کو نہیں جانتی تھی۔اس لیے وہ کسی کے گھر نہیں گئی تھی۔اس کی ساس کے آنے سے دراصل اب اسے زندگی بہت الجھی ہوئی لگتی تھی۔وہ شروع کے کچھ دن چھوڑ کر پھر الجھی الجھی رہنے لگی تھی۔یہ کیسی عجیب سی زندگی تھی۔سکون

ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا تھا۔ جو تھوڑا بہت پہلے تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے ساس کے جانے پر سکھ کا سانس لیا تھا۔ اور اس کی ساس نے جانے کا فیصلہ کیوں کیا تھا یہ وہ خود ہی جانیں۔ ان کے جانے کے بعد صباح کا ان کے رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ اپنے سر پر اتنی ٹینشنز نہیں لا دسکتی تھی۔ یہ بھی شکر کہ ان لوگوں کو اس کی ساس کے گھر کا پتہ تھا ہادی نے اپنے گھر ایک بار بھی کسی کو نہیں بلایا تھا اور نہ ہی کوئی آیا تھا۔ صباح کو بس حیرت اس بات کی تھی کہ یہ شہر کوئی لاہور جتنا بڑا تو نہیں تھا کہ ہادی کی شادی خبر چھپانے پر چھپ گئی تھی۔ یا شاید کسی کو معلوم بھی تھا تو صباح کے خیال سے یہ خبر کسی کو معلوم نہیں تھی۔

ان گزرے دنوں میں بس ایک بات اچھی ہوئی تھی کہ ہادی نے اس سے اپنے تعلقات بہت بہتر کر لیے تھے۔ ہر بار جب وہ غصہ میں بھری گھر پہنچتی تھی بچوں پر توجہ بڑھ جاتی۔ دیکھا جاتا تو یہ صورتحال صباح کے حق میں جاتی تھی کہ اس کا سسرال اس کے ساتھ تھا۔ وہ سوتیلے بچوں کو ایک طرف کر دیتی تو یہ ان کے لیے زیادہ خوشی کا باعث بنتا لیکن وہ صباح تھی جسے اماں الٹی کھوپڑی کہا کرتی تھیں۔ جو بہتے دریا کی مخالف سمت میں بہنا پسند کرتی تھی۔ اس لیے اسے اپنے سسرالیوں کی اپنے لیے محبت اور بچوں کے لیے نفرت نے ان سے بے زار کر دیا تھا۔

صباح اپنا اور بچوں کا سامان واپس اپنے کمرے میں رکھ رہی تھی۔ ہادی ایک جانب رکھی کرسی پر بیٹھا موبائل میں مگن تھا۔ ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر اسے بھی دیکھ لیتا تھا۔

"اگر تم یہیں رہ جاؤ اور بچوں کے لیے ساتھ والا کمرہ سیٹ کر دو......" ہادی لاپرواہ انداز میں بولا۔ صباح تڑپ کر پلٹی اور اسے گھورا۔

"بہت شکریہ آپ کی آفر کے لیے۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔ میں نے تو صلاح مار کر اپنا میزبانہ فرض نبھایا۔" ہادی نے کندھے اچکائے۔ صباح نے رخ موڑ کر اسے چڑایا۔

"ہونہہ فرض نبھایا۔" اور الماری سے اپنے کپڑے نکال کر بیڈ پر رکھتی رہی۔

"ویسے تم لڑکیاں اتنے کپڑے کیوں بنواتی ہو۔ اب دیکھو جیسے صرف ایک مہینے کے لیے یہ ڈھیروں کپڑے

تم یہاں لے آئی......'' یقیناً ہادی اس وقت اس سے بات کرنے کے موڈ میں تھا اور صباح پتہ نہیں کیوں سامان سمیٹتے ہوئے چڑچڑی ہو رہی تھی۔

''ہاں تو آپ کو کیا مسئلہ ہے؟'' وہ اسی چڑچڑے انداز میں بولی۔

''پتہ نہیں لڑکیاں اتنا بن ٹھن کر کیوں رہتی ہیں۔'' ہادی اسی طرح اپنے راگ الاپ رہا تھا۔صباح ضبط کیے رہی۔

''پتہ نہیں لڑکیوں میں اتنا غرور کس بات کا ہوتا ہے۔'' یہ سارے پتہ نہیں میں دراصل صباح کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔جی ہاں ہادی اور صباح کے تعلقات ذرا بے تکلفی تک آ چکے تھے جس میں سارا ہاتھ ہادی کا تھا۔ورنہ صباح کی بلا سے ہادی جہاں جائے۔اور ہادی یہاں تک کیسے آیا تھا۔اس کے لیے ذرا کچھ دن پیچھے جانا پڑے گا۔

جب ایک رشتہ دار کے گھر سے واپسی پر وہ حسب معمول غصہ میں تھی اور اس غصہ کو بس کمرے میں آ کر ظاہر کرتی تھی اور نکالتی تھی۔جب وہ کمرے میں آئی دونوں بچے ہادی کے ساتھ کھیل رہے تھے۔اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی دونوں بچے اسے دیکھ کر خوشی سے بیڈ سے چھلانگیں مارتے اس تک پہنچے۔

''مما!''

اس نے جھک کر دونوں کو اپنی بازوؤں میں سمیٹا۔

''میری جان!'' اس نے باری باری دونوں کو چوما۔

''مما! ہمیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتی ہیں۔میں کل کو آپ کے پرس میں چھپ جاؤں گا۔'' احد نے منہ پھلا کر اپنی توتلی آواز میں ناراضگی جتائی۔صباح نے سلگتی نگاہوں سے ہادی کو دیکھا اور پھر احد کے چہرے کو چوما۔

''میں کل کہیں نہیں جاؤں گی۔سارا دن اپنے بچوں کے ساتھ گزاروں گی۔کل میری یونیورسٹی سے بھی چھٹی ہے۔''

دونوں بچوں نے خوشی سے نعرہ بلند کیا۔ان دونوں کو لیے وہ بیڈ کی طرف آئی۔احد کو اٹھا کر بیڈ پر بٹھایا۔نورِعین نے اپنی ننھی بازوؤں کو اس کی گردن میں ڈالا ہوا تھا اور صباح کو پتہ تھا ابھی نورِعین نے اس سے الگ ہونا

بھی نہیں تھا۔ پھر اتنے دنوں سے یونیورسٹی اور ساس کے ساتھ آنے جانے میں وہ بچوں کے ساتھ تو بس رات کو ہی بیٹھ سکتی تھی۔ اور پھر صبح کو وہی مصروفیت۔

وہ احد کے سوالوں پر ہنس رہی تھی۔ جس کے جواب اسے تو کیا آتے البتہ نورِعین کے پاس اس کے ہر سوال کا جواب ہوا کرتا تھا۔ ویسے جواب جیسے ایک سال کے فرق والے بہن بھائی ایک دوسرے کو دیا کرتے ہیں۔ کیا ہوا جو وہ دونوں ہی ذرا تتلا کر بولتے تھے لیکن جب مقابلہ ہوتا تو بڑا ہی کانٹے دار ہوتا تھا۔ ابھی بھی نورِعین صباح کے دائیں جانب تھی۔ صباح نے تھکن کے باعث بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

احد، ہادی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان دونوں سے باتیں کرتے ہوئے صباح کو نیند آ رہی تھی لیکن ان کے لیے جاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہادی اسے جمائیاں روکتے دیکھ رہا تھا۔ بچے کافی دیر بعد سوئے تھے۔ صباح نے سوئی نورِعین کو اٹھا کر اپنے بائیں جانب احد کے ساتھ منتقل کیا۔ ایک کنارے پر ہادی تھا اور دوسرے کنارے پر صباح تھی۔ صباح اپنے ہاتھوں سے دکھتے سر کو باد رہی تھی۔ ہادی نے کہنی کے بل اونچا ہو کر اسے دیکھا۔

''بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہیں۔''

صباح نے سر سے ہاتھ ہٹا کر گردن اوپر کر کے اسے دیکھا اور پھر سر تکیے پہ ڈال دیا۔

''ہاں۔ آج ایک پریزینٹیشن تھی کلاس میں۔ پھر گھر آ کر اماں بھی سارے رشتہ داروں سے آج ہی ملن کرنے کا قصد کیے بیٹھی تھیں۔ تو اب آئی ہوں گھر۔ پاؤں دکھ رہے ہیں۔ سر میں اتنا شدید درد...... اُفف۔'' وہ تو جیسے بھری بیٹھی تھی۔

''تو اماں کو آج کے لیے انکار کر دینا تھا۔ ہر آئے دن تو کہیں نہ کہیں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ کل چلے جاتے۔''

صباح نے اس کی بات سن کر ہاتھ سر سے ہٹائے اور کہنی کے بل اوپر ہو کر اس کی جانب کروٹ لی۔

''اماں نے بس تیار ہونے کا حکم دیا تھا۔ دوسرا مجھے شرم آتی ہے اس طرح بڑوں کو انکار کرتے۔ اور پھر آپ کے نہ جانے کی کمی کو بھی میں نے ہی پر کرنا ہوتا ہے۔''

ہادی اس کے تھکے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

''مجھے تو اپنے رشتہ دار نہیں پسند۔ پتہ نہیں اماں کو کیوں ان کے ساتھ میل جول پسند ہے۔'' یہ کہتے اس نے

مڑ کر بیڈ کے ساتھ لگے سوئچ کو آف کر دیا۔اب کمرے میں ہلکی نیلی روشنی پھیل گئی تھی۔وہ دوبارہ اس کی طرف مڑا۔

''آپ کیوں نہیں پسند کرتے۔'' صباح تیکھے انداز میں بولی۔

''اس بات کو رہنے دیں۔چائے بنا دوں سر میں زیادہ درد ہے تو......''

''اس بات کو کیسے رہنے دوں۔آپ کے انہی رشتہ داروں کے ڈر سے آپ کی اولاد کو کسی گناہ کی طرح چھپایا جا رہا ہے۔میں پوچھتی ہوں کیا یہ کوئی انسانیت ہے؟اور اگر ان لوگوں کو پتہ چل بھی جائے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔مجھے کہیں آنا جانا اتنا نہیں تھکا تا جتنا آپ کی ماں بہن کا بچوں کے لیے رویہ پریشان کر دیتا ہے۔انہیں میرا بچوں کو وہاں بیٹھ کر کال کرنا تک نہیں پسند۔اندازہ ہے آپ کو میں کس ذہنی کیفیت میں مبتلا ہو چکی ہوں۔''

ہادی نے لب بھینچ لیے۔

''خاندان میں میری اور شہرین کی شادی کا معلوم ہے۔اب یہ نہیں معلوم کہ اماں اور آپی کو پر یہ ظاہر کیوں نہیں کیا گیا۔اور اماں اس بات کو چھپا کر کریں گی کیا۔''

''اف! آپ لوگوں کے خاندان کی سیاست۔'' صباح نے جھرجھری لی۔

''سر میں بہت درد ہے تو چائے بنا دوں۔'' ہادی نے ایک بار پھر آفر کی۔

''نہیں پھر نیند نہیں آئے گی۔''

''مرضی ہے ورنہ میں کسی کے لیے ایسی خدمات فراہم نہیں کرتا۔'' صباح ہنس دی۔

''بہت شکریہ۔آفر کے لیے۔'' وہ چند منٹوں میں سو گئی تھی۔ہادی کی جب کہنی تھکی تو وہ سیدھا ہوا۔رات کو بچے واش روم اور دودھ کے لیے کب اٹھے اسے نہیں پتہ تھا۔لیکن اس کی آنکھ احد کے رونے سے کھلی۔جانے وقت کیا ہوا تھا۔

''صباح۔'' اس نے بند آنکھوں سے آواز دی کہ احد کو چپ کرائے۔

''جی۔'' ہادی نے ذرا کی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھا۔وہ احد کو تھپک رہی تھی۔لیکن وہ پھر بھی رو رہا تھا۔'' کیا

ہوا ہے اسے۔''

''پتہ نہیں۔۔اس وقت اٹھتا تو نہیں ہے۔'' ہادی آنکھیں مسلتا اٹھ بیٹھا۔کمرے میں ابھی بھی وہی نیلی روشنی تھی۔ہادی نے گھڑی کی جانب دیکھا۔چار بجنے والے تھے۔پھر احد کو دیکھا۔صباح اس کے منہ میں فیڈر دے رہی تھی۔اس نے ہاتھ سے پرے کر دیا۔

''کیا ہوا احد!'' صباح اس کی طرف جھکی ہوئی تھی لیکن وہ رونے میں لگا رہا۔یہ بھی غنیمت تھا کہ وہ ہلکی آواز میں رو رہا تھا۔صباح نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ہادی اٹھ کر بیٹھ گیا۔صباح احد کو چپ کرانے کے جتن کر رہی تھی۔اس کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں لیکن احد پر اپنی نیند خراب کیے جانے کا غصہ کرنے کی بجائے وہ اس کے رونے پر پریشان ہو رہی تھی۔پھر وہ اسے لے کر ٹہلنے لگی۔اس کے بچے اور ان کے لیے اس کے لاڈ۔اس کے سامنے نیند بھری آنکھوں سے اس کے بیٹے کو کندھے سے لگائے ٹہلتی عورت تھی۔وہ عورت کہ جو سرہانے ڈھول بجانے پر بھی نہ اٹھتی تھی اس کے بچوں کی ذرا سی آواز پر اٹھ جاتی تھی۔وہ اپنا آرام سکون ان بچوں کے سکون کے لیے قربان کر دیتی تھی۔انوکھا نہیں تھا یہ کہ کسی کے لیے آرام سکون قربان کیا جائے یہ تو ماؤں کا خاصہ ہوا کرتا ہے انوکھا تو یہ تھا کہ وہ ان کی ماں نہیں تھی لیکن ماں بن گئی تھی۔اپنے دکھتے پیروں سے اس کے بچے کو چپ کرانے کے لیے یہاں سے وہاں تک چل رہی تھی۔کمرے کی اس نیلی ٹھنڈی روشنی میں وہ چہرہ کس قدر پر نور لگ رہا تھا کہ اس کے چہرے پر پھیلی محبت کا نور ارد گرد کی ہر شے کو نور میں رنگتا جا رہا تھا۔ہادی کو لگا جیسے وہ نور کسی محلول کی مانند اس میں حل ہوا جا رہا تھا۔جیسے سادہ پانی میں کسی رنگ کا محلول شامل ہوتے پانی کو رنگ بخش دیتا ہے۔ہادی نور نور ہوا جا رہا تھا۔

آہستگی سے اٹھ کر وہ اس تک پہنچا۔صباح اسے سامنے دیکھ کر رک گئی۔

''نیند میں ڈر گیا تھا۔روز آیت الکرسی پڑھتی ہوں آج تھکن میں یاد نہیں رہا۔بس تھوڑی دیر میں اب سو جائے گا۔''

تھکن اور نیند کا غلبہ تھا اس پہ۔ہادی نے خاموشی سے آگے بڑھ کر احد کو اس سے لیا۔

''میں سلا رہی ہوں آپ کے پاس آ کے رونے نہ لگ جائے۔''

ہادی نے آگے بڑھ کر نرمی سے اس کے بالوں کو چھوا۔

''بہت تھکی ہوئی ہو۔سو جاؤ۔''

صباح کی پہلی بار نیند سے اٹھنے کے بعد یوں بھک سے نیند اڑی تھی۔اس نے آنکھیں پھاڑ کر ہادی کو دیکھا۔وہ نرمی سے مسکرایا۔وہ جھٹکے سے مڑ کر بیڈ پر جا کر سو گئی اور منہ تک کمفرٹر لے لیا۔اس رات ہادی کا دل بدل گیا تھا۔

ہادی نے اس کی جھنجھلاہٹ کو بغور دیکھا۔بہت چڑچڑی ہو رہی تھی وہ۔اس رات کے بعد سے صباح اس سے کترائی رہتی تھی۔ہادی کو سمجھ آ گئی تھی کہ وہ خالص عورت تھی اس لیے خالص جذبے ہی چاہیے تھے اسے۔

''بدتمیز گھور کیسے رہا ہے۔'' صباح اس کی نظروں کو محسوس کر کے جل رہی تھی۔

❁......❁......❁

اب گھر والوں کی کال کا جواب صباح انتہائی تمیز سے دیا کرتی تھی۔ایسی کایا پلٹ کی وجہ انہیں تو اس کی خوشگوار زندگی لگتی تھی۔اب اس سے آنے کے لیے کہا جاتا تو ڈھیروں بہانے تراش لیتی۔تعلقات کی بحالی کے بعد وہ چاہتے تھے کہ وہ کم از کم ایک دو ماہ بعد ایک چکر لگا لیا کرے لیکن صباح ہر بار نئے بہانوں سے معذرت کر لیتی۔اب بظاہر سب ٹھیک تھا لیکن پھر بھی صباح کے دل کو چین نہیں تھا۔ہادی کا دل اس کے لیے موم ہوا تھا لیکن صباح جھنجھلائی رہتی۔وہ ہادی کو جو بھی کہتی لیکن اس کے ماتھے پر اب بل نہیں آتے تھے۔صباح پھر کس طرح سے اس سے جھگڑے کو برقرار رکھتی۔وہ پہلے کے انداز میں سختی سے بات کرتی جواباً ہادی ہمیشہ کی طرح ناراض ہو کر اس جھگڑے کو دنوں پر محیط نہیں کرتا تھا۔چند لمحوں کے بعد وہ جب نارملی اسے مخاطب کرتا تو وہ زچ ہو اٹھتی۔

''کیا مسئلہ ہے اس کے ساتھ ناراض کیوں نہیں ہوتا۔''

آج سنڈے تھا۔بچے لان میں نصیبو اور شاکرہ کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ہادی ابھی تک کمرہ نشین تھا۔ناشتے کے لیے بھی نہیں آیا تھا۔صباح حسب معمول کچن میں تھی۔غناء آپی سے کال پر بات بھی ہو رہی تھی۔موبائل سپیکر پر تھا۔وہ آلو کے پراٹھے بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

”آپی! فی الحال تو آنا مشکل ہے کیونکہ......“ قدموں کی آواز پر مڑ کر اس نے دیکھا۔ ہادی تھا۔

”صباح! ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتی ہو۔ مجھے لگتا ہے ابھی تک اماں سے ناراض ہو۔“ وہ مڑی۔ دونوں ہاتھ آٹے سے لتھڑے تھے۔ سپیکر آف نہیں کر سکتی۔ لب بھینچ کر رہ گئی۔

”نہیں آپی ایسی بات نہیں ہے۔“

ہادی فریج سے پانی نکال کر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھا اور گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا۔ وہ ابھی نیند سے اٹھ کر آیا تھا۔

”ہاں میں جیسے جانتی نہیں ہوں تمہیں۔ چندا! اماں تم سے بہت پیار کرتی ہیں۔“

”آپی! وہاں سب کیسے ہیں۔“ اس نے جلدی سے بات کاٹی۔ ہادی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایپرن باندھے ڈھیلے جوڑے میں بندھے بال پشت پر تھے۔ ایک لٹ بار بار چہرے پر آ کر اسے تنگ کر رہی تھی۔ ہادی اس کا سائیڈ پوز دیکھ رہا تھا۔ صباح پہلی بار اپنے میکے میں بات کرتی نظر آئی تھی اسے۔

”سب ٹھیک ہیں۔ اور ہاں مبارک ہو ایک بار پھر پھپو بننے والی ہو۔ سبرین امید سے ہے۔“ اس نے نئی بھابھی کا نام لیا۔ (افوہ پانی کا گلاس ہے کہ دریا۔ پیا ہی نہیں جا رہا اس سے۔ صدیوں کا پیاسا ہو جیسے۔۔) صباح نے زور سے آٹے میں ہاتھ مارا۔

”خیر مبارک۔ آپ کو بھی مبارک ہو۔ ماشاءاللہ سے بہت اچھی خبر ہے۔“

ہادی گلاس خالی کر کے کھڑکی کے اس پار دیکھنے لگا۔ بچوں کی آوازیں یہاں تک بھی آ رہی تھیں۔

”تو پھر تم کب اچھی خبر سنا رہی ہو؟“ وہ شرارتی انداز میں بولی۔

”جی۔“ اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

”جی صباح بہن، ہم سب بے چینی سے آپ کی جانب سے اچھی خبر کے منتظر ہیں لیکن میں یہ سوچتی ہوں کہ ہمارے بچوں کو تو بس دور سے پیار جتایا کرتی تھی اپنے بچوں کے ساتھ بھی کہیں ایسا سلوک نہ کرو۔ اور جو تم نیند کی پیاسی ہو جب وہ رات کو روئیں گے تو تم نے تو اٹھنا نہیں ہے۔“ غناء نے اسے چھیڑا۔ وہ لمحوں میں پسینہ پسینہ ہوئی تھی۔

”آپی! میں بعد میں بات کرتی ہوں۔ ابھی کچن میں مصروف ہوں۔ اللہ حافظ۔“اس نے جلدی سے آٹے والے ہاتھ سے کال کاٹ دی اور چور نظروں سے ہادی کو دیکھا۔ وہ کھڑکی کے اس پار دیکھ رہا تھا۔ اس کی سانسیں معتدل ہوئیں اور وہ لاپرواہ بن کر اپنا کام کرنے لگی۔

ہادی اٹھ کر صباح کے قریب کاؤنٹر کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ سلیب سے ٹیک لگائے براہ راست اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ آٹے سے فارغ ہو کر اب آلو چھیل رہی تھی۔ وہی ہمیشہ کی طرح اس کو نظر انداز کرنا۔ دیکھ رہا ہے تو دیکھتا رہے لیکن نہیں...... وہ پہلے کی طرح نہیں دیکھتا تھا اب۔ صباح کو غصہ آیا۔

”کیا مسئلہ ہے، کیوں گھور رہے ہیں۔“ بالآخر اس کا ضبط چھلکا۔

”پہلے تو بڑی جانفشانی سے مجھے اگنور کیا کرتی تھیں، اب......“ ہادی نے مسکراہٹ ضبط کی ہوئی تھی۔

”کیونکہ پہلے آپ لوفرانہ انداز میں نہیں دیکھتے تھے۔“

ہادی کا قہقہہ بلند ہوا۔ وہ خفیف سی ہو گئی۔

”مذاق ایک طرف۔ شکریہ میرے بچوں کو سنبھالنے کے لیے۔ میرے گھر کو سنبھالنے کے لیے۔ میری کوتاہیوں کے باوجود بھی میرے گھر میں رہنے کے لیے۔ مجھے اندازہ ہے تم اپنے مزاج کے خلاف جا کر بچوں کے لیے بہت کچھ کرتی ہو۔“

”کیونکہ میں ان سے محبت کرتی ہوں۔ اس کے لیے آپ کو شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے چھری چلاتے ہاتھ کو روک کر سنجیدگی سے ہادی کو دیکھا۔

”ضرورت تو ہے کیونکہ وہ تمہاری ذمہ داری نہیں تھے۔ پھر بھی تم نے ان کے لیے بہت کچھ کیا۔“ بولتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کی چہرے پر آئی لٹ کو پیچھے کیا۔ وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔

”دور رہ کہ بات کیا کریں مجھ سے۔“ انتہائی سختی سے بولتی وہ کئی قدم پیچھے ہوئی۔ ہادی نے لب بھینچ لیے۔

”صباح! مجھے اپنی غلطیوں کا اندازہ ہے میں ان کو اب درست کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے ہمارے تعلق کی شرط محبت رکھی تھی۔ اور اب......“ وہ رکا۔ صباح اسی طرح اسے گھور رہی تھی۔ ”اب میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“ بات کے اختتام تک وہ پرسکون ہو چکا تھا۔

”اور شہرین......“اس نے تیکھے انداز میں ابرو اچکائے۔

”شہرین میری زندگی کا حصہ تھی۔ مجھے اس سے محبت تھی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں مجھے کسی اور سے محبت نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد مجھے تم سے محبت ہوئی۔ اس طرح کہ یوں لگتا ہے جیسے......“

”واہ بھئی بہت خوب۔ ہوسکتا ہے آپ سچ ہی کہہ رہے ہوں لیکن مجھے اس پر یقین نہیں۔ دوسرا آپ کو یاد ہو میں نے یہ کہا تھا کہ مسئلہ آپ کا مجھ سے محبت کرنا نہیں مجھے بھی تو آپ سے محبت ہو......“

ہادی نے ہنس کر سر جھٹکا اور قدم بڑھا کر صباح کے قریب آ کر اسے کندھوں سے تھاما۔

”محبت تو تم بھی کرتی ہو۔ لیکن شاید یہ بات تم خود بھی نہیں جانتی۔“

صباح نے غصہ سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دور دھکیلا۔ وہ چند قدم پیچھے کو لڑکھڑا گیا اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔

”میں نے پہلے بھی کہا تھا نظریہ ضرورت وطلب کی بنیاد پر مجھ تک نہ آیئے گا اور دوسری بات مجھ سے دور رہ کر بات کیا کریں۔“

ہادی کا دل چاہا آگے بڑھ کر ایک لگا دے اسے۔ سارے اچھے موڈ کا ستیاناس ہو چکا تھا۔ اسے کچھ سخت سنانے کا ارادہ ترک کر کے وہ مٹّھیاں بھینچے کچن سے نکل گیا۔ صباح نے گہری سانس لی۔

”بدتمیز......لوفر......“

۞......۞......۞

اس بار ناراضگی لمبی ہوگئی تھی۔ ایک ہفتہ ہو گیا تھا ہادی نے بات نہیں کی تھی اور صباح کو ذرا برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ ہادی اس انتظار میں تھا کہ وہ اسے منائے گی، جو بھی ہو اس جھگڑے سے پہلے ان دونوں کے تعلقات بہت بہتر تھے تو وہ اسی بھروسے ہی یہ امید لگائے بیٹھا تھا لیکن صباح بی بی مجال جو کوئی فرق پڑا ہو۔ ہاں اس بار ہادی نے صباح کے کھانوں سے بائیکاٹ کرنے کی غلطی ہرگز نہیں کی تھی۔ کھانے کی روٹین وہی تھی۔

آج وہ آفس سے دیر سے گھر آیا تھا۔ دیر بھی کیا بس نو بجے تھے۔ عموماً اس وقت تک نصیبو اور شاکرہ اپنے کوارٹرز میں چلی جاتی تھیں لیکن آج نصیبو اسے انٹرنس ڈور کے ساتھ ہی مل گئی تھی۔ تھوڑی تیار شیار اور قدرے

پر جوش۔ ہادی دل میں حیران ہوا لیکن پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

''صباح کہاں ہے؟'' وہی سب کے لیے سنجیدہ اور قدرے روکھا انداز۔

''وہ جی بیگم صاحبہ اپنے کمرے میں ہیں۔۔''

''اسے کہو۔ کھانا لگائے مجھے بہت بھوک لگی ہے۔'' نصیبو کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ حکم دیتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

''لو جی اتنا تیار شیار ہو کر اب بیگم صاحبہ کچن میں کام کریں گی اور ویسے بھی اتنا کچھ بنا ہوا ہے۔ صاحب جی روٹی کی جگہ وہی کھا لیں گے۔'' وہ اپنے حساب کتاب لگاتی صباح کے کمرے میں داخل ہوئی۔ پورا کمرہ غباروں سے بھرا ہوا تھا۔ گلاب اور موم بتیوں سے سجاوٹ کی گئی تھی جیسے کسی جشن کی تیاری ہو۔ کمرے کے ایک جانب شیشے کی بڑی سی میز لگائی گئی تھی جو کہ مختلف کھانوں سے بھری ہوئی تھی۔ کمرے میں چہل پہل تھی۔ صباح اور بچے نک سک سے تیار تھے۔ شاکرہ نے بھی نئے سوٹ کے ساتھ میک اپ کیا ہوا تھا۔

''وہ جی بیگم صاحبہ! صاحب جی آفس سے آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ سے کہوں کھانا لگا دیں۔ میں نے سوچا آج تو بہت کچھ بنا ہے۔ وہ روٹی کی بجائے یہ سارا کچھ کھا لیں گے۔'' آہ بھولی نصیبو کوئی اسے بتاتا کہ بھوک میں صرف روٹی ہی نہیں اور بھی بہت کچھ کھایا جاتا تھا۔ یعنی اس کی سوچ کے مطابق روٹی بھوک مٹا سکتی تھی باقی چیزیں بحالت مجبوری کھائی جا سکتی تھیں۔ آہ بھولی نصیبو......آہ۔ صباح نے سن کر سر ہلایا۔

''اچھا تم لوگ پانچ منٹ رکو۔ میں آتی ہوں۔'' وہ اپنی ساڑھی کی فال کو درست کرتی اونچی ہیل کی ٹک ٹک بجاتی کچن میں آ گئی۔ اس کے پیچھے ہادی بھی آ گیا۔ اس کی تیاری کو دیکھ کر حیرت ہوئی لیکن ناراضگی تھی تو کیسے پوچھتا۔ صباح اسے نظر انداز کیے فریج سے آٹا نکالنے لگی۔ پھر اسے کوکنگ رینج کے پاس رکھ کر ایپرن نکال کر باندھا اور پھر پیڑے بنانے لگی۔ ہادی کا دل چاہا اسے اتنے اچھے حلیئے میں کام کرنے سے منع کر دے لیکن بہت بھوک لگی تھی۔

''اوہ! آج کہیں اس کی سالگرہ تو نہیں۔'' ہادی نے سوچا۔

''نہیں۔ سالگرہ اکتوبر میں ہے اس کی۔ بچوں میں سے بھی کسی کی سالگرہ نہیں ہے۔ نہ میری ہے۔'' وہ خوش

فہم ہوا۔" نہ شادی کی سالگرہ ہے۔ کہیں نصیبو یا شاکرہ کی تو سالگرہ نہیں۔ اوہ، نہیں یار میں کیوں اس میں شریک ہوں گا۔ اور یہ کون سا ان کے لیے ساڑھیاں باندھ کے جائے گی۔ ہونہہ۔" وہ سوچتا پھر مسترد کر دیتا۔ پھر چپکے اسے دیکھتا اٹھ کر فریج کی جانب بڑھا کہ جو بھی ہوتا اس نے لازمی کچھ نہ کچھ بنا رکھا ہوگا۔ فریج تقریباً خالی تھا۔ ہادی نے منہ بنایا اور مڑ کر اسے دیکھا۔ جو توا رکھنے کے بعد اب آنچ سیٹ کر رہی تھی۔ وہ چپ چاپ آ کر بیٹھ گیا۔

"اتنی اچھی لگ رہی ہے کیا ضرورت تھی اس حلیئے میں روٹی پکانے کی۔ کسی ملازمہ سے کہہ دیتی۔" پھر یاد آیا عرصہ ہوا وہ ملازموں کے ہاتھ کا کھانا چھوڑ چکا تھا اگر بنا دیتیں تو وہ کون سا کھا لیتا لیکن جو بھی۔ ایسے تو ساڑھی خراب ہو جائے گی۔ ایک تو بلیک کلر ہے خشک آٹا لگ جائے ذرا جو اسے پرواہ ہو۔ وہ کڑھا۔ جبکہ احتیاط سے روٹی توے پر ڈال چکی تھی۔ ساڑھی کا پلو اوپر کیے اور عادتاً کچن کا کام کرنے سے پہلے کھلے بال جوڑے میں باندھ چکی تھی۔ یہ اور بات سلکی بال ہونے کی وجہ سے ذرا سی ہل جل اس جوڑے کو ڈھیلا کر دیتی تھی۔ ابھی بھی اونچا کیا جانے والا جوڑا ڈھلک کر گردن تک آ چکا تھا اور کانوں میں پہنے آویزے الگ گردن کو چھو رہے تھے۔ وہ جب روٹی کو ہاتھ پر بیلتی تو چوڑیاں آواز کرنے لگتیں۔ ہادی گہری سانس لیتا پھر سے اسے تکنے لگا۔ پہلی روٹی اٹھا کر وہ اس کے آگے رکھ کر جا چکی تھی۔ اور سالن۔ دوپہر والے سالن کو گرم کر کے اس کے آگے رکھا تھا۔

"مما!" احد کچن کے دروازے میں کھڑا زور سے بولا۔ صباح نے تیسری روٹی کو اتارتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ نے پانچ منٹ کا کہا تھا۔" وہ منہ پھلائے ناراضگی سے بولا۔ اب وہ قدرے صاف بولتا تھا۔ ہادی نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آؤ میرے شیر۔" ہادی نے مسکرا کر اس دیکھا۔

"بابا۔" اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتا وہ اس کی جانب آیا۔ "آج آپ اتنی دیر سے کیوں آئے۔ میں کب سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

ہادی نے اسے گود میں بٹھایا۔

"آفس میں بہت کام تھا۔تم بتاؤ اتنا دیر تک کیوں جاگ رہے ہو۔اور یہ تیاری کس خوشی میں۔" ہادی نے ایک چھوٹا نوالہ بنا کر اس کے منہ میں ڈالنا چاہا۔

"اونہوں بابا۔میں یہ کھاؤں گا تو پھر وہ سب کیسے کھاؤں گا۔" اس نے نفی میں سر ہلا کر باپ کی عقل پر ماتم کیا۔صباح سلیب پر گرے خشک آٹے کو صاف کر کے اب ہاتھ دھو رہی تھی۔پھر ایپرن اتار کر اسے تہہ کر کے دراز میں رکھا اور باقی آٹے کو فریج میں رکھا۔وہ باپ بیٹے کی گفتگو خاموشی سے سن رہی تھی۔

"کیا سب کھاؤ گے۔" ہادی حیران ہوا۔

"اوہو مما نے آپ کو نہیں بتایا۔" اب کہ صباح گڑ بڑائی۔

"چلو احد میں اب فری ہوں۔" ہادی نے ابرو اچکا کر احد سے پوچھا۔

"بابا! آج مما کا فائنل کا رزلٹ آیا ہے۔انہوں نے اپنی کلاس میں ٹاپ کیا ہے۔اس لیے آج گھر میں پارٹی ہے۔مما نے سب کو انوائٹ کیا تھا۔آپ کو نہیں بلایا۔" ہادی کا بے یقینی سے منہ کھلا۔صباح نے دائیں ہاتھ سے ماتھے کو ہلکا سا چھوا۔

"احد! بابا سارا دن آفس میں کام کر کے تھک گئے ہیں۔وہ اب آرام کریں گے۔چلو آؤ۔" اس نے آگے بڑھ کر احد کا ہاتھ پکڑا۔

"بابا آپ ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوں گے؟" وہ صدمہ بھری آواز میں بولا۔وہ دونوں ہی گڑ بڑا گئے۔

"نہیں بیٹا میں ابھی چلتا ہوں۔" ہادی اسے اٹھائے اٹھ کھڑا ہوا۔پھر وہ صباح کے کمرے میں آ گئے۔ہادی تو کمرے کی سجاوٹ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"واؤ......" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"صاحب جی! ہم سب نے مل کر کمرہ سجایا ہے۔" نصیبو خوشی سے پر لہجے میں بولی۔صباح نے ایک گہری سانس لی اور تنے اعصاب ڈھیلے کیے۔یہ اس کی خوشی کا دن تھا اور خوشی کی طرح ہی منانا چاہیے تھا۔وہ چھری اٹھاتی ٹیبل پر رکھے کیک پر پھیرنے لگے۔اور ہادی......ٹیبل پر انواع واقسام کے کھانے سجے دیکھ کر دانت پیس رہا تھا کہ اسے دوپہر کا کدو گوشت کا سالن پیش کیا گیا تھا اور صباح نامی مخلوق کو پتہ نہیں کہاں سے علم ہو جاتا تھا کہ

جو ہادی کی ناپسندیدہ چیزیں ہیں، وہ ناراضگی کے سارے دنوں میں بناتی رہی کیونکہ وہ صباح کے ہاتھ کی بنی ہوتی تھیں تو ہادی چپ چاپ کھا لیتا تھا بہر حال وہ بہت ذائقہ دار ہوتی تھیں لیکن یہاں سجی ٹیبل اور پھر کدو گوشت۔اف صباح ظالم عورت اللہ پوچھے تم سے۔

''مما! آپ کی سالگرہ تو ہے نہیں پھر کیا گائیں۔'' اسے کیک کاٹتے دیکھ کر نورِعین نے بروقت سوال پوچھا۔سب ہنس دیئے۔

''کانگریچولیشنز ٹو یو مما کہیں گے، پاگل......'' احد نے بہن کو تاسف سے دیکھتے کہا۔پھر تالیوں کی آواز اور سب کی ملی جلی مبارکبادوں کے بیچ اس نے کیک کاٹا۔ہادی اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔صباح نے پہلے جھک کر دونوں بچوں کو کھلایا اور نصیبو، شاکرہ کی وجہ سے اٹھ کر ہادی کو بھی کھلایا۔

''کیک بھی خود بیک کیا؟'' ہادی کا دماغ ابھی تک کدو گوشت میں اٹکا تھا۔

''جی......'' صباح اس کی بات کا پس منظر سمجھ کر مسکرائی۔ہادی اس کی مسکراہٹ سے تلملایا۔

''مجھے کیوں نہیں بلایا؟'' صباح کیک کھلا کر اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔

''کوئی اتنی بڑی پارٹی نہیں تھی بس چھوٹا سا فنکشن تھا۔'' وہ جیسے انکساری سے بولی۔

''چھوٹا سا فنکشن......اور اتنا زیادہ اہتمام......اور میں کون ہوں؟ اس گھر کا سربراہ اور مجھے پتہ ہی نہیں اور بلایا بھی نہیں......اور تو اور اتنا کچھ بنا کر مجھے جان بوجھ کر تم نے تین روٹیاں کھلائیں وہ بھی کدو گوشت کے ساتھ۔''

صباح کا دل چاہا قہقہے بلند کرے لیکن ضبط کیے رکھا۔

''آپ کا ہی فرمان تھا مجھے بھوک لگی ہے کھانا پیش کیا جائے۔''

''صباح! کس قدر ظالم ہو تم......''

''آپ کو کدو گوشت کھلایا اس لیے......'' یہ ساری گفتگو سرگوشی میں ہو رہی تھی۔نصیبو اور شاکرہ تو انہیں باتیں کرتا دیکھ کر یوں خوش ہو رہی تھیں گویا اپنی لو سٹوری چل پڑی ہو۔

''نہیں۔ناراضگی میں مجھے نہیں بلایا اس لیے۔ویسے مبارک باد۔اور بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' وہ بھی

سرگوشی میں بولا۔ صباح کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا اور وہ جلدی سے ہادی کی جانب سے رخ موڑ گئی۔ ہادی زیرِ لب مسکرا دیا۔ پھر ہادی تو صرف چکھ پایا تھا وہ بھی بچوں کے اصرار پر۔ کیونکہ ڈٹ کر روٹی کھانے کے بعد چکھنے کی گنجائش بھی بمشکل نکلی تھی۔ پھر گھنٹے بعد نصیبو اور شاکرہ نے جانے کی اجازت مانگی تھی۔

''دونوں کی جوڑی کتنی اچھی لگتی ہے۔ دونوں ہی رج کے سوہنے ہیں۔'' شاکرہ اور نصیبو جاتے ہوئے آہستہ آواز میں بولتی جا رہی تھیں۔

''بیگم صاحبہ زیادہ سوہنی ہیں۔'' نصیبو تو پہلے دن سے اس کی عاشق تھی۔

''تم نے دیکھا کیسے دونوں محبت سے باتیں کر رہے تھے۔'' شاکرہ نے ذہن میں اس منظر کو تازہ کیا۔

''ہاں مجھے لگتا ہے اب ان کے بیچ کوئی جھگڑے نہیں رہے۔ ویسے بھی بیگم صاحبہ اچھے مزاج کی ہیں۔ صاحب جی بس غصے والے ہیں۔'' وہ دونوں باتیں کرتے اپنے کوارٹرز کی جانب بڑھتی جا رہی تھیں۔

۞......۞......۞

''آج رات کو ایک پارٹی میں جانا ہے۔''

''تو؟'' تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''تو یہ کہ بیوی کو بھی ساتھ لے کے جانا ہے۔''

''کمال ہے پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دعوت نامہ وِد وائف نہیں آیا۔

ہادی نے ماتھے کو ہلکا سا چھوا۔ آخر وہ بغیر کسی حجت کے کیوں نہیں مانتی تھی۔

''کیوں نہیں آیا میں بھی حیران ہوں۔'' ہادی نے بھی ڈھٹائی کی حد کی۔ ایسے تو پھر ایسے سہی۔

''ہمم۔'' صباح نے جیسے سمجھ کر سر ہلایا۔

''جی۔'' ہادی نے زور دے کر کہا کہ میں سچ ہی کہہ رہا ہوں۔

''ٹھیک ہے کتنے بجے چلنا ہے۔'' وہ آرام سے مان گئی تھی۔ ہادی نے شکر کا سانس لیا۔

''نو بجے تک نکلیں گے۔ بچوں کو سلا دینا ورنہ نصیبو یا شاکرہ میں سے کسی ایک کو بچوں کے ساتھ بٹھا دینا۔''

پھر وہ پورے نو بجے تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آ چکی تھی۔ ہادی اس سے پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ اس نے

کلائی پر باندھی گھڑی دیکھی وہ پورے وقت پر تیار ہو کر آ چکی تھی۔ وہ متاثر ہوا۔ وہ غالباً اپنی زندگی میں پہلی خاتون کو دیکھ رہا تھا جو مقررہ وقت پر تیار ہو کر آ چکی تھی۔ وہ ایک بار پھر اس سے متاثر ہوا تھا۔ وہ خود بھی وقت کی پابندگی کا قائل تھا اور ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا تھا لیکن اس نے صباح سیا س کی توقع نہیں کی تھی۔

''چلیں۔'' صباح نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں چلو۔'' ہادی نے ایک بھرپور نظر سے اس کی تیاری کا جائزہ لیا۔ گھٹنوں تک آتی شرٹ اور نیچے کیپری۔ شرٹ پر اس سے قدرے زیادہ لمبائی کی اوپن شرٹ۔ عموماً اس لباس کے ساتھ اس نے دوپٹہ نہیں دیکھا تھا لیکن اس نے سلیقے سے اس دوپٹے کو دونوں کندھوں پر ٹکایا ہوا تھا۔ فیشن بھی پورا تھا اور عموماً فیشن والی بے حیائی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

''کیا ہوا۔'' صباح نے اس کے مسلسل گھورنے پر ابرو اٹھایا۔

''کچھ نہیں۔'' ہادی نے گہرا سانس لیا۔ پھر وہ اکٹھے ڈرائنگ روم سے باہر نکلے۔ ہادی نے ایک بار پھر اس کی جانب چہرہ پھیرا۔ وہ ویسے بھی لمبی تھی اونچی ہیل کے بعد اس کے برابر ہی آ گئی تھی جیسے۔ ہادی کے اندر ابھرتی خوشی نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔ پھر وہ سامنے دیکھتے ہوئے اکٹھے قدم بڑھاتے رہے۔

انٹرنس ڈور پر رک کر صباح نے شاکرہ کو آواز لگائی۔ چند لمحوں بعد وہ حاضر تھی۔

''رات کو پونے بارہ تک نورِعین واش روم کے لیے اٹھے گی۔ اس سے پہلے ذرا بھی آں اوں کرے فوراً فیڈر دے دینا۔ کیونکہ ایک بار اٹھ گئی تو آپ سے سوئے گی نہیں نہ ہی چپ ہو گی۔''

''جی بیگم صاحبہ۔'' شاکرہ نے سر ہلایا۔

''ویسے احد زیادہ تنگ نہیں کرتا۔ بچوں کو ایک لمحے کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑنا۔ آپ دونوں میں سے کوئی ایک لازمی بچوں کے ساتھ رہے۔'' ہادی دروازہ وا کیے اس کے لیے رکا رہا۔ وہ ہادی کی طرف آتے اسے دیکھ کر مسکرائی۔ جواباً ہادی بھی مسکرایا۔ پھر کچھ یاد آنے پر دوبارہ مڑی۔ شاکرہ وہیں ٹھہری تھی۔

''اور ہاں دودھ ٹھنڈا نہ دے دینا نورِعین کو کھانسی ہو جاتی ہے۔ اور......''

''صباح بس کرو نہ شہر سے باہر جا رہے ہیں نہ ملک سے باہر۔ دو گھنٹوں میں واپس آ جائیں گے۔''

”آ رہی ہوں، آ رہی ہوں۔“

پھر جب وہ ہال پہنچے تو وہاں ہر طرف چکا چوند روشنیاں تھیں۔ رنگ و بو کا ایک سیلاب تھا۔ صباح پہلی بار اس طرح کی کوئی پارٹی اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس نے طائرانہ نظر ہال پر دوڑائی۔ اِکا دکا خواتین ہی ڈھکے لباس میں تھیں البتہ دوپٹے والی وہ واحد تھی۔ انہیں دیکھ کر میزبان جوڑا ان تک آیا۔ چند استقبالی جملوں کے بعد انہیں ٹیبل دکھائی گئی۔ ہادی گاہے بگاہے اس پر نگاہ ڈال رہا تھا۔

”نروس تو نہیں ہو؟“ وہ جانتا تھا وہ ایسی محفلوں میں کبھی نہیں گئی تھی۔

”نروس......؟؟ نہیں کیوں؟“ صباح نے حیرت سے ہادی کو دیکھا۔ ہادی کو جواب مل گیا تھا۔ بھئی اس کی بیوی بہت پر اعتماد تھی۔ ہادی نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر چند لمحوں کے بعد ہادی اپنے جاننے والوں کی ٹیبلز تک چلا گیا۔ اس سے بھی پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ صباح پہلے تو کچھ دیر ہادی کو ہنستا بولتا دیکھتی رہی۔ پھر پرس سے موبائل نکال کر مختلف ایپس چیک کرنے لگی۔ کچھ دیر ہی گزری ہوگی کہ دو خواتین اس کی ٹیبل تک آئیں۔ صباح نے انہیں دیکھ کر مسکراہٹ اچھالی۔ وہ بھی جواباً مسکرائیں۔ ایک دوسرے سے تعارف کے بعد ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی۔ وہ ہادی کے بزنس سرکل سے تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ ہادی پر نظر ڈال لیتی تھی جو ایک گروپ میں کھڑا متانت سے مسکرا رہا تھا۔

”کوئی سوچ سکتا ہے یہ بندہ مجھ سے بچوں کے پیمپر پر بحث کرتا ہوگا“ یہ سوچ آتے ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ تبھی ہادی نے اسے دیکھا۔ صباح نے جلدی سے نظروں کا زاویہ بدلا۔ وہ زیر لب مسکرا دیا۔

”ہاؤ رومینٹک۔“ اس کے ساتھ کھڑی ایک عورت بولی۔

”جی؟“ اس نے ناسمجھی سے دیکھا۔

”آپ کی شادی کو تین سال ہو رہے ہیں لیکن ابھی بھی ایک دوسرے کو چوری سے دیکھنا اور سمائل کرنا۔“

صباح نے اپنے اندر سے ابلتے قہقہے کو روک کر ہنسی میں بدلا۔

”شادی کو تین سال ضرور ہوئے ہیں لیکن محبت اب ہو رہی ہے۔“ وہ دل میں بولی لیکن خاتون کو کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ایک کپل ان کی ٹیبل تک آیا۔

”مسز ہادی ارتضٰی۔؟“ مرد نے پوچھا۔

”جی۔“ وہ ہولے سے مسکرا کر بولی۔

”اوہ۔۔ہیلو کیسی ہیں آپ؟“ کہتے ساتھ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

”ٹھیک الحمدللہ۔“ اس نے ہاتھ کو نظر انداز کر کے مسکرا کر جواب دیا۔ آدمی نے سمجھ کر سر ہلاتے ہاتھ کو پیچھے کیا۔ اس آدمی کی نظریں صباح کو الجھن میں مبتلا کر رہی تھیں۔ عجیب جسم میں گڑ جانے والی نظریں تھیں۔

”بہت خوبصورت ہیں آپ......صباح۔“

صباح نے کڑی نگاہ سے اسے دیکھا۔

”مسز صباح ہادی۔“ صباح نے مسکرا کر تصحیح کی۔

”آف کورس۔ مس......از۔“ وہ بھی جواباً مسکرایا۔ صباح گھریلو لڑکی ضرور تھی مگر ڈرپوک نہیں۔ وہ پراعتماد انداز میں اسے دیکھتے مسکراتی رہی۔ وہ اس کی نگاہوں سے سمجھ گیا کہ وہ اس کی نیت کو پڑھ چکی تھی۔

”ویسے مردوں کی عجیب فطرت ہوتی ہے۔ پہلو میں خوبصورت بیوی کے ہوتے کسی اور کی بیوی کے حسن کے قصیدے پڑھنے لگتے ہیں۔ ہاؤ مین۔“

”حسن کی تعریف ہر انسان کا حق ہے۔ ویسے لگتا ہے آپ ہادی ارتضٰی کا ذکر کر رہی ہیں۔“

وہاں موجود تینوں خواتین کے لیے یہ گفتگو حیرانی کا باعث بنی۔ صاف پتہ چل رہا تھا ایک دوسرے پر طنز کیے جا رہے تھے۔

”میرے شوہر میں ایسی بے غیرت عادتیں نہیں ہیں۔“ صباح نے مسکرا کر اسے سلگایا۔

”مسز صباح! شاید آپ جانتی نہیں ہیں کہ یہ کون ہیں۔“ اس کی بیوی صباح کو گھورتے ہوئے بولی۔

”شکر ہے، نہیں جانتی ورنہ افسوس ہوتا کہ ایسا کامیاب بندہ اور ایسی ذہنیت۔“ مجال جو صباح کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا ہوئی ہو۔

”پلیز جوس لیں نا۔“ اس ڈھیٹ آدمی نے اثر لیے بنا ٹیبل پر رکھا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔

”نو تھینکس۔“

''پلیز مسز صباح۔ تلخیٔ گفتگو کو جانے دیجیے۔'' صباح نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر آہستگی سے سر ہلایا۔

''شیور۔'' پھر ہاتھ بڑھا کر گلاس تھامنا چاہا لیکن اس سے پہلے کہ اس آدمی کا ہاتھ اس کے ہاتھ کو چھوتا صباح نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔ نتیجتاً گلاس ٹیبل پر گر کر فرش پر ٹھوکریں کھاتا کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ چھناکے کی آواز پر سب کی گردنیں ادھر مڑیں۔ سارے ماحول میں خاموشی چھا گئی تھی۔ جوس ٹیبل پر گرتے اس ڈھیٹ آدمی کے کپڑے بھی خراب کر گیا تھا۔ ہادی تیزی سے اس تک آیا۔

''مسز صباح! یہ آپ نے کیا کیا۔'' اس کی بیوی صدمے بھری آواز میں بولی۔

''کیا ہوا۔؟'' ہادی نے سب کی نظریں اس پر جمتے دیکھ کر اپنا دایاں بازو اس کے گرد پھیلایا۔ یہ اس کے تحفظ کے لیے خود بخود ہوا تھا اور صباح نے اپنا دایاں ہاتھ اوپر کر کے اس کے ہاتھ کو پکڑا۔ ہادی نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا۔

''آپ کی مسز نے یہ کارنامہ کیا ہے۔'' اس عورت نے ٹیبل پر گرے جوس کی طرف اشارہ کیا۔ صباح نے دایاں ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

''آر یو شیور کہ یہ میں نے کیا ہے؟''

ہادی نے گردن اس کی جانب موڑی جو سامنے کھڑی عورت کو کڑے تیوروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ عورت بنا جواب دیئے اسے گھورتی رہی۔

''کیا مسئلہ ہے؟'' ہادی نے سرگوشی کی۔ سب اس ڈھیٹ آدمی کو دیکھ رہے تھے۔

''اس ڈھیٹ آدمی نے مجھ پر لائن مارنی چاہی، نہیں لگی تو معافی کے بہانے جوس دیا۔ میں لینے لگی تو میرے ہاتھ کو ٹچ کرنا چاہا میں نے ہاتھ پیچھے کرلیا اور نتیجہ سامنے ہے۔'' بول کر وہ مسکرائی۔

''اس خبیث کی یہ جرأت۔'' ہادی ایک دم سے آگے بڑھا لیکن صباح نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا۔

''ہادی تماشہ بن جائے گا۔ ویسے بھی یہی کافی ہے اس کے لیے۔''

ہادی نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

''ہادی! نہیں۔ پلیز۔'' اس نے ملتجی لہجہ اختیار کیا۔ میزبان جوڑا وہاں اس ڈھیٹ آدمی سے بات کر رہا تھا کہ اس کی بیوی نے صباح کا نام لے کر اس کی طرف اشارہ کیا۔

''مسز ہادی؟'' میزبان خاتون نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''جی۔'' اس نے ہادی کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑے مسکرا کر ادھر رخ کیا۔ صباح نے طائرانہ نگاہ ہال پر دوڑائی۔ سب کا دھیان اب وہاں سے ہٹ چکا تھا اور تبھی ہال میں پہلے کی طرح ہلکا بیک گراؤنڈ میوزک بھی چلنے لگا۔ یعنی یہ بے معنی بات تھی۔

''آئی ایم سوری لیکن کیا......'' اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتیں ہادی بول اٹھا۔

''مسز شاہ میزبانی کا بہت شکریہ۔ میری وائف نے کچھ نہیں کیا لہٰذا اس بات کو رہنے دیں۔ ہم چلتے ہیں۔'' ہادی نے ایک خونخوار نگاہ اس ڈھیٹ آدمی پر ڈالی۔

''کیا ہو گیا ہے ہادی۔ کم آن یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں جانتی ہوں آپ کی مسز کی کوئی غلطی نہیں ہے۔''

''دراصل کافی وقت ہو گیا ہے۔ بچے نہ اٹھ گئے ہوں۔ مجھے ان کی فکر ہو رہی ہے پھر کبھی مل لیں گے۔'' صباح نے مسکرا کر معذرت کی۔

''بالکل بھی نہیں۔ ابھی تو پارٹی چل رہی ہے اور اگر آپ ناراض ہو کر جا رہی ہیں تو......''

''ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ ان صاحب کے جوس گرانے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کی وائف کو غلط فہمی ہوئی ہے لیکن واقعی بہت ٹائم ہو رہا ہے۔ آپ جانتی ہیں دونوں بچے چھوٹے ہیں تو میں زیادہ دیر رک نہیں سکتی۔''

ہادی اس دوران لب بھینچے اس ڈھیٹ آدمی کو دیکھتا رہا جو ہادی کی نظروں سے گھبرا کر اب شرٹ صاف کرنے کے بہانے واش روم کی جانب جا رہا تھا۔ ہادی کی نظروں نے آخر تک اس کا پیچھا کیا۔ اس کی بیوی اب کسی اور ٹیبل کے گرد کھڑی ایک خاتون سے باتیں کر رہی تھی۔ پھر صباح نے ان خاتون سے رخصت لی۔ ہادی مروتاً بھی نہیں مسکرایا تھا۔ سنجیدہ چہرہ لیے سر کو خم دے کر الوداع کی رسم نبھائی تھی۔ صباح اس کے ایسے رویے پر

شرمندہ ہورہی تھی۔

''بندہ ذرا مسکرا کر ہی خدا حافظ کہہ دیتا ہے۔'' صباح نے اس کے ساتھ چلتے آہستگی سے کہا۔

''سب کو پتہ ہے میں ایسا ہی ہوں۔ اگر مسکرا کر کسی کی بات کا جواب دے دوں تو اسے خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔''

وہ نارمل رفتار سے دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے اور ہادی سیدھ میں دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا۔

''بڑے ہی کوئی سڑیل قسم کے انسان ہیں آپ۔'' صباح نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا اور ایک نگاہ اس پر ڈالی اور تبھی نگاہ صباح کے مسکراتے چہرے سے ذرا دور گئی۔ وہ رکا اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ پھر اسی طرح چلنے لگا لیکن صباح کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اسی لیے صباح نے ان چند لمحوں میں اس کا رکنا محسوس کیا تھا اور اس کی بھٹکتی نگاہ اور سمٹتی مسکراہٹ کو بھی دیکھا تھا۔

''کیا ہوا؟'' صباح نے مڑ کر اس کی نگاہ کے مرکز کو ڈھونڈنا چاہا لیکن وہاں سب اپنی ٹیبلز کے گرد کھڑے باتوں میں مصروف تھے۔ صباح کو سمجھ نہیں آیا کہ ہادی کسے دیکھ کر رکا تھا۔ اس نے چہرہ سیدھا کر لیا اور پھر ہادی کی سمت دیکھا۔ جس کا چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا۔

''بتایا نہیں آپ نے کیا ہوا...... کسے دیکھ لیا تھا۔''

''شہرین کا بھائی، بھابھی اور اس کی بہن کھڑے تھے پیچھے۔''

وہ دونوں دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ صباح نے اس کے چہرے سے نظر اٹھا کر بے ساختہ مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اس کی میزبان خاتون اور وہ تین لوگ انہی کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے مڑ کر دیکھنے پر سب نے گردنیں سیدھی کر لی تھیں۔

''کیا ہوا۔ رک کیوں گئی؟'' ہادی دروازے کھولے اس کا منتظر تھا لیکن وہ رک کر ادھر ہی دیکھے جا رہی تھی۔

شہرین کی بہن اب دوبارہ اسے ہی دیکھ رہی تھی اور صباح کو وہ آنکھیں بہت سرد لگی تھیں۔

''صباح چلو۔'' ہادی نے اس کا ہاتھ دبایا۔ صباح چونک کر ہوش میں آئی۔

''آں ہاں چلیں۔''

پھر گاڑی میں بیٹھنے تک دونوں کے بیچ خاموشی رہی۔

''آپ اس وجہ سے جلدی نکل آئے کہ وہاں شہرین کی فیملی تھی؟'' خاموشی میں صباح کی آواز ابھری۔

''نہیں۔ میں تو تمہاری وجہ سے آیا کہ تم کہہ رہی تھیں کہ بچے اکیلے ہیں۔''

''چلو جی۔ میں تو آپ کی وجہ سے کہہ رہی تھی کہ آپ نے کہا کہ ہم جاتے ہیں۔ میں نے سوچا آپ کے لیے کوئی سولڈ بہانہ ڈھونڈ لوں۔ پھر ویسے بھی مجھے ڈر لگ رہا تھا کہیں اس ڈھیٹ آدمی کو مار پیٹ نہ شروع کر دیں آپ۔ اس لیے میں نے سوچا بس گھر جائیں اب۔''

''یہ تو ٹھیک اندازہ لگایا تم نے۔ اس ڈھیٹ آدمی کی خاطر تواضع تو کرنی تھی میں نے لیکن وہاں نہیں۔ اور جب اسے معلوم تھا کہ تم میری بیوی ہو تو اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ تمہیں اس طرح سے ٹریٹ کرے۔''

''اب چھوڑیں اس بات کو۔ خواہ مخواہ بات بڑھ جائے گی۔''

''تم سے مشورہ نہیں مانگا میں نے۔''

صباح نے گھور کر اسے دیکھا۔

''میرے مشوروں کو مان کر اب تک کتنے نقصان اٹھائے ہیں؟'' وہ غصے سے گھورتی رہی۔ ہادی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صباح نے رخ سیدھا کر لیا۔

''سابقہ سسرال کو دیکھ کر بھاگے ہوں گے یقیناً۔''

ہادی نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پھر روڈ پر نگاہیں ٹکائیں۔

''فضول نہ بولا کرو۔ پچھلے تین سالوں میں اکثر کہیں نہ کہیں سامنا ہو جاتا ہے۔ دونوں ہی بزنس فیملیز ہیں۔ اور انہیں میں نے وہاں جاتے ہی دیکھ لیا تھا واپس آنا ہوتا تبھی آ جاتا۔ میں تو صرف اس لیے واپس آیا کہ تم بار بار کہہ رہی تھی کہ بچوں کے لیے جانا ہے۔''

''واہ! یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔'' صباح سن کر تلملائی۔ ''اور انہیں پہلے دیکھ چکے تھے تو اس وقت دیکھ کر کیوں رکے تھے؟'' اس نے جرح کی۔

''ویسے تم بچوں کی وجہ سے باؤنڈ ہو گئی ہو۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی گورنس رکھ لیتا ہوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے کسی گورنس کی۔ ویسے بھی بچے کسی اور سے نہیں سنبھلتے۔''

''خیر، اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ ویسے اتنا جلدی تو کوئی اور گورنس ملنا مشکل ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نا عاصمہ کو بلالیں ویسے بھی بچے اس سے بہت اٹیچ تھے۔'' ہادی کے لہجے میں شرارت تھی۔ صباح تڑپ کر پلٹی۔

''بڑی یاد آرہی ہے عاصمہ کی۔ اور بچوں سے اس کی اٹیچ منٹ تو کبھی تھی ہی نہیں۔ ہاں ان کے باپ سے ضرور تھی شاید اس لیے اس کی یاد آپ کے دل میں انگڑائیاں لے رہی ہے۔'' وہ کڑے تیوروں سے اسے گھور رہی تھی۔ ہادی نے مسکراہٹ ضبط کی ہوئی تھی۔

''لیکن میری بات یاد رکھیں، میرے گھر میں دوبارہ وہ عورت نظر آئی تو آپ کی خیر نہیں ہے۔ اتنی بے وقوف لگتی ہوں نا میں بچوں کو سنبھلوانے کے بہانے ایسی عورتیں گھر میں گھسا لوں گی اور اپنا شوہر انہیں دے دوں گی۔'' آخری بات آہستگی سے بڑبڑاہٹ کے انداز میں کہتی وہ کھڑکی کی طرف رخ پھیر گئی۔ یہ اور بات کہ ہادی سن چکا تھا اور اس کے بے ساختہ قہقہے نے صباح کو احساس دلایا کہ وہ کیا بول چکی تھی اور وہ ہادی نے سن بھی لیا تھا۔ بے ساختہ اس نے زبان دانتوں تلے داب لی۔

''اف۔'' ہادی مسلسل ہنس رہا تھا اور صباح نے غصے میں پلٹ کر دیکھا۔ ''کیا مسئلہ ہے کیوں ہنس رہے ہیں؟''

'' کچھ نہیں ہوا بس ایسے ہی ہنسنے کا دل چاہ رہا تھا۔'' وہ پھر سے ہنسنے لگا۔ صباح نے چہرہ پھر سے کھڑکی کی طرف کرلیا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ ہاں آسانیاں لوٹ رہی تھیں۔ زندگی کا حسن واپس آرہا تھا۔ خزاں پلٹ رہی تھی اور بہار......وہ دروازے پر دستک دینے کو تھی۔ اسے بہار کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹیں مچل مچل جاتیں۔ ہادی نے ایف ایم چلایا۔

''کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے......'' گاڑی میں آواز گونج اٹھی تھی اور پھر ہادی بھی ساتھ ہی گانے لگا۔ ''تجھے زمیں پہ بلا گیا ہے میرے لیے......''

صباح نے مسکراہٹ ضبط کر کے رخ اس کی طرف کیا۔ ''شرم نہیں آتی اس طرح کا گانا سنتے۔''

”نہیں آتی کیونکہ میں کھلم کھلا فلرٹ فرمانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

ضبط کے باوجود بھی اس کے ہونٹوں کے کناروں سے مسکراہٹ چھلک پڑی تھی۔

”انتہائی لوفروں والی حرکت ہے یہ۔اور خوبصورت لڑکیوں کو امپریس کرنے کی فضول کوشش۔“

......

صباح کی دوستوں نے اسے ایک آرٹ گیلری میں لگی تصویروں کی نمائش پر چلنے کا کہا۔وہ کون سی آرٹ کی دلدادہ تھی فٹ سے انکار کر دیا لیکن پھر ان کی ڈھیروں منت بھری گالیوں کے بعد تیار ہو گئی تھی کہ شوق ان میں سے بس ایک آدھ کو تھا۔باقی بس انجوائے منٹ کے لیے جانا چاہتی تھیں۔اس نے ہادی کو بتایا تھا اور بچوں کو شاکرہ کے حوالے کرتے آ گئی تھی۔شادی کے ان تین سالوں میں اس نے اس شہر کو گھوم پھر کر نہیں دیکھا تھا۔جس کی خوبصورتی کے لیے لوگ نجانے کہاں کہاں سے آیا کرتے تھے۔وہ دوستیں ہر ایک تصویر کے پاس رک کر اس کا بغور معائنہ کرتیں اور سمجھ نہ آنے پر اگلی تصویر کا رخ کرتیں کہ شاید وہ سمجھ آ جائے۔صرف سائرہ اور کشور کو ان تصویروں کی سمجھ آ رہی تھی باقی ان تینوں کے لیے وہ فضول سی تصویریں تھیں جن پر بہت غور کے بعد بھی انہیں اس کی تعریف کا کوئی پہلو نہ ملتا۔اور اپنے کمنٹس سے وہ ان کو تلملانے پر مجبور کر رہی تھیں۔

صباح بہت خوش تھی۔عرصے بعد وہ ایسے باہر نکلی تھی اور اس طرح ہنسی مذاق......اور پھر آتی بہاروں کی آہٹیں ابھی سے دل میں پھول کھلا رہی تھیں۔چہرہ کھلا کھلا سا لگتا۔بند ہونٹ بھی مسکراتے محسوس ہوتے اور اسے ہر دوسری بات پر بے ساختہ ہنسی آ جاتی۔محبت شاید دل میں اترتے ہوئے یونہی ہر موسم کو بہار کی شکل دے دیا کرتی ہے۔اس کا پہلا تجربہ تھا اور اس تجربے کے لیے وہ کتنا ترسی تھی یہ اسے ہی معلوم تھا۔

ایک تصویر کے گرد وہ پانچوں اکٹھے جا کھڑی ہوتیں تو رش سا لگنے لگتا اور پھر ان کے انہماک کو دیکھ کر انہیں وہاں سے ہٹنے کو کوئی نہ کہتا کہ چلو ہم بعد میں دیکھ لیں گے آرٹ لورز کو کیا ڈسٹرب کرنا۔اور ہر تصویر پر سب سے خوبصورت کمنٹس صباح کے ہی ہوتے۔

”یار! پچھلی سب تصویریں ایک طرف یہ ایک طرف......بہت اعلیٰ۔“ایک رنگوں بھری تصویر پر غور کے بعد صباح سب سے پہلے بول اٹھی۔کشور اور سائرہ کھل اٹھیں یہ پہلا اچھا کمنٹ تھا۔باقی دونوں نے صباح کو گھورا۔

”کیا علی……ذرا ہمیں بھی بتاؤ۔“

”بہت خوب۔“ صباح نے کہہ کر جیسے سر دھنا۔”یہ دیکھو، اتنے سارے رنگ ایک ساتھ کینوس پر بکھرے ہیں۔ایسے لگ رہا ہے کہ مصور بہت امیر تھا۔سارے رنگ خرید کر ایک ہی صفحے پر دکھا دیئے کہ دیکھو دنیا میں کتنے رنگ ہیں۔ان میں سے بہت سے شیڈز کے تو مجھے نام بھی نہیں آتے حالانکہ مجھے کلرز نیمز آتے ہیں۔“ صباح تصویر کو متاثر انداز میں دیکھتے ہوئے بولی۔چاروں کے ایک ساتھ قہقہے نکلے تھے کہ وہاں موجود لوگوں نے مڑ کر ادھر دیکھا تھا۔

”انتہائی خبیث ہو صباح……“ کشور ہنسی کے دوران بولی۔ان کے قہقہوں پر وہ خود بھی ہنسنے لگی تھی۔

”مجھے سچ میں اس تصویر سے یہی سمجھ آیا۔“ چند لمحوں بعد سب نے ان سے توجہ ہٹالی تھی۔وہ پانچوں اب اگلی تصویر کی جانب بڑھیں اور وہاں صباح کو اس پارٹی والی خواتین مل گئیں۔وہ دوستوں کو چند منٹ کا کہہ کر ان کی بڑھی۔

”السلام علیکم۔کیا حال ہیں۔“ اس نے مشترکہ سلام کر کے پارٹی کی میزبان خاتون سے مسکرا کر پوچھا۔

”واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز مسز ہادی۔کیسی ہیں آپ؟“

”میں ٹھیک ٹھاک۔آپ سنائیں۔“ صباح نے ان کے ساتھ کھڑی خواتین پر ایک نگاہ دوڑائی۔اس ڈھیٹ آدمی کی بیوی بھی تھی اور شہرین کی بہن۔وہ اسے دیکھتے تنفر سے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔صباح کی جوتی کو بھی پرواہ نہیں تھی۔

”مسز ہادی! آپ کو تو لوگوں کو متوجہ کرنے کا فن آتا ہے جہاں بھی جاتی ہیں چند لمحوں میں سب کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں۔“ ڈھیٹ آدمی کی بیوی نے اس پر طنز کیا تھا کہ اس دن پارٹی میں بھی اس کی وجہ سے سب دیکھنے لگ گئے تھے اور آج اس کی اونچی آواز میں کیے تبصرے پر پڑنے والے قہقہوں نے سب کو اس کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔صباح اس کا طنز سمجھ گئی تھی۔

”جی پرسنیلٹی چارم……کرزمہ۔“ صباح نے دل جلاتی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

”آہمم۔“ ایک خاتون نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"اور سنائیں بچے ٹھیک ہیں آپ کے۔" دوسری خاتون نے پوچھا۔

"جی۔ اب تو احد ماشاءاللہ سے سکول جانے لگا ہے۔"

"جی میرا بیٹا بھی اسی کلاس میں پڑھتا ہے۔ ایک بار ہادی احد کو چھوڑنے آیا تھا سکول تو وہیں ملاقات ہوئی تھی۔ بہت ذہین بچہ ہے۔"

صباح مسکراتی رہی۔

"کبھی آئیں نا ہماری طرف۔ آپ تو بالکل بھی سوشل نہیں لگتی ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ بس بچوں کے ساتھ مصروف رہتی ہوں۔"

"تو گورنس کیا کرتی ہے۔ بچوں کو ان کے حوالے کر کے ذرا باہر نکلا کریں۔"

صباح کو ہنسی آ گئی۔

"آپ کی بات سن کے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں خدانخواستہ کسی قید میں رہتی ہوں۔ اور بچوں کو گورنس کے حوالے تو کبھی نہ کروں۔ ایک ماں کے لیے اس کے بچوں سے بڑھ کر اور کون سی مصروفیت اچھی ہو سکتی ہے۔"

"ٹپیکل مڈل کلاس عورت۔" ڈھیٹ آدمی کی بیوی نے استہزائیہ کہا۔

"جی روایتی عورت۔" صباح نے مسکرا کر اس کی طرف رخ کیا۔ "جو صبح اپنے بچوں کے ناشتے سے لے کر ان کا ہر کام خود کرتی ہے۔ ویسے کچھ عورتوں کو عادت ہوتی ہے نا اپنے بچے نوکروں کے حوالے کر کے اپنی آزاد زندگی گزارنا۔ اور پھر ایک وقت آتا ہے ان کے بچے بہت سے ذہنی مسئلوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔" صباح نے خوب ٹھنڈا کر کے مارا تھا۔ "میری دوستیں میرا انتظار کر رہی ہیں۔ پھر ملاقات ہو گی۔" وہ مشترکہ الوداعی انداز میں کہتی مڑی۔

"دیکھیں تو، اچھی ماں ہونے کا درس کون دے رہا ہے جو خود ایک سوتیلی ماں ہے۔ ہونہہ۔"

صباح جھٹکے سے مڑی اور شعلہ بار نگاہیں اس پر گاڑیں۔

"کمال ہے، مجھے طعنہ وہ سگی ماں دے رہی ہے جو اپنے بچوں کو صرف گڈ مارننگ گڈ نائٹ ہی کہتی ہے۔ اس کے علاوہ تو اسے فرصت کم ملتی ہے کہ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ سکے۔ ہاں کسی اور اچھی ماں کا سن کر اسے حسد ضرور

ہوتا ہے۔'' وہ چھوٹے قدم اٹھاتی عین اس کے چہرے کے برابر آکھڑی ہوئی اور اسے مسلسل گھورتی رہی۔

''کیا ہو گیا ہے مسز ہادی۔ جانے دیں۔'' ایک خاتون نے اس کے تیور دیکھ کر دھیمی آواز میں کہا۔ صباح گہرا سانس لیتی پیچھے ہٹی اور بنا مسکرائے پلٹ گئی۔

''اف! بالکل ہادی ارتضیٰ کے جیسی ہے ایک جیسے مغرور غصے کے تیز اور......'' مڑتے ہوئے صباح کے کانوں میں یہ باتیں پڑی تھیں وہ سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی تھی۔

۞......۞......۞

یہ ہفتے کی کھلتی شام کا ایک منظر تھا۔ صباح نہا کر گیلے بال لیے پچھلے لان میں آگئی تھی۔ بچے شاکرہ اور نصیبو کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ وہ موبائل لیے ایک جانب رکھی کرسیوں میں سے ایک کو کھینچتی بیٹھ گئی۔ کھیلتی ہوئی نورِعین نے اسے دیکھ کر دور سے ہاتھ ہلایا۔ صباح نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ وہ پھر سے کھیل میں لگ گئی۔ صباح واٹس ایپ پر بہنوں کے آئے میسجز دیکھنے لگی۔ ان چاروں بہنوں نے ایک گروپ بنا رکھا تھا۔ وہ میسجز دیکھ کر مسکراتے چہرے کے ساتھ تیزی سے ٹائپ کرتی جا رہی تھی۔ وہ جس کرسی کے نیچے بیٹھی تھی عین اس کے اوپر بوگن ویلیا کی ایک شاخ تھی جو پھولوں سے لدی تھی۔ ہلکی سی ہوا چلتی تو کئی پھول اس پر آگرتے۔ کچھ اس کے گیلے بالوں میں اٹک جاتے کچھ نیچے گر جاتے۔ اس نے لمبے بالوں کو کرسی کے پیچھے کیا ہوا تھا۔ یوں وہ ہوا کے ساتھ حرکت میں آجاتے اور ان کی نمی اور کم ہو جاتی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ لکھتے ہوئے گاہے بگاہے بچوں پر بھی نظر ڈال لیتی۔

''سلام۔'' ہادی نے اس کے کان کے قریب آکر سرگوشی کی۔ وہ ڈر کر اچھلی اور ہاتھ میں پکڑا موبائل نیچے جا گرا۔

''اف! ڈرا دیا مجھے۔''

وہ ہنستا ہوا اس کی قریبی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

''سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔''

صباح نے اسے گھورتے ہوئے نیچے گرے موبائل کو اٹھایا۔

’’میں نے دل میں دے دیا تھا۔‘‘ موبائل کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ہادی اسے اسی طرح دیکھتا رہا۔ وہ جھنجھلائی لیکن ظاہر نہیں کیا کیونکہ جب ہادی سے کہتی تو اس کے قہقہے ہوتے اور بہت سے ایسے جملے جو صباح کا چہرہ سرخ کر دیتے۔

’’باس جو ہیں تو جب دل چاہے گا آفس چھوڑ کر آ جائیں گے۔‘‘ صباح نے اس کا دھیان بٹانا چاہا اور بہنوں کو ہادی کا بتاتے موبائل رکھ دیا تھا۔ ہادی بنا جواب دیئے اسے دیکھتا رہا۔ محبت بھری نظروں سے اور صباح کی زبان میں لوفروں والی نظر میں۔ پھر صباح کے گھورنے پر زبان کو زحمت دی۔

’’دل نہیں لگ رہا تھا۔ تمہاری یاد آ رہی تھی۔‘‘ آخری بات اس نے شرارتی انداز میں کہی تھی۔ صباح نے مسکراہٹ روکنے کو اوپری لب کو دانتوں تلے دبایا اور سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔

’’ہاں، یاد آیا تم نے واثق علی کے بیٹے سے کیا کہا تھا؟‘‘ ہادی کچھ یاد آنے پر سیدھا ہوا۔

’’کون واثق علی؟‘‘ صباح نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

’’جس پر تم نے جوس گرایا تھا۔‘‘

’’اچھا ہاں، وہ ڈھیٹ آدمی؟‘‘

صباح کی بات پر وہ ہنسا۔ ’’ہاں وہی۔‘‘

’’ڈھیٹ آدمی کی بیوی بھی اس کے جیسی ہے۔ یاد ہے کچھ دن پہلے میں ایک آرٹ گیلری میں گئی تھی۔‘‘

’’ہاں۔‘‘

‘آگے صباح نے مختصراً بتایا۔

’’تو ان باتوں کا اس سے کیا تعلق؟‘‘ ہادی الجھا۔

’’اس ڈھیٹ آدمی نے آپ کو کیا بتایا۔‘‘

ہادی بتاتے ہوئے رکا۔

’’پہلے تم پوری بات بتاؤ۔‘‘

اس وقت ایک تیز جھونکے نے اس کے سر پر پھولوں کی بارش کر دی تھی۔ کچھ پھول ہادی پر بھی آ گرے

تھے۔ ہادی نے اس کے بالوں میں اٹکے چند پھول چن کر ہتھیلی میں رکھنے شروع کیے۔ وہ بولتی رہی۔

”ڈھیٹ آدمی کا ایک بیٹا احد کا کلاس فیلو ہے بلکہ دوست۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ احد جس دوست کا بتاتا ہے وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پتہ بھی ہوتا تو بچے سے کیا مسئلہ ہو سکتا تھا مجھے۔ لیکن اس دن والی باتوں کے بعد مسز ڈھیٹ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آپ کے دوست احد کی مما اس کی سوتیلی اماں ہیں اور وہ بہت گندی ہیں۔ پتہ نہیں اور کیا کیا کہا لیکن احد نے مجھے بس یہی دو باتیں بتائیں۔ تو احد سکول سے آنے کے بعد سارا دن کمرے میں گھسا رہا۔ میرے بلانے پر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ میں پریشان ہو گئی تھی کیونکہ آج تک تو کبھی بچوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ تنگ آ کر میں نے اسے اپنی گود میں بٹھایا تو بے تحاشا رونے لگا اور پوچھنے پر یہی بتایا۔ اس لمحے میرا دل چاہا کہ اس عورت کو گولی سے اڑا دوں۔ پتہ نہیں لوگوں کو کسی کے گھر کا سکون برداشت کیوں نہیں ہوتا۔ احد کو اتنا بہلاتی رہی، اسے سمجھاتی رہی تب جا کر اس کی طبیعت سنبھلی۔“

صباح کی آنکھوں میں پھر سے وہی منظر تازہ ہوا تھا۔ احد رو رو کر نڈھال ہو رہا تھا۔

”وہ کہتا ہے آپ میری مما نہیں ہیں۔“ اس کا رونا صباح کے دل کو چیر رہا تھا۔

”اور اسے کیسے پتہ؟“

”اس کی مما نے اسے کہا۔“

”ان کی مما نے مجھ سے جھگڑا کیا تھا کچھ دن پہلے کیونکہ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو ناشتہ بنا دیں۔ آپ کو پتہ ہے ان کے سرونٹ ان کا کام کرتے ہیں ان کی مما تو ان کے سکول ٹائم سوئی رہتی ہیں۔ وہ خود تو اپنے بچوں کا خیال نہیں رکھتی ہیں جب میں نے بتایا کہ میرے بچے تو اتنے اچھے ہیں اور میں ان کا اتنا خیال کرتی ہوں تو وہ جیلس ہو گئیں اور اس لیے انہوں نے غصے میں یہ سب کہا۔“ صباح ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے الفاظ کتنا اثر کر رہے ہیں۔

”آپ سے کوئی بھی کہہ دے کہ میں آپ کی مما نہیں تو آپ مان لیں گے؟ مجھے اگر کوئی کہے کہ آپ میرے بیٹے نہیں ہیں میں اس سے کبھی بھی بات نہ کروں۔“ اور پھر احد اس کے گلے لگ گیا تھا۔ صباح نے سکھ بھری سانس لی تھی۔ دنیا میں ایسے خبیث لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جن کا آپ کی زندگی سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا لیکن

وہ اپنے حسد سے مجبور ہو کر آپ کی زندگیوں میں زہر گھول دیتے ہیں۔ پھر صباح نے اسے کہا تھا کہ وہ اپنے دوست کو سنڈے اپنے گھر بلائے۔ بنا یہ بتائے کہ وہ اپنی مما کو اس کی باتیں بتا چکا ہے اور پھر صباح نے بہت محبت سے اس بچے سے یہی کہا تھا۔ ''آپ کی مما ڈاکٹر ہیں؟ ان سے پوچھئے گا کہ جب احد پیدا ہوا تھا تو کیا وہ میرے ساتھ تھیں؟'' یہ دو جملے ہی اس عورت کے لیے کافی تھے۔ اگر جو ذرا سی عقل ہوئی تو سنبھل جائے گی۔'' صباح نے بتا کر کندھے اچکائے۔

''تم نے اس بچے سے واقعی یہی کہا تھا؟'' ہادی منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔ صباح نے کندھے اچکا دیئے۔

''مجبوری تھی۔ ایسی وارننگ دینی پڑی ورنہ میں بچوں کو نشانہ نہیں بناتی۔ اور پھر میرا نشانہ صحیح لگا۔ اسی دن شام کو کال کر کے مسز ڈھیٹ نے کافی بھڑاس نکالی کہ میرے بیٹے کو اس سب میں انوالو نہ کریں۔'' وہ تلخی سے ہنسی۔ ''اور ہمارے بیٹے کو کر رہی تھیں وہ۔''

''وہی کہا میں نے۔ آگے سے کہتی ہیں مسز ہادی مجھ سے دشمنی مول نہ لیں میں ناگن ہوں۔ اور میں نے کہا آپ ناگن ہیں تو یقین کریں میں بھی ایسی نیک نہیں ہوں کہ آپ ایک بار ڈسیں گی تو اگلی بار خود پیش ہو جاؤں۔ میں بھی ہاتھ میں ڈنڈا لے کر ناگن کا سر کچل دوں گی۔''

ہادی کا اس بار قہقہہ بلند ہوا۔ صباح بھی ہنسنے لگی۔ ہادی کافی دیر ہنستا رہا۔

''کیا چیز ہو تم یار۔'' پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔ ''بچوں کو شہرین کا نہیں پتہ کیا؟ میرے کمرے میں تصویریں لگی ہوئی ہیں اور ان کے اپنے کمرے میں بھی۔''

''وہ تصویر والی آنٹی بابا کی بیسٹ فرینڈ تھیں جو اَب نہیں رہیں۔'' صباح کہہ کر ایسے مسکرائی جیسے کوئی خبر پڑھ کر سنائی ہو۔ ہادی نے لب بھینچ کے چہرے کا رخ موڑ لیا اور بچوں کو دیکھنے لگا۔

''اگر جو یہ بات ناگوار لگی ہے تو یاد رکھیں میں نے یہ بچوں کے لیے کیا ہے بچوں کے لیے واحد ماں باپ ہی ہونے چاہئیں ورنہ ان کے دل و ذہن ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور میں نہیں چاہتی کہ میرے بچے ٹوٹی پھوٹی شخصیت کے مالک ہوں۔ جب وہ بڑے ہو جائیں گے میں انہیں خود بتا دوں گی۔ اس دن احد کی حالت

میں نے دیکھی تھی میں پھر کبھی ایسا رسک نہیں لینا چاہتی۔'' وہ ہموار لہجے میں بولی۔ ہادی نے بچوں سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔

''یقیناً اچھا ہی سوچا ہے تم نے لیکن کوشش کرنا ان کی ماں سے انہیں جلد متعارف کروا دو تا کہ اپنی ماں کے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔''

اتنے چھوٹے بچے کیسے صدقہ جاریہ بن سکتے تھے۔ صباح نے نہیں پوچھا۔ بس ایک تکلیف کی لہر اٹھی تھی اور پھر دب گئی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ ہر بات کو جھٹکتی مسکرائی۔ ہادی بھی مسکرا دیا۔ کاش کہ وہ بتا سکتی کہ یہ اس کے لیے کتنا تکلیف دہ تھا کہ وہ اس کے بچے نہیں تھے۔ انہیں پالتے وہ تو یہ بھول ہی گئی تھی اور آج یاد آنے پر کیسی تکلیف سی اٹھی تھی۔ ٹھیک ہے وہ اس کی اولاد نہیں تھے لیکن کوئی اور تو یہ نہ کہے نا۔ وہ سر کو دائیں بائیں کرتی اس بات کو جھٹکنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کہاں؟'' ہادی نے پوچھا۔

''واک کرتی ہوں۔''

ہادی بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔

''تمہیں پتہ ہے تم میری آئیڈیل ہو۔''

''اس دن ایک خاتون کہہ رہی تھیں کہ بالکل اپنے شوہر کی طرح ہے صباح۔ سڑیل۔ میں نے کہا نہیں میں بہت خوش اخلاق ہوں۔''

دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اب اس کے کچھ بال سوکھے تھے اور اندر سے کچھ گیلے رہ گئے تھے۔ صباح نے اڑتے بالوں کو چہرے سے پیچھے کیا۔

ایک تو تم خواتین......'' ہادی نے اس کی بات پر منہ بنایا۔

''یہ خاتون کسے بولا آپ نے؟'' صباح نے کڑے تیوروں سے پوچھا۔

''آپ محترمہ کو۔''

”میں لڑکی ہوں۔“

”میں پہلی لڑکی دیکھ رہا ہوں جو دو بچوں کی اماں بھی ہے۔“

”اور جب تک میرے بچوں کی شادیاں نہیں ہو جاتیں میں نے لڑکی ہی رہنا ہے۔“

ہادی کا قہقہہ بلند ہوا۔ صباح ایسے بنی رہی جیسے بہت کام کی بات کی ہو۔

”آئی لو یو یار۔“

”کمینہ......“

ہادی پھر ہنسنے لگا۔

”لڑکی مان لو سچی محبت کرنے لگا ہوں تم سے۔“

”آپ کہیں گے اور میں مان لوں گی اور ویسے بھی آپ کو ہوئی ہے مجھے نہیں۔“ اس نے بے نیازی سے کہا۔

”ہاں بھئی، محبوب ظالم نہ ہو تو کیسا محبوب ہوا۔“ ہادی نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ ایک تیز جھونکے نے صباح کے بالوں کو پھر سے بکھیر دیا تھا۔

”اف۔“ صباح نے جلدی سے چہرے پر آئے بال ہٹائے۔ کچھ لٹیں پھر سے چہرے پر بکھر گئیں۔ اس بار ہادی نے چلتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ان لٹوں کو کان کے پیچھے کیا۔ صباح جھجک گئی تھی اور ایک دم سے اسے دیکھا۔

”اسباب محبت پیدا کر رہا ہوں۔ تاکہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو۔“

وہ رخ پھیر گئی۔ ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے کی کیفیت گم ہونے لگی تھی۔ پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑے واک کرتا رہا اور صباح نے یوں ظاہر کیا تھا کہ اسے پتہ ہی نہیں کہ اسباب محبت میں کیا ہو رہا ہے۔

......

احد کی فرمائش پر سپیکیٹیز کی تیاری کی جا رہی تھی۔ دونوں بچے کچن میں بیٹھے پٹر پٹر بولے جا رہے تھے۔ صباح مسکراتے ہوئے ان کی باتوں کو سن رہی تھی بیچ میں ایک آدھ لقمہ بھی دے دیتی۔ تبھی نصیبو افتاں و خیزاں دوڑی چلی آئی۔ صباح نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔

”کیا ہوا نصیبو۔“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”وہ جی بیگم صاحبہ......“ وہ پھولی سانسوں کے ساتھ بولی پھر بچوں پر نگاہ پڑتے خاموش ہوگئی۔ صباح نے مڑ کر ہاتھ دھوئے اور اس کے قریب گئی۔

”جی اب بتائیں۔ کیا ہوا؟“

”وہ جی میڈم شہرین کی چھوٹی بہن آئی ہیں۔ انہوں نے کہا بچوں کو لے آؤ ان سے ملنے آئی ہوں۔“ نصیبو سراسیماں سی تھی۔ جانے کیوں۔ صباح کے ماتھے پر بل پڑے۔

”ٹھیک ہے۔ تم چلو بچوں کو لے کر، میں آ رہی ہوں۔“

”وہ جی اس نے کہا میں تمہاری بیگم صاحبہ کو نہیں دیکھنا چاہتی۔ مجھے اپنے بھانجوں سے ملنا ہے۔“ نصیبو نے من وعن اس کا پیغام دہرایا۔ صباح کی پیشانی شکنوں سے بھر گئی۔

”تم چلو، میں آ رہی ہوں اس کے بھانجوں کو لے کر۔“ پھر بچوں کی طرف مڑی۔ جو اپنی بحث میں لگے تھے۔

”احد، نورِعین! آج آپ کے لیے سرپرائز ہے۔ کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔“

بچے سن کر خوشی سے کھڑے ہوگئے۔

”کیا دادو اور پھپھو آئی ہیں۔“ دونوں نے پرجوش انداز میں پوچھا۔

”نہیں آج آپ کی خالہ آئی ہیں آپ سے ملنے۔“

وہ خوشی سے نعرے لگاتے کچن سے باہر بھاگے۔ صباح بھی ان کے پیچھے باہر گئی۔ اس کے ڈرائنگ روم تک داخل ہونے سے پہلے وہ اپنی خالہ کے گلے لگ چکے تھے۔ صباح کے لبوں کو مسکراہٹ چھو گئی۔ اس کے شرارتی بچے۔ خالہ بھی دونوں کو ساتھ لپٹائے خوب پیار کرتی رہی۔ صباح چلتے ہوئے عین اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی کیونکہ وہ صباح کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی اور صباح۔ اماں نے کہا تو تھا وہ الٹی کھوپڑی تھی۔ شہرین کی بہن سے کس نے کہا تھا کہ وہ اس کے گھر میں آ کر یہ کہتی کہ اسے صباح کو نہیں دیکھنا۔

”مجھے کچھ دیر کے لیے بچوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیں۔“ خالہ صاحبہ نے نصیبو اور شاکرہ کو دیکھ کر کہا۔ حالانکہ

یہ صباح کے لیے کہا گیا تھا لیکن صباح اسی طرح مسکراتے ہوئے ان تینوں کو دیکھتی رہی۔نصیبو اور شاکرہ نے صباح کو دیکھا تو اس نے سر ہلا کر جانے کا کہا اور خود مسکراتے ہوئے بچوں کے پرجوش چہرے کو دیکھتی رہی۔خالہ صاحبہ نے اس کی موجودگی پر ناک چڑھا کر ہونہہ کیا۔

''جاہل لوگ پرائیویسی کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔''اس نے واضح کر کے کہا تھا۔

''جاہل لوگ گھر آئے مہمان کی عزت کرتے ہیں ورنہ پرائیویسی کا مطلب سمجھانا اتنا بھی مشکل نہیں۔'' صباح نے کہہ کر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔خالہ صاحبہ دل مسوس کر رہ گئیں۔صباح سے ڈائریکٹ بات نہیں کی تھی لیکن اتنا تو پتہ تھا ہادی کے جیسی ہی ہے ایک کی دس سنا دے گی۔لہٰذا خاموشی میں عافیت تھی۔صباح نے نصیبو کو آواز دے کر بلایا تھا کہ مہمان کی خاطر مدارت کا انتظام کیا جائے لیکن اس نے نصیبو کی طرف رخ کر کے منع کر دیا تھا۔صباح نے کندھے اچکا دیئے۔جیسے آپ کی مرضی اور صباح سے بول چال سے تو خالہ کا ایسا پرہیز تھا کہ جیسے حرام ہو۔پھر آدھے گھنٹے بعد خالہ صاحبہ نے رخت سفر باندھا تھا۔صباح بچوں کے ساتھ ہی رہی۔

جب ہادی گھر آیا تو صباح نے شہرین کی بہن کا بتایا۔

''کون،عائشہ آئی تھی؟''اس نے ایک دم پلٹ کر پوچھا۔

''نام کا تو پتہ نہیں لیکن اس دن پارٹی میں بھی تھی۔''

''ہاں اسی کا نام عائشہ ہے۔کیوں آئی تھی؟''

''اسی کو پتہ۔لیکن کہا یہی کہ بھانجوں کی یاد نے بے کل کر رکھا تھا اسی لیے دوڑی چلی آئی۔''

ہادی کے ماتھے کی تیوریاں ایک دم سے گم ہوئی تھیں وہ ہنس دیا۔صباح کے دلچسپ طنزیہ جملے۔

''پھر آتے ہی فرمائش کی کہ بچوں کے ساتھ پرائیویسی مہیا کی جائے تو میں نے نصیبو اور شاکرہ کو باہر بھیج دیا۔''

ہادی بے اختیار ہنس دیا اور کتنی ہی دیر ہنستا رہا۔

''اف صباح اف...... یار کیا چیز ہو تم۔''

صباح نارمل انداز میں اسے ہنستا دیکھتی رہی۔

”میں تو تمہارا فین ہو گیا ہوں۔اتنی سخت قسم کی پرائیویسی مہیا کرنے پر۔“

اب کی بار صباح کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آئی۔

”ہاں تو اتنا عرصہ بچوں کی یاد نہیں آئی اب آ کے کہتی ہیں کہ بچوں کے بغیر سانس لینا بھی مشکل تھا۔میں بے وقوف تو نہیں ہوں کہ پھر ان کے ساتھ بچوں کو اکیلا چھوڑ دوں اور ان کی پرائیویسی کی خواہشات کا احترام کروں۔“

ہادی اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”شادی کے بعد عائشہ اور اس کی اماں شہرین کو ملنے آئی تھیں۔آئیں تو میری غیر موجودگی میں تھیں لیکن شہرین نے بتا دیا تھا۔تو انہیں لگتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ کہ وہ شہرین کو ایک بار نہیں کئی بار ملنے آتی رہی ہیں۔یہ نہیں معلوم کتنی بار ملیں لیکن جب بھی ملیں شہرین کے ابا، بھائی شہر سے باہر ہوتے یا ملک سے باہر۔“

صباح نے سن کر سر ہلایا۔

پھر دو دن ہی گزرے ہوں گے کہ شام کے وقت شہرین کی اماں اور بہنیں آ گئی تھیں۔بچوں سے ملنا تھا۔ان تینوں خواتین نے صباح کو ایسے نظر انداز کر دیا تھا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔شہرین کی ماں بچوں کو ساتھ لگائے کتنی ہی دیر روتی رہیں۔جو بھی ہو وہ ان کی مری ہوئی بیٹی کی اولاد تھے۔صباح خاموشی سے اٹھ آئی تھی۔صباح نے یہی سوچ کر انہیں ڈرائنگ روم میں بچوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیا تھا۔لیکن کچھ ہی دیر گزری ہوگی وہ تینوں بچوں کو لیے گھر کے کونے کونے کا وزٹ کرنے لگیں۔ان کے گھر کا ڈرائنگ روم گھر کے انٹرنس ڈور سے آگے تھا اور وہاں سے گھر کی اندرونی عمارت نظر میں رہتی تھی۔

صباح جو ڈرائنگ روم سے باہر بیٹھی تھی حیرت سے انہیں ہر کمرے میں انسپکشن کرتا دیکھتی رہی۔کوئی بڑی ہی مستعد قسم کی انسپکشن ٹیم تھی۔ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر غور کر کے تبصرے کر رہی تھی۔نصیبو اور شاکرہ بھی اپنے کام روکے انہیں دیکھتی رہیں۔نصیبو کو صباح پر ترس آیا وہ بے چاری اکیلی تھی۔شہرین کی ماں بہنوں کے مزاج وہ دونوں جانتی تھیں۔شاکرہ اور اس نے ایک دوسرے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اظہارِ افسوس کیا۔اگر جو یہ بچوں کے بہانے سے اس گھر میں آنا جانا رکھتیں تو صباح کا اس گھر میں سکون سے رہنا بہت مشکل تھا۔صباح غصے

کی تیز تھی۔ اکثر ہر بات کا جواب بھی موجود ہوتا تھا لیکن وہ چالاک نہیں تھی۔ اس قسم کی سیاست کا مقابلہ وہ شاید نہ کر پاتی۔

سارے گھر کی انسپکشن کے بعد اب وہ ٹیم ہادی کے بیڈ روم میں داخل ہو گئی اور صباح جو حیرت کا مجسمہ بنی ان کی حرکتیں دیکھ رہی تھی ایک دم سے ہوش میں آئی۔ اور ان کے پیچھے گئی۔

''معاف کیجیے گا لیکن یہ ہمارا بیڈ روم ہے۔''

لیکن انہوں نے معاف نہیں کیا۔ تینوں آگے پیچھے بیڈ روم میں داخل ہو گئیں۔ صباح کا منہ کھلا۔

''پاگل ہیں کیا یہ......'' پھر منہ بند کرتی کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ تینوں کمرے میں لگی ہادی اور شہرین کی تصویروں کو دیکھ کر یوں خوش ہو رہی تھیں جیسے کوئی خزانہ ہاتھ لگا ہو۔

''ہادی بھائی آج بھی شہرین آپی سے محبت کرتے ہیں۔'' اس کی چھوٹی بہن نم آنکھوں سے ایک تصویر کو دیکھتے خوشی سے بولی۔ صباح کا دل دھک سے رہ گیا۔

''ہاں۔ گھر کی ہر چیز ویسے ہی رکھی ہے جیسے شہرین آپی کے ہوتے تھی۔ ایسے لگتا ہے جیسے وہ اس گھر سے کہیں گئی ہی نہیں۔''

کوئی صباح سے پوچھتا یہ گفتگو کیسے اس کے دل کو تکلیف کے نئے سبق سے روشناس کروا رہی تھی۔

''یہ آج بھی میری بیٹی کا گھر ہے۔ اور ویسے بھی دونوں کی محبت کی شادی تھی۔ ہادی نے ثابت کر دیا اس نے میری بیٹی سے سچی محبت کی تھی۔'' شہرین کی ماں بولی۔ وہ تینوں مختلف تصویروں کے آگے کھڑی تھیں۔

''مما'' نورِعین جو خالہ کے پاس تھی، صباح کی جانب بازو پھیلائے۔ وہ اس سے زیادہ دیر اس سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ صباح نے آگے بڑھ کر اسے اس کی خالہ سے لینا چاہا۔ تینوں نے مما کی پکار پر اسے دیکھا تھا۔ صباح سنجیدگی سے اسے لیے ایک طرف ہوئی۔

''مما خالہ نے کہا ہے کہ وہ ہمیں پلے لینڈ لے کے جائیں گی۔ بہت انجوائے کریں گے۔ مما آپ کو پتہ ہے ہمارے بہت سارے کزنز ہیں۔ آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔'' احد کو اس کی نانی نے اٹھایا ہوا تھا۔ وہ پرجوش سا صباح کو دیکھتے بول رہا تھا۔

’’ہونہہ مما۔‘‘اس کی نانی نے منہ کے زاویے بگاڑے تھے۔

’’مجھے خود بھی نہیں پتہ تھا۔‘‘ صباح نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا تھا۔

’’بے چارے میرے بچے، کوئی تربیت کرنے والا ہوتا تو بتاتا ہر ایری غیری عورت ماں نہیں ہوتی۔‘‘ اس کی نانی صباح کو دیکھتے بڑبڑائی کیونکہ مقصداً سے سنانا تھا اور اس نے سن لیا تھا۔ صباح ان عورتوں کے سامنے کوئی ری ایکشن نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس نے چہرہ سپاٹ کیے رکھا۔ ایک دل چاہا باہر چلی جائے لیکن انہیں اس کمرے میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی ان سے کیا بعید کہ وہ وارڈ روب کھول کر بیٹی کے کپڑوں کی یاد تازہ کرنے لگ جاتیں۔

’’مما! جو نانو ہوتی ہیں وہ مما کی مما ہوتی ہیں اور خالہ مما کی بہن۔‘‘ احد بولا۔ بچوں کے لیے رشتے نئے تھے تو وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ صباح نے بمشکل مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

’’تو نانو آپ کی مما ہیں۔‘‘

نانو مما بچپن میں کیسی تھیں۔‘‘ نورِعین نے پوچھا۔

’’تمہاری مما بہت اچھی اور بہت پیاری تھیں۔ ان سے تو کوئی نہیں مل سکتا بھلے لاکھ کوششیں کر لے۔‘‘ نانو نے مسکرا کر جواب دیا۔ صباح خاموشی سے سنتی رہی۔ پھر بہت دیر بعد وہ تینوں وہاں سے نکلی تھیں۔ بچوں کو پیار کر کے وہ ان سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی تھیں۔ صباح کا دل ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ دماغ میں بار بار ان کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔ نصیبو اور شاکرہ نے اس کی سنجیدگی کو غور سے دیکھا تھا لیکن خاموش رہی تھیں۔

رات کو ہادی گھر آیا تو صباح کو اتنا سنجیدہ دیکھ کر حیران ہوتا رہا۔ اب تو وہ ہر وقت اچھے موڈ میں ملتی اور ہمہ وقت ہونٹوں پر سجی خوبصورت مسکراہٹ۔ ایک دو بار اشاروں کنائیوں میں پوچھا۔ صباح نے نفی میں سر ہلا دیا۔ بچوں کی وجہ سے وہ کھل کر کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ پھر بچوں نے بتایا کہ آج ان کی دو خالائیں اور نانو آئی تھیں۔

’’بابا! ہمیں تو پتہ بھی نہیں تھا ہماری نانو ہیں۔ نانا ہیں۔ خالہ ماموں اور اتنے کزنز۔ بابا وہ پہلے ہمارے گھر کیوں نہیں آتے تھے۔ ہم کیوں نہیں جاتے تھے۔‘‘ احد سوال پوچھ رہا تھا۔ صباح کو ہادی کے جواب میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔ وہ دھیان بٹانے کو ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ روز رات کو صباح لازمی بچوں کو باپ کے ساتھ

بٹھاتی تاکہ بچوں کو باپ سے بھی اٹیچ منٹ ہو اور ہادی بھی اولاد سے اٹیچ ہو۔ یہ روٹین صباح نے اپنی ساس کے وزٹ کے بعد بنائی تھی جو ابھی تک قائم تھی۔ ہادی اور نورِعین مل کر اس سے ڈھیروں باتیں کر رہے تھے۔

صباح چینل پر چینل تبدیل کر رہی تھی۔ پتہ نہیں یہ کیبل والے کچھ اچھا کیوں نہیں چلاتے۔ ہادی بچوں کو جواب دیتے گاہے بگاہے اسے بھی دیکھ رہا تھا۔ پھر بچوں کے سونے کا ٹائم ہوا تو صباح انہیں کمرے میں لے آئی۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ جا کر سوئے تھے۔ ہادی نے کافی دیر بعد اس کے کمرے میں جھانکا۔ بیڈ پر آلتی پالتی مارے وہ سوچوں میں گم نظر آئی۔ دونوں بچے اس کے دائیں بائیں سو رہے تھے۔ ہادی نے ہلکا سا دروازہ کھٹکایا۔ صباح نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر دوبارہ سے اسی طرح سر جھکا گئی۔ ہادی کو تشویش ہوئی۔ وہ اندر آیا اور بیڈ کے دائیں جانب رکھے صوفے پر بیٹھا۔

''ادھر آجاؤ۔'' ہادی نے بیٹھ کر اسے بلایا۔ صباح نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''یہیں ٹھیک ہوں۔''

''صباح کیا ہوا ہے؟ تمہارا رویہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔'' دونوں کہنیاں گھٹنوں پر ٹکاتے وہ اس کی طرف جھکا۔

''کچھ خاص نہیں۔'' وہ گہری سانس بھرتی بولی۔ ہادی دیکھتا رہا۔ ''یہ گھر شہرین کی پسند پر بنا تھا؟'' بالآخر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولی۔

''نہیں یہ گھر پہلے سے بنا ہوا تھا میں نے خرید کے اسے فرنشڈ کروایا تھا۔'' ہادی کو اس کے سوال نے الجھایا تھا۔ بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات تھی۔

''یعنی شہرین کی پسند پر۔'' صباح نے اسے غور سے دیکھا۔

''نہیں، میں گھر فرنشڈ کروانے کے بعد شہرین کو اس گھر میں لایا تھا۔ اس گھر کی ہر چیز میں نے خود پسند کی ہے کیونکہ مجھے بہت کم کسی اور کی پسند کی چیزیں پسند آتی ہیں۔ شہرین کو پتہ تھا اور اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔''

صباح نے ہولے سے سر ہلایا۔

"کیا آپ کا کبھی شہرین سے جھگڑا ہوا تھا؟" یہ سوال پہلے والے سے زیادہ عجیب لگا تھا اسے۔ کہاں تو وہ شہرین کا نام سنتے ہی ماتھے پر بل لے آتی اور آج اس کا اور شہرین کا تعلق جاننا تھا اسے۔

"جھگڑا...... ہمارے بہت سے جھگڑے ہوتے تھے کبھی کسی بات پہ تو کبھی کسی بات پہ۔"

"کیوں؟ آپ لوگوں کی تو محبت کی شادی تھی۔" وہ سنجیدہ اور کھوجتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جہاں محبت ہو، وہاں لڑائیاں بھی چلتی رہتی ہیں۔ اب جنت کی زندگی تو نہیں ہے کہ ایک بار کسی سے محبت ڈکلیئر کرنے کے بعد پھر اس سے کوئی اختلاف نہ ہو۔ اور اختلاف ہو تب بھی کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو۔ یہ اسی دنیا کی زندگی ہے جہاں آپ کسی سے اعتراف محبت کرتے ہیں تو پر اس پر آزمائے بھی لازمی جاتے ہیں۔"

"آپ دونوں میں کون سے اختلافات تھے؟"

ہادی نے اسے دیکھتے گہری سانس خارج کی۔ "میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"لیکن میں سننا چاہتی ہوں۔" وہ فٹ سے بولی۔ ہادی نے گردن ہلائی۔

"شہرین بہت لاڈلی تھی تو گھر کے کاموں سے نابلد تھی۔ اور پھر اسے بچے بھی نہیں چاہیے تھے۔ احد کو سنبھالنا اس کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ہوتا تھا۔ اور جب میں کہتا کہ گورنس رکھ لو پتہ نہیں کیوں فٹ سے انکار کر دیتی۔" ہادی بول کر خاموش ہو گیا۔

"یعنی جس سے محبت ہو یہ ضروری نہیں وہ آپ کو پسند بھی ہو۔"

صباح نے سمجھ کر سر ہلایا۔ ہادی خاموش رہا۔

"ویسے لوگ کہتے ہیں محبت اندھی ہوتی ہے میرا خیال ہے کہ محبت وسیع ظرف ہوتی ہے۔ جہاں آپ محبوب کی ہر خامی کو دیکھتے ہیں لیکن نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہر دل دکھاتی بات کو یوں بھول جاتے ہیں کہ جیسے یہ کبھی ہوا ہی نہ ہو۔"

صباح اسے دیکھتی رہی۔

"آئی ایگری۔" ہادی نے اسے دیکھتے کہا۔ صباح مزید اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ کتنی ہی دیر دونوں کے بیچ خاموشی چھائی رہی۔ ہادی اس سے مزید اپنے اور شہرین کے تعلق کو ڈسکس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چند

لمحوں بعد وہ اٹھ کر چلا گیا۔ صباح بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ پھر بچوں کی پوزیشن ٹھیک کرتی لیٹ گئی۔

نصیبو اور شاکرہ نے صحیح اندازہ لگایا تھا۔ شہرین کی ماں بہنوں کا آنا جانا شروع ہو گیا تھا۔ صباح چاہ کر بھی انہیں منع نہیں کر پائی تھی اور جب ہادی سے کہا کہ وہ ان لوگوں کو آنے سے منع کرے تو اس نے کہا تھا کہ بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ وہ خود ہی آنا جانا بند کر دیں گی۔ اور پھر ان کی بیٹی کی یادیں ہیں یہاں۔ وہ کیسے منع کر سکتا ہے اور نجانے کیوں صباح کا کھلتا دل خوف سے سکڑ سکڑ جاتا۔ وہ کھلتا پھول لمحہ مرجھانے کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ ان عورتوں کی بچوں سے گفتگو۔ صباح خوف میں جکڑی رہتی بچوں کو اس سے متنفر نہ کر دیں۔ بچے بہت تیزی سے ان کے قریب ہوئے تھے۔ دادی پھپھو سے اس لیے اٹیچ نہیں ہو پائے تھے کہ ان کا رویہ اتنا محبت بھرا نہیں ہوتا تھا لیکن یہ تو جیسے ان پر واری صدقے جاتیں۔

شہرین کی چھوٹی بہن عائشہ وہ ہر دوسرے دن آجاتی اور ہادی کی گھر پر موجودگی کے وقت آتی۔ صباح اسے بچوں کے ساتھ جب ہادی پر بھی واری صدقے ہوتے دیکھتی تو کھٹک جاتی لیکن پھر وہم سمجھ کر سر جھٹک دیتی۔ ہادی تو شاید شہرین کی وجہ سے اس سے مسکرا کر بات کرتا تھا لیکن صباح کے دل میں بے چینی بڑھ جاتی اور پھر عائشہ کی شکل بہت حد تک شہرین سے ملتی تھی۔ صباح کا دل چاہتا کہ کاش اس کی ساس آجائیں تاکہ ان عورتوں سے جان چھوٹے کیونکہ ان کے ہوتے تو ناممکن تھا کہ شہرین کے گھر سے کوئی یہاں قدم بھی رکھ سکتا پھر بھلے ہادی کی جو مرضی ہو۔

صباح کڑھتے ہوئے کچن میں آگئی تھی۔ فریج کھول کر اندر دیکھتی رہی کیا بنائے۔ دماغ بار بار عائشہ کی طرف جا رہا تھا۔ اسی وقت عائشہ بھی کچن میں آئی۔

''میں بچوں کے لیے پاستا بنانے آئی ہوں۔'' وہ فون پر بات کر رہی تھی۔ صباح نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے دوسرے ہاتھ سے کچن کیبنٹ کھول کھول کر مطلوبہ سامان دیکھ رہی تھی۔ صباح کے اندر غصے کی لہر اٹھی۔ وہ زور سے فریج بند کرتی عائشہ کے قریب گئی اور ہاتھ بڑھا کر ڈبے دوبارہ مطلوبہ جگہ پر رکھ کر دروازے بند کر دیئے۔ عائشہ نے صباح کو گھورا۔ صباح بھی جواباً گھور کر سلیب سے ٹیک لگائے کھڑی ہو گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"وہی تو میں جاننا چاہتی ہوں کہ یہ کیا بدتمیزی ہے؟" صباح اسی طرح گھورتی رہی۔

"میں اپنے بھانجوں کے لیے پاستا بنانا چاہ رہی تھی اور آپ نے آ کر دخل اندازی کی ہے۔"

"محترمہ! اپنی چاہتیں اپنے گھر میں پوری کیا کریں۔ یہ میرا گھر ہے جہاں آپ کسی مسٹنڈے کی طرح دندناتی پھرتی ہیں۔ اور بچوں کے لیے اتنا ہی کچھ بنانے کا شوق تھا تو گھر سے بنا کے لے آتیں۔ مجھے بالکل بھی پسند نہیں کہ میرے مہمان میرے کچن میں دخل اندازی کریں۔"

"میں ہادی سے کہتی ہوں۔" عائشہ نے شکایتی انداز میں کہتے اسے ڈرایا۔

"واہ بھئی۔ اب تک تو وہ ہادی بھائی تھے اب ہادی ہو گئے۔"

"ہاں کیونکہ میں اپنی بہن کے بچے کسی غیر عورت کے سائے میں نہیں پلنے دوں گی۔"

صباح زور سے ہنس دی۔

"یعنی تمہارا بھی بہن کی طرح چوری چھپے شادی کا ارادہ ہے؟ کیونکہ ہادی تو وہی ہے۔ یعنی دشمنوں کی اولاد۔ خیر میری بلا سے جیسے بھی ارادے رکھو۔ میرے گھر سے دور رہو ورنہ جب میں دور کرنے پر آئی تو یہ تمہارے حق میں کچھ اچھا نہیں ہوگا۔" صباح نے اسے سخت انداز میں وارن کیا۔ وہ چند لمحے صباح کو گھورتی رہی پھر پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔ صباح کے دل میں صحیح معنوں میں ٹھنڈک پڑ گئی تھی۔ اس کا موڈ فریش ہو گیا تھا۔ وہ گنگناتی ہوئی اب بچوں کے لیے پاستا بنانے کی تیاری کرنے لگی کہ شاید ان کا کھانے کا موڈ ہو تبھی تو خالہ اٹھ کر بنانے آئی ہو گی اور آدھے گھنٹے بعد وہ بچوں کو دیکھنے جب ڈرائنگ روم میں پہنچی تو وہ خالی تھا۔

"احد، نورعین۔" اس نے بچوں کو آوازیں لگائیں۔ ہر طرف خاموشی چھائی رہی۔ کہاں چلے گئے۔

"ہادی۔" صباح نے آگے بڑھ کر آواز لگائی۔

"بیگم صاحبہ۔" کہیں سے شاکرہ آن وارد ہوئی۔

"شاکرہ بچے کہاں ہیں۔ انہیں کچن میں لے آؤ۔ ان کے لیے پاستا بن رہا ہے۔"

"وہ جی بیگم صاحبہ۔ وہ دونوں تو اپنی خالہ کے ساتھ کہیں چلے گئے ہیں۔"

''کیا۔'' صباح بے یقینی سے چیخی۔ ''اور ہادی۔''

''وہ جی اسٹڈی روم میں ہیں۔''

صباح بے یقینی سے شاکرہ کو دیکھتی رہی۔

''کس سے پوچھ کر وہ میرے بچوں کو لے گئی ہے۔اور کہاں۔''

شاکرہ اس کے تاثرات سے بوکھلائی۔

''وہ جی انہوں نے ہادی صاحب سے پوچھا تھا اور پتہ نہیں کہاں لے گئی ہیں۔''

صباح اس کی بات مکمل ہوتے ہی تیز قدموں سے اسٹڈی روم کی جانب گئی۔

''ہادی۔'' اندر داخل ہوتے ہی اس نے پکارا۔

''جی۔'' ہادی نے کرسی پر بیٹھے مڑ کر پیچھے اسے دیکھا۔وہ کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔اسے دیکھتے وہ بند کر دی اور مسکرایا۔ ''ہوگئی کچن سے فارغ۔''

''بچے کہاں ہیں؟'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے وہ بولی۔

''عائشہ کے ساتھ گئے ہیں۔'' ہادی حیرت سے اس کے تیور دیکھ رہا تھا۔

''کس سے پوچھ کر؟''

''مجھ سے پوچھ کر۔''

''مجھ سے پوچھنا تو ایک طرف بتانا بھی گوارا نہیں کیا کسی نے۔'' وہ سلگ اٹھی۔ہادی کرسی پیچھے کرتا اٹھ کر اس تک آیا۔

''کیا ہو گیا ہے۔اپنی خالہ کے ساتھ گئے ہیں اور مجھ سے پوچھ کر گئے ہیں۔''

صباح کے زاویے بگڑے رہے۔

''کوئی مسئلہ ہے؟'' ہادی نے نرمی سے پوچھا۔صباح نے خود پر قابو پایا اور دھیمی آواز میں بولی۔

''عائشہ کا نمبر دیں۔بچوں کی خیر خیریت پوچھ لوں۔''

ہادی اسے بغور دیکھتا رہا۔

''نمبر دے دیتا ہوں لیکن ابھی آدھا گھنٹہ ہی ہوا ہے۔ اتنا پینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بچوں کو میرے بغیر کہیں جانے کی عادت نہیں ہے۔ میں بھی کہیں جاؤں تو آپ کو پتہ ہے میں فون پر ان سے بات کرتی رہتی ہوں۔ اب خالہ کے ساتھ گئے ہیں تو تھوڑی دیر بعد میری یاد ستانے لگے گی انہیں۔ خالہ کے ساتھ پہلی بار گئے ہیں انجوائے کرلیں۔ ورنہ گھر آنے کی ضد لگا دیں گے۔'' صباح نے سارا غصہ اپنے اندر دبا لیا تھا۔ ہادی اس کی بات سن کر مسکرایا۔

''ابھی مسیج کر دیتا ہوں۔''

صباح زبردستی مسکرائی اور پھر پلٹ گئی۔

''کہاں؟'' ہادی نے پیچھے سے پوچھا۔ ''آؤ بیٹھو۔ میں تو تمہارے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔''

''ابھی کچن میں کام رہتا ہے۔'' صباح نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور باہر چلی آئی۔ ہادی کو وہ الجھی الجھی لگی لیکن یہ بھی پتہ تھا بہت پوچھنے پر بھی بتائے گی نہیں۔ وہ اسے ہی سوچتا دوبارہ اپنی جگہ پر آبیٹھا۔

صباح نے اپنے کمرے میں رکھا موبائل اٹھایا۔ ہادی کا مسیج مل چکا تھا۔ صباح نمبر ڈائل کرتی کچن میں آ گئی۔ عائشہ نے انجان نمبر دیکھ کر کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو۔''

''صباح بات کر رہی ہوں۔ بچے کہاں ہیں؟''

''میرے ساتھ ہیں۔ کیوں؟''

''احد کو موبائل دو۔'' صباح اس سے زیادہ بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھی اور گھنٹہ پہلے ہی تو اس کی طبیعت صاف کی تھی۔ دوسری طرف عائشہ نے حیرانگی سے موبائل احد کی طرف بڑھایا تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ کال آئی کیوں تھی۔ جبکہ احد نے آرام سے موبائل لے لیا تھا اسے پتہ تھا اس کی مما ہی ہوں گی۔

''ہیلو مما۔''

''کیسا ہے میرا بچہ۔'' پہلی بار صباح کی مسکراہٹ ابھری تھی۔ دوسری جانب احد بھی معصومیت سے مسکرایا۔

''ٹھیک ہیں دونوں۔ اور انجوائے کر رہے ہیں۔ خالہ ہمیں شاپنگ کروا رہی ہیں۔ پھر ہمیں پلے لینڈ بھی

لے جائیں گی۔“

احد کو پتہ تھا ماں کے سوال کا کیا جواب بنتا تھا۔ صباح کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

”چلو ٹھیک ہے انجوائے کرو۔ اپنا اور نورِعین کا خیال رکھنا۔“ صباح نے مخصوص جملہ دہرایا اور پھر اطمینان بھری سانس لے کر کال کاٹ دی۔ احد نے کال کٹ جانے پر موبائل خالہ کو واپس کر دیا۔

”کوئی مسئلہ ہے؟“ عائشہ نے پوچھا۔

”نہیں خالہ۔ روٹین کال۔“

عائشہ نے رک کر اسے دیکھا۔ ”مطلب؟“

”مطلب۔ مما کہیں جائیں تو ہر گھنٹے بعد ہمیں کال کرتی ہیں۔ ہم آج پہلی بار مما کے بغیر باہر آئے ہیں تو مما نے آپ کے موبائل پر کال کی۔ گھر میں نصیبو آنٹی یا شاکرہ آنٹی کے موبائل پر کال کرتی ہیں۔“ احد نے نورِعین کے ہاتھ کو پکڑا۔ ماں کی نصیحت یاد تھی۔

”ڈرامے باز عورت ہے۔“ عائشہ نے تنفر سے کہا۔

”کون خالہ۔“ نورِعین نے سوال کیا۔ وہ لوگ اب چلتے ہوئے ایک فوڈ کورٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ شاپنگ بیگز عائشہ کے ہاتھ میں ہی تھے۔

”یہی تمہاری نقلی ماں اور کون۔“

احد اس کی بات سن کر رک گیا تو نورِعین بھی ساتھ رک گئی جبکہ خالہ نے ایک ٹیبل پر جا کر بیگز رکھے۔

”کیا ہوا، رک کیوں گئے۔ آؤ بیٹھو۔“

احد خاموشی سے بہن کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ٹیبل تک آیا۔

”خالہ! میری مما کے بارے میں دوبارہ برے الفاظ میں بات نہ کیجیے گا۔“

عائشہ نے حیرت سے مڑ کر اس چار سالہ لڑکے کو دیکھا جو ایک کرسی پیچھے کیے بہن کو بٹھا رہا تھا۔ پھر اس کے ساتھ رکھی کرسی کھینچی اور پاؤں اوپر کر کے وہاں بیٹھا۔ جب وہ کرسی پر بیٹھا تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے تھے اور وہ لڑکا اسے اپنی ماں کے لیے اچھے الفاظ میں بات کرنے کو کہہ رہا تھا۔ عائشہ نے بنا کچھ کہے سر ہلا دیا۔ پھر جو

بچے کچھ دیر پہلے خوب چہچہا رہے تھے۔ اب بالکل سنجیدگی سے بس کھانے کی طرف متوجہ تھے۔ عائشہ تو انہیں دیکھ دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہوئی جا رہی تھی۔ ایک ان کے گھر کے بچے تھے جو ذرا دیر میں سب بھول بھال جاتے تھے اور پھر وہ سامنے بیٹھے بچے تھے۔ جو اپنی ماں کا گلہ برداشت نہیں کر پائے تھے۔ نورِعین تو شاید اس لیے چپ تھی کہ بھائی چپ تھا ورنہ اسے کہاں خالہ کی بات سمجھ آئی ہوگی۔

پھر کھانا کھا کر وہ انہیں بہلاتی پلے لینڈ لے آئی تھی۔ نورِعین تو نارمل ہوگئی تھی لیکن احد اس کی بات پر نپا تلا مسکراتا۔ ورنہ یہ بھی زحمت نہ کرتا۔

''اللہ ابھی سے اتنا ایٹی ٹیوڈ ہے اس میں۔ سگا بھانجا نہ ہوتا تو میں سمجھتی زیادہ عمر کا ہے۔ پورا باپ پر گیا ہے۔'' عائشہ تو احد کے رویے سے حیران ہو رہی تھی۔ جو گیم کھیلتے ہوئے بہن سے تو مسکرا کر بات کرتا لیکن عائشہ بات کرتی تو ایسی سنجیدگی سے جواب دیتا کہ جیسے شاید ہی کبھی مسکرایا ہو۔

''اللہ......'' پھر جب پلے لینڈ سے باہر نکلے تب عائشہ کا موبائل بج اٹھا۔ عائشہ نے پرس کھول کر دیکھا۔ صباح کی کال تھی۔ اس نے بجنے دیا۔

''مما کی کال ہے؟'' احد اور نورِعین نے اکٹھے سوال کیا۔

''نہیں میری ایک فرینڈ کی ہے۔ ابھی میں آپ لوگوں کے ساتھ انجوائے کر رہی ہوں۔ اس سے بعد میں بات کر لوں گی۔'' عائشہ نے مسکرا کر بچوں کو جواب دیا۔ اسے پتہ تھا وہ بچے نہیں تھے وہ تو......

پھر فون وقفے وقفے سے بجتا رہا۔ احد ہر بار اس کے ہاتھ کو پرس کے اندر جاتا دیکھتا لیکن وہ نمبر دیکھ کر موبائل دوبارہ پرس میں ڈال دیتی۔

''خالہ! مما کی کال نہیں آئی؟'' احد نے پوچھا۔

''نہیں ابھی تو نہیں آئی۔ جب آئے گی تو آپ کو دے دوں گی۔'' پھر وہ ایک شوز شاپ میں داخل ہوئے کہ موبائل پھر بجنے لگا۔ اس بار عائشہ نے اسے سائلنٹ کر دیا۔

''بھائی! مجھے لگتا ہے مما کی کال ہوگی خالہ جان بوجھ کر نہیں اٹھا رہیں۔''

احد نے چونک کر نورِعین کو دیکھا۔

''ہاں بھائی۔ مجھے لگتا ہے خالہ اور مما کا کوئی جھگڑا ہوا ہے اس وقت خالہ مما کو غلط غلط بول رہی تھیں۔''
نورِعین نے وہ الفاظ بھی نہیں کہنے چاہے۔ لو جی کون کہتا ہے کہ وہ بچے تھے وہ تو افلاطون تھے۔ ماں کے لیے ایسے باریک بین بن گئے تھے۔ عائشہ ان کی سرگوشیوں سے لاعلم اپنے لیے جوتے پسند کر رہی تھی۔

''ہم دوبارہ ان کے ساتھ نہیں آئیں گے۔'' نورِعین نے اسی وقت کیا اپنا فیصلہ بھائی کو سنایا۔

''اب خیال آ رہا ہے۔ اس وقت تو بڑا ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی ان سے۔'' احد نے اسے چڑایا۔ نورِعین نے غصے سے بھائی کو دیکھا۔

''یاد نہیں مما کہتی ہیں بڑوں کے ساتھ تمیز سے بات کرتے ہیں۔'' احد نے سن کر اَن سنا کیا اور اس کا ہاتھ پکڑے آگے ہوا۔ خالہ ایک کرسی پر بیٹھی تھیں اور ان کے سامنے جوتوں کا ڈھیر لگتا جا رہا تھا کہ انہیں پسند ہی کچھ نہیں آ رہا تھا۔

صباح بے چینی سے یہاں وہاں پھر رہی تھی۔ پانچواں گھنٹہ ہونے کو آیا تھا اور بچے ابھی تک نہیں آئے تھے۔ عائشہ اس کی کال نہیں اٹھا رہی تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ اسے تنگ کرنے کے لیے ہی ایسا کیا جا رہا تھا لیکن صباح کو کب عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو اتنی دیر کے لیے نظروں سے اوجھل رکھتی۔ وہ گھر سے دور رہ کر بھی زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ صبر کرتی پھر فوراً ویڈیو کال کرتی۔ اب صباح کی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی۔ غصہ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ہادی پر کہ بچوں کو کیوں جانے دیا۔ بچوں پر کہ بغیر پوچھے اور بتائے کیوں گئے۔ اور سب سے زیادہ دراصل عائشہ پر غصہ تھا وہ لے ہی کیوں گئی تھی بچوں کو۔ کیا ضرورت تھی اسے۔ غصہ پھر بے بسی میں بدلتا جا رہا تھا۔

ٹہلتے ٹہلتے اب چھٹا گھنٹہ بھی ختم ہونے کو تھا اس کے ساتھ ہی صباح کی ہمت بھی جواب دے گئی تھی۔ وہ تیز قدموں سے چلتے ہادی کے کمرے میں جا پہنچی۔ وہ لیپ ٹاپ سامنے رکھے فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ صباح بیڈ کے نزدیک جا رکی اور بے چینی سے اس کی کال کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ ہادی نے اسے دیکھتے تیزی سے بات سمیٹی۔ آج اس نے آفس سے چھٹی ضرور کی تھی لیکن آفس کا کام پھر بھی ہو رہا تھا۔

''بیٹھو۔ کیا ہوا؟'' ہادی نے ساتھ کھڑی صباح کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ بٹھایا اور پھر اس کی حالت دیکھ کر پوچھا۔

’’چھ گھنٹے ہونے کو آئے ہیں۔ بچوں کا کچھ پتہ نہیں۔‘‘ بولتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔

’’ریلکس یار۔ کیا ہو گیا ہے۔ اپنی خالہ کے ساتھ گئے ہیں۔‘‘ ہادی نے اس کا ہاتھ تسلی کے انداز میں تھپتھپایا۔

’’عائشہ کو کال کر رہی ہوں پچھلے پانچ گھنٹوں سے وہ اٹھا نہیں رہی۔ مجھے ٹینشن ہو رہی ہے۔‘‘

’’اچھا میں کال کرتا ہوں اسے۔‘‘

’’اسے کہیں بس بہت ہوا۔ بچوں کو گھر پہنچائے۔‘‘

ہادی نے سن کر سر ہلایا۔ ایک ہاتھ سے موبائل پکڑے وہ نمبر ڈائل کر رہا تھا کیونکہ شہرین کے گھر کے کسی فرد کا نمبر وہ سیو نہیں کرتا تھا ہاں زبانی آتے تھے۔ دوسرے ہاتھ میں صباح کا ہاتھ تھا جو اپنی بے چینی اور غصے کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ شدید غصے کی وجہ سے اسے رونا آ رہا تھا لیکن وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ ہادی اس کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ کال جا رہی تھی لیکن عائشہ نہیں اٹھا رہی تھی۔ کتنی دیر بیل بجتی رہی پھر کال نہ ملنے کی صورت میں مشینی آواز کے بعد کال ختم ہو گئی تھی۔ ہادی کے ماتھے پر بل پڑے۔

’’کیا ہوا؟‘‘ صباح نے فون کان سے ہٹانے پر بے چینی سے پوچھا۔

’’کال نہیں اٹھا رہی۔‘‘ کہہ کر دوبارہ کال ملائی۔ پھر تیسری کوشش پر اس نے کال اٹھا لی تھی۔

’’ہیلو ہادی۔‘‘

’’عائشہ! کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھی۔‘‘ اس نے ماتھے پر بل ڈالے خشک لہجے میں پوچھا۔

’’موبائل سائلنٹ پر تھا۔‘‘ اس کے لہجے کی خشکی کو محسوس کر کے وہ گھبرا گئی تھی۔ آج ہی تو وہ اس سے ہنس کر بات کر رہا تھا اور اب اس قدر خشک انداز۔ وہ ہادی ارتضیٰ تھا بالکل غیر متوقع۔

’’بچے تھک گئے ہوں گے گھر لے آؤ۔‘‘ دوٹوک بات۔

’’جی وہ میں سوچ رہی تھی کہ بچوں کو اپنے گھر لے جاؤں امی بہت دنوں (تین دن) سے ملی نہیں ہیں تو انہیں بچوں کی یاد آ رہی تھی۔ پھر ابھی تو بس تھوڑی سی شاپنگ کی ہے۔‘‘

’’پھر کبھی۔ ابھی بچوں کو گھر چھوڑ جاؤ۔‘‘ ہادی صباح کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جو بے صبری سے اسے بولتا

دیکھ رہی تھی۔ پھر پیچھے کہیں سے کسی بچے کی رونے کی آواز آنے لگی اور پھر چند لمحوں میں احد کی آواز آئی۔

''خالہ! گھر چلیں۔ مما کی یاد آرہی ہے اور نورِعین اب مجھ سے چپ نہیں ہو رہی۔'' عائشہ اس کی بات سنتے یہ بھول گئی کہ وہ ہادی سے بات کر رہی تھی۔

''کیا ہوا نورِعین کو وہ کیوں رو رہی ہے۔'' ہادی تیزی سے بولا اور صباح کا دل جیسے مٹھی میں آیا اس کے آنسو بس چھلکنے کو آئے۔

''کیا ہوا اسے۔''

ہادی نے صباح کی بات پر اسے دیکھا۔

''ہوا تو کچھ نہیں بس مما کی رٹ لگائے جا رہی ہے کب سے۔ بس آرہے ہیں ہم۔'' عائشہ نے بے زاری سے کہہ کر کال کاٹ دی۔

''کیا ہوا نورِعین کیوں رو رہی تھی۔''

''پتہ نہیں بس آرہے ہیں۔ تم پریشان نہ ہو۔''

''کیوں بھیجا بچوں کو اس کے ساتھ۔ اور تو اور مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔'' صباح بپھر کر بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہادی نے لب بھینچے اسے دیکھا۔

''صباح! بہت ہوا۔ مجھے پتہ ہے تم بچوں کے لیے بہت پوزیسو ہو لیکن وہ اپنی سگی خالہ کے ساتھ گئے ہیں۔ کیا بار بار ایک ہی بات کہ کیوں بھیجا اور مجھے نہیں بتایا۔''

''سگی خالہ کے ساتھ گئے ہیں تبھی رو رہی ہے نورِعین۔'' صباح نے طنز کیا اور تیزی سے باہر نکل آئی۔

''تمہیں کبھی سمجھ نہیں آئے گی کہ مجھے کس بات کا خوف ہے۔'' صباح بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ ہادی اسے جاتا دیکھتا رہا پھر اس کی دکھی کیفیت کو دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ صباح خوش قسمت تھی کہ وہ صباح تھی جس کے لیے ہادی اپنا غصہ بھی پس پشت ڈال دیتا تھا لیکن صباح کو کبھی احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ ہادی اس کے لیے کتنا اپنے اصولوں سے پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ کاش کہ اسے معلوم ہوتا۔

''صباح!'' ہادی اسے آواز لگاتا اس کے پیچھے گیا جو ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی۔

”اف یار! صباح حد کرتی ہو یہ کوئی رونے والی بات ہے۔“ اس کے ساتھ جا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ صباح تیزی سے وہاں سے کھسکی اور فاصلہ بڑھایا۔

”اچھا رونا کیوں آ رہا ہے؟ میری بات پر؟“ ہادی نے بولتے ہوئے پھر فاصلہ کم کیا۔ صباح نے غصے سے اسے دیکھا۔

”آپ کو اچھی طرح سے پتہ ہے میں بچوں سے زیادہ دیر دور نہیں رہ سکتی۔ کب آپ نے دیکھا کہ میں کئی گھنٹے بچوں سے غافل رہی ہوں جو اس محترمہ کے ساتھ اتنی دیر کے لیے میرے بچوں کو بھیج دیا۔ مجھے بھی پتہ ہے وہ خالہ ہے لیکن میرے بچوں کو بھی عادت نہیں ہے کہ وہ اتنی دیر مجھ سے دور رہیں۔ احد تو چلو سکول جانے کے بعد عادی ہوا ہے لیکن نورِعین تو ابھی چھوٹی ہے۔ آپ نے ایک بار بھی نہیں سوچا۔“

”صباح! یہ نارمل سی بات ہے بچے خاندان میں کسی کے ساتھ بھی اتنا ٹائم لگا دیں کوئی پریشانی والی بات نہیں ہوتی اس میں کہ تم رونے لگ جاؤ۔“

”نہ میں نارمل ہوں نہ میرے بچے۔“ وہ تڑخ کر بولی۔ ہادی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بچوں کو چھوڑو تمہارا مجھے پتہ ہے نارمل نہیں ہو۔“

صباح کے ہونٹوں کو بھی مسکراہٹ چھو گئی تھی۔ پھر بیس منٹ بعد بچوں کا شور آنے لگا۔ گھر میں جیسے زندگی لوٹ آئی تھی۔ نورِعین تڑپ کر صباح کی طرف بھاگی تھی جیسے صدیوں سے ماں سے نہ ملی ہو۔ صباح کے چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی۔ وہ عائشہ کو نظر انداز کیے بچوں کو لیے کچن میں چلی گئی اور عائشہ ہادی کے روڈ انداز پر کڑھتی وہاں سے جا چکی تھی۔

”مما! میں آج کے بعد خالہ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“ نورِعین نے پاستا کا نوالا نگلتے ہی اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ جب اسے ماں سے بات منوانی ہوتی تو اس چیز سے بےزاری اور چہرے پر ایکسٹرا معصومیت۔ اور توتلے پن کو خیر باد کہنے کے باوجود وہ ایسے وقت اسے بھی کھینچ لاتی۔ پتہ نہیں اس بچی کے خیال سے وہ ایسے زیادہ کیوٹ لگتی ہوگی شاید......لیکن ہاں وہ کیوٹ سی چالاکو ماسی لگتی تھی۔ اور صباح اس کے اس انداز پر بمشکل اپنے قہقہے روکتی تھی۔ لیکن مجھے ایک بات بتانے دیں کہ صباح تین سال کی نورِعین کو اب یہ باور کراتی رہتی تھی کہ

وہ اب چھوٹا بے بی نہیں ہے اب وہ بڑی ہے۔نورِعین بھی بڑی خوشی سے یہ بات مانتی تھی لیکن جب بھی کوئی مطالبہ ہوتا اس کے خیال سے ٹھنلانے سے وہ چھوٹا بے بی بن جاتی تھی جسے کوئی کچھ نہیں کہتا کیونکہ وہ تو چھوٹا بے بی ہے۔

تین سالہ نورِعین نے دماغ میں حساب کتاب لگایا تھا کہ کیونکہ خالہ تو مما کی بہن ہوتی ہے اگر جو وہ مما سے کہے گی وہ ان کی بہن کے ساتھ باہر نہیں جانا چاہتی تو کہیں مما کو برا نہ لگے۔وہ بہت حساس اور چالاک سی بچی اب چھوٹا بے بی بن گئی تھی۔صباح کی کوفت، بے چینی، غصہ سب ہوا ہو چکا تھا۔وہ بچوں کی باتیں سن کر ہنسی روک رہی تھی۔

''کیوں نہیں جانا خالہ کے ساتھ۔'' صباح نے ہنسی روکی ہوئی تھی۔

''مما! ایک تو خالہ اپنے فون سے آپ سے بات نہیں کرواتی ہیں میں کتنا کہتی رہی۔پھر ایک شاپ کیپر انکل نے مجھے ڈرایا پھر بھی خالہ نے اسے نہیں ڈانٹا۔ویسے خالہ بہت اچھی ہیں۔'' وہ بول کر مخصوص انداز میں یہاں وہاں دیکھنے لگی۔صباح کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔اس بار وہ اس کی معصومیت پر نہیں مسکرا سکتی تھی۔

''شاپ کیپر انکل نے کیوں ڈرایا تھا؟''

''یہ بار بار کہہ رہی تھی خالہ گھر چلو تو اس انکل نے غصے سے اسے آنکھیں دکھائیں تو یہ رونے لگ گئی بس پھر اس کے بعد چپ ہی نہیں ہوئی۔'' جواب احد نے دیا تھا۔صباح نے نورِعین کو دیکھا جو اپنی بات کو منوانے کے لیے چہرے پر معصومیت طاری کیے اسے دیکھ رہی تھی۔صباح نے محبت سے اسے خود سے لگایا اور پھر باری باری اس کے گال چومے۔احد بھی قریبی کرسی سے اٹھ کر صباح کے قریب ہوا یعنی مجھے بھی پیار کیا جائے۔صباح نے اس کے بھی گال چومے۔

''اب کبھی آپ کو کسی اور کے ساتھ نہیں جانے دوں گی۔اور شاپ کیپر انکل کا احد کو بتاتی آپ۔بھائی تو ساتھ تھا۔''

''مجھے بعد میں بتایا اس نے ورنہ ان انکل سے تو میں پوچھتا۔میری بہن کو کیوں ڈرایا۔'' احد کو افسوس ہوا۔اسی لمحے ہادی کچن میں داخل ہوا۔وہ مسکراتا ہوا احد کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔کیونکہ دائیں بائیں

دونوں بچے تھے۔ پھر بچے اپنی باتیں بتاتے رہے صباح اور ہادی مسکراتے ہوئے انہیں سنتے رہے۔

رات کو جب نورِعین سو گئی تو احد نے اسے متوجہ کیا۔

''مما۔''

''جی۔''

احد سوتے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''ایک بات بتانی ہے آپ کو۔''

''جی بچہ بتاؤ۔'' صباح بھی لیٹے سے اٹھ بیٹھی۔

''مما! عائشہ خالہ اور نانی لوگ مجھے اچھے نہیں لگتے۔ جب بھی اکیلے آپ ہمیں ان کے ساتھ بٹھاتی ہیں وہ ہم سے آپ کی برائیاں کرنے لگ جاتی ہیں۔ آپ اچھی نہیں ہیں اور آپ ہماری رئیل مدر نہیں ہیں۔'' احد نے بات اپنی طرف سے لپیٹ کے بتائی تھی لیکن صباح کا دل جیسے گہرائی میں جا گرا تھا۔ وہ فق چہرے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ احد نے ماں کے تاثرات دیکھے تو آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔

''مما! آپ ان کی باتوں پر دکھی نہ ہوں وہ آپ سے پیار نہیں کرتی ہیں اس لیے آپ کو برا کہتی ہیں۔ لیکن میں ہوں نا اور نورِعین بھی۔ آپ کو پتہ ہے میں پوری دنیا میں سب سے زیادہ آپ سے پیار کرتا ہوں۔'' وہ اب پیچھے ہوا اور دونوں ہاتھ اس کے چہرے پر رکھے۔ صباح بنا کچھ بولے اسے دیکھتی رہی۔

''مما! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں چھوٹا بچہ نہیں ہوں مجھے پتہ ہے جن کی اپنی مما ان کا خیال نہ کریں وہ پھر دوسروں کی مما کو سٹیپ مدر کہتے ہیں۔ نانی بھی خالہ عائشہ کا خیال نہیں رکھتی ہوں گی اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ میں احد اور نورِعین کو بھی دکھی کر دوں۔ اینڈ آئی گیس کہ نانو کی مما بھی ان کا خیال نہیں کرتی تھیں وہ بھی اس لیے کہتی ہیں۔'' وہ بڑا بن کر اسے بہلا رہا تھا۔

''اور مما! خالہ عائشہ اتنی بڑی ہو گئی ہیں انہیں اتنا بھی نہیں پتہ بہن بھائیوں کے بارے میں کبھی برا نہیں بولتے۔ اور کسی اور کے سامنے تو بالکل بھی نہیں۔ ٹھیک ہے میں ان کا بھانجا ہوں لیکن آپ تو ان کی بہن ہیں۔ مجھ سے تو پہلے ہیں ان کے لیے۔ لیکن وہ کچھ نہیں سوچتی ہیں۔ کبھی آپ کو ڈرامے باز، سوتیلی ماں اور.....'' وہ صباح

کے متغیر ہوتے چہرے کو دیکھ کر چپ ہو گیا۔

''سوری مما! آپ کی بہن ہیں وہ۔ آپ کو ان کی برائی اچھی نہیں لگ رہی۔ سوری مما! دوبارہ ایسی بات نہیں کہوں گا۔ لیکن میں ان سے پھر بات نہیں کروں گا۔'' وہ معذرت کرتے محبت بھرے انداز میں اس کے ہاتھ پکڑے بولا۔

''اور مما! آپ پریشان نہ ہوں میں نے ان کی باتوں پر نورِعین کو بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ لوگ اپنے دکھ میں آپ کو برا کہتی ہیں تم اس وقت اپنا دھیان کہیں اور لگا دیا کرو۔ اور پھر جب وہ ایسی باتیں کرتیں تو میں نورِعین کو کھیلنے کے لیے اٹھا دیتا۔''

صباح بمشکل احد کے لیے مسکرائی لیکن درحقیقت اس کا دل جیسے ڈوبتا جا رہا تھا۔ پھر احد کو بہلا کر اسے سلا دیا تھا لیکن اس کی اپنی نیند اڑ چکی تھی۔ خوف، اندیشے اور وسوسے...... وہ کروٹوں پر کروٹیں بدلتی رہی۔ نیند نہ آنی تھی نہ آئی۔ یہ پہلی بار تھا کہ اس کی نیند اڑی تھی ورنہ تو جیسے بھی کر کے وہ سو جاتی تھی کہ نیند پر تو کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتی تھی وہ۔ ہر چیز سے بڑھ کر کچھ بہت برا ہونے کا وہم دل سے نہیں نکال پا رہی تھی اور وہ وہم اسے خوف میں مبتلا کرتا جا رہا تھا۔

''کاش کہ میں اپنی انا کی وجہ سے اپنے اور ہادی کے رشتے کو نظرانداز نہ کرتی۔ آج شاید میری زندگی اتنی بے یقینی کا شکار نہ ہوتی۔'' ایسے کئی افسوس تھے جو اسے سونے نہیں دے رہے تھے۔

......

اور پھر صباح نے اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا عزم کیا۔ اسے اب ہادی کی محبت کو مزید نہیں آزمانا تھا بس بہت ہوا۔ یہ اصل زندگی تھی۔ جہاں کوئی بھی اپنی محبت کا اس قدر امتحان نہیں دیتا جتنا ہادی دے چکا تھا کہ اس نے صباح کے فیصلے کو مانا تھا اور اس کی خود سے محبت کا بہت صبر سے انتظار کرتا رہا۔

آج صباح کی سالگرہ تھی۔ وہ اچھے دن نئی زندگی کی اچھی شروعات کرنا چاہتی تھی۔ ہمیشہ کی طرح وہ کچن میں گھسی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ احد سکول سے آ چکا تھا اور دونوں بچے کھیلتے ہوئے پورے گھر کو کھیل کا میدان بنا چکے تھے۔ کبھی بھاگتے ہوئے کچن میں آ جاتے اور کبھی باہر چلے جاتے۔ صباح گنگناتے ہوئے کام کر رہی تھی

وہ اس فیصلے کو کر کے جیسے ہر خوف سے آزاد ہو گئی تھی۔ طبیعت بشاش تھی اب۔ یوں کہ جیسے کوئی اتنے دن جان لیوا بیماری بھگتا کر اٹھے۔

''بیگم صاحبہ! شہرین میڈم کی امی اور بہنیں آئی ہیں۔'' نصیبو نے اسے اطلاع دی۔

''بچے کہاں ہیں؟'' اس نے مڑ کر پوچھا۔

''بچے انہیں سلام کرتے بھاگ گئے۔ وہ اب لان میں کھیل رہے ہیں۔''

صباح کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

''آپ چلیں، میں آ رہی ہوں۔'' اسے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ انہیں بٹھاؤ۔ وہ گھر کے جس کونے میں جانا چاہتی ہوں گی بنا کہے پوچھے چلی جائیں گی۔ ہوتے ہیں نا کچھ لوگ تہذیب سے عاری۔

صباح آنچ ہلکی کرتے کچن سے باہر آ گئی۔ پہلے تو اسے اپنے مہمانوں کے وزٹ کی جائے وقوعہ تلاش کرنی تھی پھر ہی ان سے بات ہو سکتی تھی۔ عین اس کے اندازے کے مطابق وہ ہادی کے بیڈروم میں تھیں۔ جہاں اب صباح نے بھی رہائش اختیار کرنی تھی۔ صباح اندر داخل ہوئی۔ نانی ایک جانب رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ ایک خالہ سامنے بیڈ پر اور عائشہ وارڈروب کھولے صباح کے کپڑوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ اور ساتھ کچھ تبصرے بھی کر رہی تھی۔ ہادی اور اسے اپنی الماریوں کو لاک کرنے کی عادت نہیں تھی اور اب اس کا انجام سامنے تھا۔

صباح نے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے اور دروازے سے ٹیک لگائے ان تینوں ماں بیٹیوں کو طنز بھرے انداز میں دیکھنے لگی۔ عائشہ نے اسے دیکھا۔

''ویسے بجو، لوگ جتنی بھی کوششیں کر لیں۔ یہ گھر تو شہرین آپی کا ہی ہے اور ہادی شہرین آپی سے محبت کرتے ہیں وہ کیوں کسی اور کو منہ لگائیں گے۔''

تینوں ماں بیٹی نے قہقہہ لگایا۔ صباح نے مسکرا کر عائشہ کو دیکھا۔

''صحیح کہا۔ ہادی کیوں کسی اور کو منہ لگائیں گے جب اتنی خوبصورت بیوی ہے اور سب سے بڑی بات اس بیوی سے بہت محبت ہے۔'' صباح نے اپنا آگ والا کرتب کھیلنا شروع کیا۔ مسکرا کر آگ لگانا اور پھر جلا کر راکھ کر دینا۔ ان تینوں کی مسکراہٹ سمٹی۔

”زیادہ بنو نہیں، ہمیں پتہ ہے ہادی کو شہرین سے بہت محبت تھی اس نے کبھی تمہیں منہ لگایا ہی نہیں۔“ بجو صاحبہ نے تمسخر اڑایا۔

”آپ کی بات کے جواب میں جو مجھے کہنا چاہیے وہ بہت رومینٹک ہے اور میں اپنی بیڈروم لائف کسی سے ڈسکس نہیں کرتی۔“ صباح نے اسی مسکراہٹ سے جواب دیا۔”اور میں آپ عزت مآب خواتین سے گزارش کرتی ہوں کہ بیٹھنے کے لیے گھر کے ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھیں۔ اچھے اور عزت دار لوگ یوں کسی کے بیڈروم میں نہیں گھستے۔ وہ اچھے مہمانوں کی طرح بس وہیں بیٹھتے ہیں جہاں میزبان بٹھائے۔“

”ہو کون تم دو ٹکے کی لڑکی۔ اور یہ میری بیٹی کا گھر ہے۔ میں اس گھر کے جس کونے میں بھی جاؤں۔“

”آپ کی یادداشت کی بحالی کے لیے بتاتی چلوں کہ آپ کی بیٹی کو مرے تین سال ہو گئے ہیں اب یہ اس کا گھر نہیں رہا۔ اس گھر کی مالکن اب میں ہوں اور مجھے تہذیب والے مہمان پسند ہیں۔ ورنہ میں چاہوں گی کہ وہ میرے گھر آنے کی زحمت نہ کریں۔“

تینوں خواتین کو اس کے تیوروں نے چوکنا کر دیا تھا اور وہ بحث کے لیے پر تولنے لگیں۔

”بیٹی مری ہے لیکن اس کی اولاد زندہ ہے۔ اور یہ گھر صرف میری بیٹی کا نہیں میرے نواسوں کا بھی ہے۔“

”بالکل ان کا بھی گھر ہے لیکن پھر بھی مالکن میں ہی ہوں۔ اور ایک اور بات میرے بچوں کے کان بھرنے کی کوششیں نہ کیا کریں۔ کیونکہ ابھی وہ بہت چھوٹے ہیں ایسی باتیں ان کے لیے اچھی نہیں ہیں۔“ صباح نے سنجیدگی سے نانی کو دیکھا۔

”تم ہوتی کون ہو مجھے میرے نواسوں کے معاملے میں کچھ کہنے والی۔ میں صرف انہیں یہ بتاتی ہوں کہ ہر عورت ماں نہیں ہوتی۔“

”غلط کرتی ہیں یہ بتا کر...... کیونکہ ایسے میں وہ صرف مجھ سے متنفر نہیں ہوں گے بلکہ ان کی ذہنی تربیت کے لیے بھی ایسی نفرت انگیز باتیں نقصان دہ ہیں۔“ صباح نے افسوس سے اس خودغرض عورت کو دیکھا۔

”تم بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے ہادی کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہو میں جانتی ہوں۔“ عائشہ پھنکاری۔ صباح کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہادی میرے شوہر ہیں۔بچوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کروں تب بھی میرے ہی رہیں گے اور جہاں تک رہی کوششیں کرنے کی بات یہ چور کی داڑھی میں تنکے والی بات ہوگئی لیکن میں ان کوششوں کو جانتی ہوں جو تم میرے شوہر کے لیے کر رہی ہو۔ہاں البتہ میرا شوہر بغیر کوششوں کے بھی میرا ہی ہے۔اور ویسے تمہیں کیا مسئلہ ہے کہ میں اپنے شوہر کے لیے کچھ کروں یا نہیں۔“

عائشہ اس کی بات سن کر خاموش ہوگئی۔

”اب باہر چل کر بیٹھیں۔“ صباح نے بات دہرائی۔

”یہ میری بیٹی کا گھر ہے تم غاصب بن کر اس کے گھر میں گھس آئی۔“

”میں غاصب بن کر کبھی نہ آتی اگر جو آپ کی بیٹی چوری شادی نہ کرتی کیونکہ سسرال کو معلوم ہوتا کہ بیٹا شادی شدہ ہے تو وہ کیوں کسی اور عورت کو سڑنے کے لیے لے آتے۔“

”تمہیں شرم نہیں آتی تم میری مری بیٹی کے لیے برے الفاظ استعمال کر رہی ہو۔“ وہ تینوں خواتین غصے میں کھڑی ہوگئی تھیں۔صباح اسی طرح اطمینان سے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

”ہونہہ،مرنے سے عمل تبدیل نہیں ہوتے۔بائے داوے میں آپ کی بیٹی کی برائی نہیں کر رہی بلکہ جو اس نے کیا اس کا نقصان بتا رہی تھی آپ کو۔“

نانی اور خالائیں غم و غصے سے اسے دیکھ رہی تھیں۔پھر اس کے بعد جیسے ایک طوفان برپا ہوگیا تھا۔تینوں اونچی آواز میں بولتی رہیں اور وہ بیچ میں ایک آدھ لقمہ دے کر ان کی سپیڈ کو بڑھا دیتی۔کمرے کے باہر نصیبو اور شاکرہ منہ پر ہاتھ رکھے یہ سب سن رہی تھیں۔بالآخر صباح بور ہوگئی تھی اس شو سے۔

”آپ لوگ خود جانا پسند کریں گی یا میں کسی کو بلواؤں جو باہر کا راستہ دکھائے۔“

وہ اور اونچا بولنے لگیں اور رونے لگیں۔صباح نے بےزاری سے رخ پھیر لیا اور پھر وہ بولتی ہوئی باہر جانے لگیں۔

”اور ہاں ایک اور بات۔اب بیٹی نہیں رہی تو اس کا گھر بھی نہیں رہا۔دوبارہ یہاں آنے کی زحمت نہ کیجئے گا آپ لوگ......اور جہاں تک رہی بچوں کی بات تو جس طرح اب تک انہیں بھولے رہی ہیں آگے بھی بھول

جائیں، ہاں جب وہ بڑے ہوں گے تو آپ سے ملنا چاہیں تو اور بات ہے۔''

پھر بد دعاؤں کے طوفان تھے جو صباح کی طرف پھینکے جا رہے تھے۔ صباح خاموشی سے سنتی رہی۔ پھر بالآخر وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔

''بچے کہاں ہیں؟'' اس نے شاکرہ سے پوچھا۔

''پچھلے لان میں سب بچے کھیل رہے ہیں۔''

وہ سر ہلاتی کچن کی جانب جانے لگی۔ یعنی شاکرہ اور نصیبو کے بچوں کے ساتھ وہ کھیل رہے تھے۔ آج کا شو تھا تو بہت ٹینس لیکن وہ ہر بات کو سر سے جھٹکتی کچن میں چلی آئی۔ بس آج سے خوشیوں کی شروعات کرنی تھی۔ وہ ہادی کا ری ایکشن سوچ کر مسکرائے جا رہی تھی کہ جب وہ آج صلح کا جھنڈا لہرائے گی تو وہ کیا ری ایکٹ کرے گا۔

سب تیاریوں سے بس وہ فارغ ہی ہوئی تھی کہ ہادی کے آنے کی اطلاع ملی۔ صباح نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ چھ بج رہے تھے۔ صباح نے خود پر نگاہ ڈالی۔ وہ خود ابھی تک تیار نہیں ہوئی تھی۔ اپنے پیچھے سے ابھرتی قدموں کی آواز پر وہ مسکرائی۔ ایپرن اتار کر دراز میں رکھا اور مڑ کر دیکھا۔ ہادی کچن کے دروازے سے اندر آیا۔ صباح اسے دیکھ کر خوبصورت انداز میں مسکرائی۔

''خوش آمدید۔''

ہادی، وہ نہیں مسکرایا تھا۔ صباح نے محسوس نہیں کیا تھا کہ اس کی گرم جوشی کے بدلے ہادی کا ری ایکشن بہت ٹھنڈا تھا۔ وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے اس کی جانب گئی اور چند قدموں کے فاصلے پر جا کر رکی۔

''کیسا رہا آج کا دن۔''

''تم نے شہرین کی اماں اور بہنوں کو کیا کہا تھا۔''

صباح کی مسکراہٹ سمٹتے معدوم ہوئی۔

''آج ہمارا دن ہے ان کا یہاں کیا ذکر؟'' صباح کو ناگواری محسوس ہوئی تھی۔ کیا اپنی سالگرہ کا سارا دن وہ ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ یا ان کا ذکر کرتے گزارے گی۔

''تم نے ان سے کیا کہا تھا؟'' ہادی نے اسی انداز میں بات دہرائی۔

''وہی جو بہت پہلے کہہ دینا چاہیے تھا۔'' صباح نے بھی اسی کا انداز اپنایا۔ سخت اور بے لچک۔

''اور مجھے بتانا پسند کرو گی کہ کیا بہت پہلے انہیں کہہ دینا چاہیے تھا؟''

''یہی کہ ان کی بیٹی نہیں رہی تو ان کا اس گھر میں آنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔''

ہادی نے غصے سے اسے دیکھا۔

''تمہیں ذرا بھی احساس ہے کہ تم نے انہیں کتنی تکلیف پہنچائی ہے؟ بیٹی نہیں رہی بیٹی کی اولاد تو ہے ان کی۔ ویسے بھی چند دن تک ہی آتیں۔ تمہاری باتوں کی وجہ سے وہ ہاسپٹلائزڈ ہو گئی ہیں۔''

''شکر مری نہیں ہیں۔'' صباح تنفر سے بولی۔ ہادی نے لب بھینچے اسے دیکھا۔

''تم ہمیشہ سے ہی ایسی خود غرض ہو۔ مجھ سے ہی تمہیں سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ وہ بیمار رہتی ہیں کچھ تو بولتے ہوئے خیال کر لیا کرو۔''

''بہت خوب۔ محبوبہ کی ماں کی تکلیف بھی اتنا تڑپا رہی ہے۔ جو میں اس گھر میں اتنا تکلیف سہتی رہی ہوں۔ اور جو اگر وہ بیمار تھیں تو انہیں خود ہی اپنا احساس کرنا چاہیے تھا نہ بولتیں نہ سنتیں آخر کب تک میں ان کی فضول باتوں اور حرکتوں کو سہتی۔''

ہادی افسوس اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔ ''اور تم نے کہا کہ شہرین نے بھاگ کر شادی کی تھی۔''

''تو کیا غلط کہا تھا؟'' صباح نے چیلنج کرتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''صباح......'' ہادی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کر دے۔ ''یہ گھر شہرین کا تھا وہ نہیں رہی لیکن اس کی اولاد ہے اس گھر میں۔ اور شہرین کی اولاد سے اس کا خاندان مل سکتا ہے۔''

اب کے صباح کو لگی تھی۔

''وہ میرے بچے ہیں۔ میں جس سے ان کا ملنا مناسب سمجھوں گی ملنے دوں گی۔''

''صباح......'' ہادی ٹھنڈے انداز میں بولتا اس کے قریب ہوا۔ ''وہ میرے اور شہرین کے بچے ہیں۔ میرے اور......شہرین کے۔ تمہارے نہیں۔ دماغ میں بٹھا لو۔''

خون تک کو جما دینے والا ٹھنڈا انداز تھا کہ وہ سنتے ہی برف ہوئی جا رہی تھی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بے جان سی ہو کر چند قدم پیچھے ہوئی۔

''وہ میرے بچے ہیں......'' وہ ہادی کو بے یقینی سے دیکھتی بڑبڑائی۔

''میرے اور شہرین کے......'' ہادی نے اسے دیکھ کر اپنی بات پر زور دیا۔

''نہیں ہیں وہ شہرین کے بچے۔۔ ان کے لیے راتوں کو میں اٹھ اٹھ کر جاگی ہوں۔۔ ان کے آرام کے لیے میں اپنے آرام کو قربان کرتی آئی ہوں۔'' وہ ہولے سے بولتی پیچھے کو ہوتے جا رہی تھی۔ ہادی اسی انداز میں اسے دیکھتا پلٹ گیا تھا۔ اور پھر وہ تو گھر سے باہر چلا گیا تھا پیچھے صباح کی حالت بری ہو گئی تھی۔ وہ کچن کے فرش پر بیٹھی بری طرح روتی جا رہی تھی۔ بہاریں روٹھ گئی تھیں۔ محبت، توجہ، سب جھوٹ تھا۔ وہ تین سال بعد بھی کہیں نہیں تھی اور شہرین مرنے کے تین سال بعد بھی زندہ تھی۔ محبتوں کی ہر کہانی جھوٹی تھی۔ صباح روئے جا رہی تھی۔ سب جیسے ختم ہو گیا تھا۔

''وہ میرے بچے ہیں۔ ان کے لیے میں نے اپنا آپ بھلا دیا۔ اپنی خوشیاں، اپنی انا، غرور...... ہر شے سے برتر انہیں رکھا۔ تم کہتے ہو وہ شہرین کے بچے ہیں۔'' تکلیف سی تکلیف تھی۔ جو صباح کو خاموش نہیں ہونے دے رہی تھی۔ ''نہیں ہیں وہ شہرین کے بچے وہ صرف میرے بچے ہیں......'' وہ روتے روتے چیخی۔ اور پھر بہت دیر وہ رو رو کر بولتی رہی شاکرہ اور نصیبو اسے روتا دیکھ کر بوجھل دل سے وہاں سے ہٹ گئی تھیں اور دونوں بچوں کو باہر بہلاتی رہیں۔ یہ تو ایک دن ہونا ہی تھا۔ آج تک صباح نے ہادی سے یوں اونچی آواز میں جھگڑا نہیں کیا تھا۔ تین سال بعد اس گھر میں پھر سے اونچی آوازیں گونجی تھیں۔ نصیبو اور شاکرہ بوکھلا گئی تھیں لیکن بات سمجھ آتے ہی دونوں وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔ اور وہ صباح فاروق تھی جو زیادہ سے زیادہ بھی بس دو گھنٹے رو سکتی تھی اس کے بعد اسے اپنے رونے کا حل چاہیے ہوتا تھا۔

جب وہ رو رو کر تھک گئی تو غصے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ سامنے بیڈ پر اس کی استری کی ہوئی ساڑھی رکھی تھی۔ صباح نے غصے سے اسے اٹھا کر نیچے پھینکا اور پھر درازیں کھول کر کچھ تلاش کرتی رہی۔ پھر مطلوبہ چیز لے کر اس ساڑھی کو کاٹنا شروع کر دیا۔

''تم اس قابل ہی نہیں تھے کہ میں تمہارے لیے کچھ اچھا سوچتی۔'' وہ غصے سے قینچی چلا رہی تھی۔لمحوں میں وہ خوبصورت ساڑھی لیروں میں بدل چکی تھی۔اس کا غصہ پھر بھی کم نہیں ہوا تھا۔اس نے الماری سے اپنی شادی کا سوٹ نکالا اور کچن میں لے گئی۔فرش پر پھینک کر ماچس کی تیلی جلا کر اس پر ڈال دی۔کپڑا تھوڑا سا جلتا اور پھر آگ بجھ جاتی۔صباح تلملا کر پھر سے نئی تیلی جلا کر اس پر ڈالتی۔پھر وہی ہوا۔غصے میں اس نے پورا لہنگا چولہے پر ڈال دیا اور برنر آن کر دیا۔اب جیسے شعلے تھے وہاں۔

''صرف میں ہی کیوں جلوں۔تم بھی تو جلو ہادی ارتضیٰ۔'' وہ آگ کے شعلوں کو دیکھتی تیز قدموں سے ہادی کے کمرے کی طرف گئی۔ٹھاہ کر کے اس نے دروازہ کھولا۔گلابوں کی خوبصورت خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔آج کے دن کے لیے صباح نے کمرے میں کئی گلابوں کے پھول لا رکھے تھے۔اسے پھر سے رونا آیا اور گالوں پر لڑھکتے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی۔اور پھر وہاں لگی ہر تصویر کو وہ غصے سے فرش پر پھینکتی گئی۔فریم ٹوٹنے کی آواز بلند ہوتی اور شیشوں کی چیخ۔صباح جیسے بہری ہو چکی تھی۔

''میری بلا سے جہنم میں جاؤ ہادی ارتضیٰ۔یہ آخری تکلیف تھی جو تمہاری ذات سے مجھے ملی۔اب بس۔اور نہیں۔ایک دن بھی اور نہیں ایک لمحہ بھی نہیں دوں گی تمہیں۔''

کانچ کے ٹکڑے یہاں وہاں بکھرتے جا رہے تھے۔بالآخر ساری تصویریں نیچے آ چکی تھیں۔صباح نے اردگرد بکھرے کانچ کو دیکھا اور پھر قدم بڑھا کر ایک تصویر کانچ کے ملبے تلے سے نکالی۔اس کی جوتی کے نیچے آ کر ٹوٹا کانچ مزید ٹکڑوں میں بٹا۔صباح جھک جھک سب تصویریں نکالتی رہی اور پھر سب تصویروں کو اکٹھا کیے کچن میں لے آئی۔جہاں اس کے لہنگے سے شعلے بھڑک رہے تھے اور پھر کپڑا جلتا ہوا نیچے فرش پر آ گرا۔صباح نے ساری تصویریں جلتے لہنگے پر ڈال دیں۔

''آؤ اکٹھے جلیں ہادی۔'' کاغذ نے تو لمحوں میں آگ پکڑ کر راکھ ہونا شروع کر دیا تھا۔صباح آخری تصویر کے جلنے تک وہیں کھڑی رہی۔پھر اپنے کمرے میں آ کر اپنا بیگ پیک کیا۔ایک مجبوری بچے تھے۔لیکن وہ اس کے نہیں تھے تو وہ کیوں ان کے لیے تکلیف سہتی اور پھر بھلے وہ ساری عمر بھی لگا دیتی تب بھی ان کی ماں نہیں بن سکتی تھی۔تو ان بچوں کے لیے اپنی قربانی فضول تھی۔

بیگ پیک کر کے اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر شاکرہ اور نصیبو کو آواز دی۔کوئی نہیں آیا۔اس بار وہ بلند آواز میں دھاڑی۔چند لمحوں بعد دونوں پھولی سانسوں کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے بچے۔

''میں جارہی ہوں۔''

''کہاں؟'' دونوں نے بے اختیار ایک ساتھ پوچھا۔صباح نے گھور کر دونوں کو دیکھا۔

''بچوں کا خیال رکھنا۔'' وہ اپنی محبت اور عادت سے مجبور ہو کر بولی کہ جب بھی گھر سے باہر جاتی۔اس کا آخری جملہ یہی ہوتا۔دونوں نے ڈر کر اسے دیکھا۔اس کا انداز ہمیشہ سے جدا تھا۔الوداعی انداز۔

''مما آج سارا دن آپ ہمارے ساتھ نہیں کھیلیں۔'' نورِ عین نے اس سے لپٹتے ہوئے شکوہ کیا۔صباح اس کے لیے جھکی اور جھک کر اسے چوما۔

''مما کچن میں بزی تھیں۔'' صباح کا لہجہ نم ہوا۔احد خوفزدہ انداز میں اس کے بیگ کو دیکھ رہا تھا۔صباح نے نورِ عین سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔وہ بہت ڈرا ہوا لگ رہا تھا۔صباح چونکی۔

''احد میرے پاس آؤ۔'' ہاتھ بڑھا کر اسے بلایا۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔صباح نے اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لگایا۔

''کیا ہوا میرے بیٹے کو۔''

احد نے اپنی گرفت اس پر مضبوط کی۔

''مما! کیا آپ گھر چھوڑ کر جارہی ہیں؟'' احد نے کانپتے لہجے میں سرگوشی کی۔صباح نے لبوں میں سسکی دبائی۔اس کی آنکھیں پھر بھر آئی تھیں۔ایک مقام ہوتا ہے جہاں آپ ہر ضبط ہار بیٹھتے ہیں۔صباح کے لیے یہی وہ مقام تھا اس نے تو اولاد کی طرح پالا تھا اور اس کا دل ماں کے دل کی طرح اولاد پر ہی آ کر موم ہوتا تھا۔رکے آنسو پھر سے گالوں پر بہنے لگے تھے۔احد نے اپنے بازو کو مزید کسا۔

''مما! آپ کو بابا نے ڈانٹا ہے نا......آپ ان سے ناراض ہو کر جارہی ہیں۔میں جانتا ہوں۔۔''

صباح نے جھٹکے سے اسے خود سے الگ کیا اور اپنے سامنے کیا۔

''کس نے کہا آپ سے؟'' اس نے مشکوک انداز میں نصیبو اور شاکرہ کو دیکھا۔

''میں نے آپ کا اور بابا کا جھگڑا سن لیا تھا۔''

صباح دھک سے رہ گئی۔

''میں بابا سے کبھی بات نہیں کروں گا انہوں نے آپ کو ڈانٹا ہے۔''

صباح نے گہری سانس لیتے دونوں گالوں پر ہاتھ پھیر کر نمی صاف کی۔

''احد میرا بچہ میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ میں آپ کی مما نہیں ہوں۔'' بولتے ہوئے اس کی آواز پھر سے بھرا گئی تھی۔ احد نے سن کر نفی میں سر ہلایا۔

''میں بابا سے کبھی بات نہیں کروں گا انہوں نے آپ کو ڈانٹا ہے۔''

نورِعین اسے روتا دیکھ کر اس سے لپٹ گئی۔

''مما! کیا ہوا۔ کیوں رو رہی ہیں۔ میں ہوں نا، نہ روئیں۔'' اس نے صباح کے انداز میں بولا۔ جب کبھی وہ کسی بات پر روتے تو صباح انہیں ایسے ہی چپ کرواتی۔ احد اسے اسی طرح دیکھ رہا تھا۔ صباح نے احد کو بھی بازوؤں میں لے لیا۔

''آپ کو پتہ ہے اپنی اماں کے بعد میں سب سے زیادہ آپ دونوں سے محبت کرتی ہوں۔ آپ یہ بات کبھی نہیں بھولنا۔ مما دنیا میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتی ہیں۔'' پھر کتنے لمحے وہ خود پر قابو پاتی رہی۔

''احد! بہن کا خیال رکھنا۔'' پھر باری باری دونوں بچوں کو چوما۔ نورِعین اس کے اٹھتے ہی رونے لگ گئی۔

''مما! مجھے بھی لیتی جائیں۔'' احد کے چہرے پر پھیلا حزن صباح کا دل چیر رہا تھا۔ وہ بیگ اٹھاتی تیز قدموں سے باہر آ گئی تھی۔ پیچھے روتی نورِعین کی آواز تھی اور احد دبی آواز میں رو رہا تھا۔ باہر مغرب کے بعد کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ وہ سڑک پر بیگ گھسیٹتی جا رہی تھی۔

✡ ...... ✡ ...... ✡

ہادی رات کو جب گھر پہنچا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ صباح پر آیا غصہ ختم ہو چکا تھا اور اب اسے افسوس ہو رہا تھا کہ خوامخواہ اتنا ڈرامہ کریٹ ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتا صباح کے کمرے میں گیا۔ کمرہ خالی تھا لیکن کپڑوں

کے ٹکڑے پڑے تھے۔ وہ ایک دم سے رکا۔

''یہ کیا۔ صباح!'' اس نے آواز دی۔ چند لمحے انتظار کے بعد اس نے نیچے جھک کر ان ٹکڑوں کو دیکھا۔ وہ یقیناً ساڑھی تھی جواب وجود کھو چکی تھی۔ ہادی نے دائیں ہاتھ سے ماتھا مسلا۔ صباح بہت غصے میں تھی۔ یہاں نہیں تھی تو یقیناً کچن میں ہوگی۔ وہ صباح کی متوقع باتوں کو سوچتا کچن کی جانب جانے لگا۔ یہ تو طے تھا کہ اس کی یہ بیوی اس سے دبنے والی نہیں تھی۔ خیر وہ بیوی کو دبا کر رکھنے والا مرد بھی نہیں تھا لیکن صباح ذرا جو فرمانبردار ہوتی۔ وہ تو اپنے طرز پر ہی زندگی جیتی تھی بھلے ہادی کچھ بھی کہتا رہے۔ ایسی برابری کرنے والی بیویاں یا پھر نہ جھکنے والی بیویاں عموماً مردوں کو پسند نہیں آتیں لیکن جو اگر سوال کمبخت دل کا ہی اٹھ کھڑا ہو تو پھر انسان ان باتوں کو قابلِ توجہ نہیں سمجھتا۔ ایسا ظرف ہادی کا شہرین کے لیے نہیں تھا۔ ہادی کو اعتراف تھا بنا مانگے معافی تو وہ دنیا میں بس صباح کو ہی دے سکتا تھا۔ بغیر غلطی جتائے۔ دل میں محبت کا پھر بھی بڑھتے رہنا۔ شاید ایسی محبتیں ہی معجزہ ہوا کرتی ہیں۔ اور یہ معجزہ صباح فاروق کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔ لیکن جو صباح کو معلوم ہوتا تب نا۔

ہادی نے کچن میں داخل ہوتے ہی صباح کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ صباح تو نہ ملی ہاں وہاں ہوئی تباہی ضرور نظر آ گئی تھی۔ ہادی بے یقینی سے چولہے پر گری راکھ کو دیکھ رہا تھا پھر فرش پر راکھ کا ڈھیر۔ وہ تیزی سے فرش پر گری راکھ کی جانب بڑھا۔ اسے ہاتھ سے یہاں وہاں کیا۔ اوپر کاغذوں کی راکھ تھی اور نیچے لال رنگ کے کپڑے کی...... جو ابھی بھی کہیں کہیں سے بچ گیا تھا۔ وہ بے یقینی سے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ وہ صباح کا شادی کا لہنگا تھا۔

''صباح......'' وہ بیٹھے بیٹھے چیخا۔ ''صباح......''

وہ ہوتی تو جواب آتا۔ وہ تیزی سے بھاگتے قدموں سے اپنے کمرے میں گیا۔ اس کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ غصے سے ایک پٹ کو دھکیلتے وہ اندر داخل ہوا۔ گلابوں کی خوشبو اور ٹوٹے کانچ۔

''اف! صباح اف......'' اس نے جھک کر ٹوٹے فریم دیکھے سب خالی تھے۔ یعنی وہ کاغذوں کی راکھ دراصل اس میں لگی تصویروں کی راکھ تھی۔

''ڈیم اٹ...... پاگل عورت یہ میرے پاس شہرین کی آخری تصویریں تھیں۔ تم نے سب جلا دیں۔'' وہ غصے

سے پہنچا۔صباح پر آیا غصہ پھر سے عود آیا تھا صرف غصہ نہیں۔دکھ، افسوس کہ شہرین کی ایک بھی تصویر اس کے ساتھ والی نہیں رہی تھی۔

''یہ تم نے کیا کر دیا۔'' ہادی بھنچے لبوں سے ٹوٹے فریموں کو دیکھ رہا تھا۔''بچے کہاں ہیں؟'' بچوں کا خیال آتے ہی وہ اٹھا۔پھر پورا گھر دیکھ لیا نہ صباح تھی نہ بچے۔وہ پریشانی سے صباح کا نمبر ملا رہا تھا جو بند جا رہا تھا۔ پھر اس نے شاکرہ کو کال ملائی۔

''صاحب جی! بچے میرے ساتھ ہیں۔بیگم صاحبہ چلی گئیں تو بچے بہت رو رہے تھے۔پھر میرے اپنے بچے بھی میرے لیے رو رہے تھے تو ان دونوں کو یہاں اپنے کوارٹر میں لے آئی۔اب آ کر سوئے ہیں دونوں۔نورِعین نصیبو کے پاس ہے اور احد میرے پاس۔'' وہ کال کاٹ کر بچوں کو لینے وہاں گیا۔پھر احد کو خود اٹھایا اور شاکرہ نورِعین کو اٹھائے ہوئے تھی۔

''بچوں کو میرے کمرے میں لے چلو۔''

شاکرہ اس کے کمرے کی حالت دیکھ کر نظریں چرا گئی۔

''معاف کیجئے گا صاحب جی۔بچے ایک لمحے کے لیے بھی چپ نہیں ہو رہے تھے تو میں اور نصیبو ان کو سنبھالنے میں لگے رہے۔کمرے کی صفائی نہیں کر سکے۔''

ہادی ماتھے پر بل لیے خاموش رہا۔

''نورِعین مجھے دو۔بیڈ صاف کر لو۔''

شاکرہ نے جلدی سے بیڈ صاف کیا۔پھر نورِعین کو اس سے لے کر سلایا۔پھر ہادی نے احد کو آہستگی سے لٹایا۔خود بیڈ پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔شاکرہ جھاڑو اٹھائے صفائی کر رہی تھی۔ہادی نے کمرے میں اردگرد رکھے گلابوں کے گلدستے دیکھے۔

''یہ کس نے رکھے تھے؟'' پوچھنا فضول تھا پتہ تھا صباح نے رکھے ہوں گے لیکن کیوں؟ شاکرہ جو سارا کچرہ صاف کر چکی تھی۔اس کے سوال پر اسے دیکھنے لگی۔

''آپ کو نہیں معلوم آج بیگم صاحبہ کی سالگرہ تھی۔سارا دن کچن میں کام کرتی رہیں۔بہت خوش تھیں۔''

شاکرہ کے لہجے میں صاف ہمدردی تھی۔

''شاکرہ! یہ سب گلاب اٹھالو۔اور دھیان رکھنا کوئی کانچ کا ٹکڑا رہ نہ جائے۔صبح بچوں کو لگ نہ جائے۔''

اس کا مطلب تھا بس اپنا کام کرو اور جاؤ۔شاکرہ خاموش ہوگئی اور پھر چند منٹ بعد اپنا کام ختم کرتی وہ چلی گئی۔ہادی نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر تناؤ بھرے تاثرات کو کم کرنا چاہا۔پھر گہری سانس لیتا اٹھ کر الماری کی طرف گیا اور نائٹ سوٹ نکالنے لگا۔پھر ایک دم سے ساتھ والا پٹ کھولا۔وہاں صباح کے کپڑے تھے۔ہادی نے ایک دم سے مڑ کر کمرے پر نگاہ دوڑائی۔اسے وہاں رکھے گلابوں کے گلدستے یاد آئے۔ہادی نے مڑ کر صباح کے لٹکے کپڑوں کو چھوا۔اسے آج کچن میں صباح کی استقبالی مسکراہٹ یاد آئی۔سب بہت الگ تھا۔وہ خوبصورت مسکراہٹ،صباح کا اس کمرے میں شفٹ ہونا......اور گلاب۔مطلب بہت واضح تھا۔اس نے نئی زندگی کی شروعات کے لیے اپنی سالگرہ کا انتخاب کیا تھا۔

اوہ شٹ......ہادی بے جان سا کھڑا تھا۔آج جب نئی شروعات ہونی تھی آج شہرین اور اس کے گھر والوں کے لیے اس کا جھگڑنا صباح کو کیسے انگاروں پر لے گیا ہوگا۔ہادی افسوس سے سوچتا رہ گیا۔صباح نے کبھی اس قدر شدید ردعمل نہیں دیا تھا اور اب اس سب کا مطلب ہادی پر بہت واضح ہوگیا تھا وہ اپنی طرف سے اس رشتے کو ختم کرگئی تھی۔شادی کا جوڑا جلانا اور پھر اس کی اور شہرین کی تصویروں کو جلانا۔ہادی نے خالی خالی نظروں سے کمرے کی دیواروں کو دیکھا۔وہ کس کا افسوس کرتا۔صباح کے جانے کا یا پھر شہرین کے جانے کا۔

✡......✡......✡

صباح جب گھر پہنچی تو فجر کے بعد والا سویرا پھیل رہا تھا۔بیل دینے کے بعد وہ چند لمحے انتظار کرتی رہی۔پھر اسے قریب آتے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔وہ سنجیدہ چہرہ لیے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔پھر دروازہ کھل گیا۔ابا کا چہرہ نمودار ہوا۔صباح کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ابا......'' وہ خوشی سے بولتی ابا سے لپٹ گئی۔ابا اتنی صبح اسے دیکھ کر حیران بھی ہورہے تھے اور خوش بھی۔پھر وہ مسکراتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔اماں لان میں کھڑی منتظر نظروں سے دروازے کو دیکھ رہی تھیں۔پھر ابا کے ساتھ صباح کو آتے دیکھ کر وہ بھی حیرت بھری خوشی اور جوش سے اس جانب بڑھیں۔صباح کی نظر اماں پر پڑی تو

وہ بیگ نیچے ڈالتی بھاگتی ہوئی اماں کے پاس گئی۔

"میرا بچہ صباح......" اماں اسے اپنے ساتھ لپٹائے بولے جا رہی تھیں۔

"کیسی ہیں میری پیاری اماں!" اتنے گرم جوش استقبال پر اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔اماں نے اسے خود سے الگ کیا۔اس کے چہرے پر محبت بھری نگاہ ڈالی اور پھر ساتھ لپٹایا۔ابا ماں بیٹی کے ملاپ پر ہنستے ہوئے اس کا بیگ لیے ان تک پہنچے۔

"اتنی صبح کیسے۔سب خیریت ہے نا۔کس کے ساتھ آئی ہو؟ ہادی کہاں ہے؟" اماں نے ایک ساتھ سوال کیے۔صباح نے چہرے پر مسکراہٹ برقرار رکھی۔

"رات کا سفر کیا تو اسی وقت ہی پہنچنا تھا نا۔اکیلی آئی ہوں۔ہادی امریکہ ہیں۔" وہ آتے ساتھ ہی ماں باپ کو جھٹکے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تم ہر بار تو اس کے ٹور پر ساتھ جاتی ہو اب کیوں نہیں گئی؟" اماں نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے نیک بخت۔اب بیٹی ماں باپ کے گھر بھی نہ آئے ایک تو ویسے بھی یہ خیر سے پہلی بار رہنے کے ارادے سے آئی ہے۔" ابا نے اماں کو دیکھ کر کہا۔

"جی اماں۔میرا امریکہ کا ویزہ نہیں تھا اور میں نے ہادی کو کہا کہ اس بار میں اپنے میکے چلی جاتی ہوں۔آپ آرام سے اپنا کام کریں۔"

ابا اس کی بات پر مسکرائے۔

"بہت اچھا کیا۔"

"کتنے دنوں کے لیے آئی ہو؟ سن لو اس بار میں نے جلدی نہیں جانے دینا۔پچھلی بار بھی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی تم۔" صباح ان کا شکوہ سن کر مسکرائی اور وہ دن دماغ میں تازہ ہوا کہ جب اماں سے ناراض ہو کر نکلی تھی۔

"اس بار بہت دنوں کے لیے آئی ہوں آپ تھک جائیں گی روز مجھے دیکھ کر۔پھر کہیں گی بی بی اپنے گھر جاؤ۔"

اماں نے خفگی سے اسے چپت لگائی۔

”بھلا مائیں بھی بچوں کو دیکھ کر تھکتی ہیں۔ سدا الٹی کھوپڑی رہنا۔“ صباح نے اس بے عزتی پر مسکراہٹ دبائی۔ یہ صبح کا وقت تھا اور اس وقت سوائے اماں ابا کے گھر میں کوئی نہیں جاگتا تھا۔ جب تک صباح تھی تو وہ بھی نماز کے بعد نہیں سوتی تھی۔ وہ ہر بات کو ذہن سے جھٹکتی اماں کے ساتھ اندر آ گئی تھی۔

”بہنوں والے کمرے میں رہو گی یا الگ کمرے میں۔“ اماں نے بیٹی کے مزاج کے مدنظر پوچھا۔

”وردہ کے کمرے میں۔ باقی اس سے پوچھ لوں گی۔“

”وہ تمہاری طرح نہیں ہے کہ کمرہ شیئر نہ کرے۔“ وہ اماں ہی کیا جو سچ نہ بولے۔ صباح کی مسکراہٹ میں ذرا جو فرق آیا ہو۔

”جانتی ہوں سب بہت نیک اولاد ہے آپ کی سوائے میرے۔“

”اب اس بات پر ناراض نہ ہو جانا۔“ اماں نے بھی مسکرا کر بیٹی کے چہرے کو دیکھا۔

”ہو تو جاؤں گی لیکن ابھی بہت نیند آئی ہے۔“

ابا اس کی بات پر زور سے ہنسے۔ صباح نے ان سے اپنا سامان لیا۔

”اب خود اٹھا لیتی ہوں۔ اب میں ذرا سو لوں۔ آپ لوگ اپنی رومینٹک مارننگ واک جاری رکھیں۔“ وہ شرارتی انداز میں بولی۔ اماں نے گھورا۔ ابا نے ہنستے ہوئے بیگ اسے دیا۔

”بیٹا کچھ کھا لو پھر سونا۔“

”نہیں ابا! ابھی بھوک نہیں ہے۔“

اماں ابا کی یہ مارننگ واک سب کو پتہ تھی کہ اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے سے اپنے سارے مسئلے شیئر کیا کرتے تھے۔ لیکن اس مارننگ واک کی چشم دید گواہ صرف وہ تھی کہ باقی سب تو بس نماز پڑھتے پھر سے بستروں میں گھس جاتے تھے اور وہ کچن کی کھڑکی سے کھڑی ہو کر انہیں دیکھتی رہتی۔ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے باتوں میں مگن دکھائی دیتے۔ صباح اس منظر کو دیکھ دیکھ نہیں تھکتی تھی۔ جہاں اکثر لوگ یہ کہتے سنائی دیتے کہ بڑھاپے میں میاں بیوی ایک دوسرے سے بے زار ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے ابا کا اماں کے لیے محبت بھرا انداز دل میں جذب کرتی رہتی۔ وہ دونوں جتنی دیر واک کرتے صباح کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی رہتی۔ جب بھی ابا

اماں کے کندھوں پر بازو پھیلا لیتے۔ تب صباح کی مسکراہٹ گہری ہو جاتی۔ اور اماں ابا کے خیال سے ان کی مارننگ واک پر انہیں کوئی نہیں دیکھتا تھا۔

✡......✡......✡

صباح کی آمد کا پتہ چلتے ہی اس کی بہنیں بچوں سمیت اماں کے گھر آ گئی تھیں۔ اماں کے گھر آج رونق تھی۔ صباح کو وی آئی پی پروٹوکول دیا جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اب ماں بہنوں سے سچ کیسے بولے۔ بات منہ تک آ کر واپس لوٹ جاتی۔ یہ جو اتنی محبت عزت مل رہی تھی اماں نے تو خوب ہی عزت افزائی کر دینی تھی اور ڈر تھا کہیں ہاتھ پکڑ کر وہاں چھوڑ ہی نہ آئیں۔ وہ تذبذب میں تھی۔ کرے تو کیا کرے۔ پھر بہنیں تو اسی دن شام کو چلی گئیں تھیں وہ وردہ کے کمرے میں ہی آ گئی تھی۔

ماننے کی بات تھی کہ اس کی بہنیں اس کی نسبت کھلے دل کی تھیں۔ صباح نے بیڈ سے ٹیک لگائے موبائل آن کیا۔ وردہ اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھی کتابوں میں سر جھکائے ہوئے تھی۔ موبائل آن ہوتے ہی اس کا موبائل کسی ڈھول کی طرح مسلسل بجنے لگا۔ میسجز اور نوٹیفیکیشنز کی بھرمار تھی۔ جھکی ہوئی وردہ نے ہنستے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”لگتا ہادی بھائی نے دو دنوں میں خوب ہی مس کیا تمہیں۔“

صباح نے جلدی سے سائلنٹ موڈ آن کیا۔

”کچھ زیادہ ہی۔“ صباح بجتے موبائل کے خاموش ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ ہادی، شاکرہ اور نصیبو کی ڈھیروں کالز۔ ہادی کے میسجز۔۔ وہ خاموشی سے ہر ایک میسج کو پڑھتی رہی۔ کچھ غصے میں بھرے ہوئے تھے کہ تصویریں کیوں جلائیں۔ صباح کے ماتھے پر بل آئے۔

”بڑے درد اٹھ رہے ہیں۔ زندگی میں پہلی بار اچھا کام کر کے آئی ہوں۔ شاباش صباح۔“ اس نے خود کو تھپکی دی۔ پھر بچوں کا رونا لکھا تھا۔ صباح نے آگے کے میسج پڑھے بغیر ہی ڈیلیٹ کر دیے۔ موبائل ایک سائیڈ پر رکھ دیا۔ وردہ نے ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”خیریت۔“

''ہاں کیوں؟''

وردہ نے نفی میں سر ہلایا۔صباح اٹھ کھڑی ہوئی۔''پانی پینے جا رہی ہوں۔تمہارے لیے کچھ لاؤں کچن سے؟''

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔'' وردہ نے مسکرا کر کہا۔صباح جوتی اڑستی کچن میں آ گئی۔تینوں بھابھیاں میز کے گرد رکھی کرسیوں پر بیٹھی باتوں میں مگن تھیں۔صباح کچن کے دروازے کے قریب رکھے کولر سے ٹھنڈا پانی بھر کر پی رہی تھی۔وہ کولر فریج کی آڑ میں تھا اس لیے اس کی آمد کا بھابھیوں کو پتہ نہیں تھا۔بائی چانس گفتگو کا موضوع وہ ہی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے شوہر سے جھگڑا کر کے آئی ہے۔آج تک تو میکے کی یاد آئی نہیں اب ایک دم سے اتنے دن رہنے آ گئی۔'' بڑی بھابھی کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔صباح گھونٹ گھونٹ پانی پیتی رہی۔

''ہاں ویسے مزاج کی بھی تیز لگتی ہے۔'' یہ سبرین تھی۔اس کی وہ بھابھی جس سے وہ اس کی شادی کے بعد اب آ کے ملی تھی۔صباح نے پانی ختم کر کے گلاس کولر کے اوپر رکھ دیا اور فریج کی آڑ سے ہٹ کر سامنے سے آ کر فریج کھولا۔بھابھیوں کو مکمل نظر انداز کر دیا۔فریج میں جھک کر دیکھ رہی تھی کہ وردہ کے لیے کیا لے جائے۔اسے دیکھ کر تینوں ایک دم سے خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

''ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔'' بڑی بھابھی نے مسکرا کر کہا۔

''جی میں نے آتے ہوئے سن لیا تھا۔'' وہ فریج میں منہ دیئے بولی۔بھابھی کے چہرے پر تپانے والی مسکراہٹ آ گئی۔وہ ہمیشہ کھل کر کھیلتی تھیں کیونکہ اس کا رزلٹ چھپ کے کھیلنے سے اچھا آتا تھا۔صباح جیسی جذباتی لڑکی ان کی باتوں پر فوراً غصے میں آ جاتی تھی اور پھر وہ بھابھی کو جب سناتی تو اس کے بدلے اپنی اماں اور بھائی سے خوب سنتی۔اب بھی بھابھی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھیں۔

''ہاں بھئی صباح! تو بتاؤ شوہر سے جھگڑا کر کے آئی ہو کہ ایسے ہی......''

صباح اس انداز کو خوب پہچانتی تھی۔

''نہیں بھابھی! ہادی امریکہ گئے ہیں اور میرا وہاں کا ویزا نہیں ہے تو میں اکیلے گھر میں رہنے کی بجائے

یہاں آ گئی۔'' پچھلے سالوں میں اس میں تھوڑی سی سمجھداری آ چکی تھی کہ ہر بات پر غصے میں نہیں آجایا کرتے۔

''ہاں صحیح کیا۔تمہارے تو بچے بھی نہیں ہیں اکیلا گھر تو کاٹ کھاتا ہے۔'' بھابھی نے ایک اور تیلی ڈالی۔صباح بنا جواب دیے اپنی مطلوبہ چیزیں اٹھائے کچن سے باہر چلی گئی۔دل ہی دل میں بھابھی کو سنواتی وہ کمرے میں آ گئی۔

''پتہ نہیں اماں ڈھونڈ ڈھانڈ کے ڈائنوں کو ہی کیوں گھر کی بہوئیں بنالائی ہیں۔ایک جو کام کی بہو لے کے آئی ہوں۔سب فسادی اور حاسد۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی بیڈ پر آ کر بیٹھی۔وردہ نے اس کے ہاتھ سے پلیٹ پکڑی جس میں وہ تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف چیزیں ڈال کر لائی تھی۔

''اب کیا کر کر دیا بھابھیوں نے؟''

''وہی جو ہمیشہ سے کرتی آئی ہیں۔'' وہ جل کر بولی۔

''تم بھابھیوں سے پنگے نہ لیا کرو۔'' وردہ اطمینان سے بولی۔

''مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے ان سے پنگے لینے کا۔البتہ بڑی بھابھی تو جیسے میکے سے ٹارگٹ لے کر آئی تھیں کہ مجھ سے دم دار دشمنی رکھیں گی اور گھر کے ہر فرد کو میرے خلاف کریں گی۔اب سبرین سے میں اتنا ملی بھی نہیں اسے بھی پر لگے ہوئے ہیں۔میرے خلاف بول کر وہ بھی ثواب لوٹ رہی ہے۔'' وردہ ایک دم سے سیدھی ہوئی۔

''سبرین بھابھی؟''

''جی......''

''ویسے یہ تو سامنے کی بات ہے بھائی تم سے بہت پیار کرتے تھے اور بڑی بھابھی کو دشمنی کے لیے یہی کافی تھا۔'' وردہ نے اسے کام کی بات یاد دلائی۔

''قسم سے جس دن سے آئی ہیں مجھ سے خصوصی دشمنی پال بیٹھیں۔اور مجھے سمجھ ہی نہیں آیا کہ بھائی کیوں بدلتے گئے۔''

''بس اب تم جتنے دن رہنے آئی ہو احتیاط سے رہنا۔بھابھی تو وہی ہیں لازمی کچھ نہ کچھ کریں گی۔'' وردہ نے نصیحت کی۔

”ہاں بڑی اماں، میں احتیاط ہی کر رہی ہوں اور ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہی۔“ صباح چڑ گئی۔

”ہم ہی احتیاط کرتے رہیں انکا جو دل چاہے کریں۔۔“ وہ چڑ کر بولتی وردہ سے رخ پھیر گئی۔ وردہ نے گہری سانس بھری۔ اس کی بہن اپنی جلد بازی کی وجہ سے جتنا بھی نقصان اٹھاتی تھی پھر بھی نہیں سیکھتی تھی۔

کچھ دن بعد کی بات تھی صباح بھتیجوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ احد اور نورِ عین کی یاد کو وہ دل سے نکال پھینکنا چاہتی تھی۔ اماں تو اس تبدیلی سے بہت خوش تھیں۔ وہ صباح میں بہت سی مثبت تبدیلیاں دیکھ رہی تھیں۔ وہ انہیں کچھ اداس اور بجھی بجھی سی لگتی لیکن ان کے خیال سے شادی کے بعد پہلی بار شوہر سے دور رہ رہی تھی تو یہ نارمل تھا۔ لیکن پھر بھی احتیاطاً پوچھا تھا اور اس نے کہا تھا کہ ایسا کچھ نہیں۔ لان میں بچوں کے کھیل نے گھر میں شور برپا کیا ہوا تھا۔ صباح بھی ان کے ساتھ تھی۔ پھر سب بچے تھک کر نیچے بیٹھ گئے۔

”بھاگ بھاگ کر ٹانگوں میں درد ہو رہا ہے اور پیاس بھی لگ رہی ہے۔“ سب بچوں نے مل کر یہی کہا۔ صباح ہنستی ہوئی ان کے لیے جوس لینے کچن میں جانے لگی۔ اماں اور دونوں بھابیاں لان میں چیئرز پر بیٹھی انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔ صباح بچوں کو جوس دینے کے بعد ان کے ساتھ آ بیٹھی۔

”بہت تھک گئی ہوں میں تو......“ وہ بیٹھتے ہی بولی۔

”بچے آج بہت کھیل لیے اور بہت خوش بھی ہیں۔ تمہارے ساتھ تو اب بہت گھل مل گئے ہیں۔“ اماں نے مسکرا بیٹی کو دیکھا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی۔

”جب اپنی اولاد نہ ہو تو پھر دوسروں کی اولاد پر بھی بندہ واری واری جاتا ہے۔“ بڑی بھابھی نے اسے دیکھ کر کہا۔ صباح کے مسکراتے لب ساکن ہوئے۔ اماں نے بہو کو سرزنش بھری نظروں سے دیکھا۔

”بہو بولتے ہوئے کچھ خیال کر لیا کرو۔“

”سچ ہی تو کہا ہے اماں۔ ورنہ یہی اپنی صباح ہوتی تھی کیسے بچوں سے چڑتی تھی۔“ بھابھی نے آنکھیں مٹکا کر کہا۔ صباح معذرت کرتے اٹھ آئی تھی۔ اماں افسوس سے بیٹی کو جاتا دیکھتی رہیں۔ بہو کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں۔ لیکن صباح کے لیے دل سے مزید دعائیں نکلنے لگی تھیں کہ وہ صاحب اولاد ہو جائے۔

ہر رات صباح کی آنکھ مخصوص وقت پر کھل جاتی تھی۔ جب نورِ عین اٹھتی یا احد۔ اب تو صباح کی بچوں کے

لیے اٹھنے کی عادت پختہ ہوگئی تھی۔ وردہ جو پڑھائی کے لیے جاگتی رہتی تھی۔ کبھی بارہ تو کبھی ایک بجے اچانک سے اس کے اٹھ کھڑے ہونے پر حیرت سے اسے دیکھتی۔ وہ تو بہت گہری نیند سوتی تھی اور جو کوئی نیند سے اٹھا دیتا تو ایک جنگ سی چھڑ جاتی تھی۔ وقت کتنی تبدیلیاں لے آتا ہے انسان میں کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ وہ کیا سے کیا بن چکا ہے۔ بعض دفعہ تبدیلی اچھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ انسان کے لیے مشکلیں کھڑی کرتی جاتی ہے۔ صباح میں مثبت تبدیلیاں آئی تھیں۔ جو دیکھنے والوں کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیتی تھیں۔

''صباح تم پہلے سے بہت اچھی ہوگئی ہو۔'' وردہ ہر بار اسے یہ کہہ کر چھیڑتی تھی۔

۞......۞......۞

صباح جس دن سے گئی تھی کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ ہادی کچھ دن تو اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر غصے میں چھوڑ دیا۔ بچوں کی پرواہ کیے بنا چلی گئی تھی ادھر بچوں کے لیے اس کے بغیر جیسے سانسیں تنگ ہوئی جارہی تھیں۔ احد تو اس سے بات ہی نہیں کرتا تھا۔ پہلے تو ہادی اسے وہم سمجھتا رہا کہ وہ جب بھی احد کے ساتھ بیٹھتا وہ فوراً وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا۔ اس کی بات کا اتنی دیر بعد جواب دیتا وہ بھی اس کے بار بار کہنے پر۔ ہادی بیٹے کے رویے پر حیران تھا اور جب احد سے پوچھا کہ کوئی مسئلہ ہے تو اس نے باپ کو یوں دیکھا تھا کہ پوچھنا یاد آگیا۔ اب احساس ہوا۔

''احد بیٹا! آپ مجھ سے ناراض ہیں؟''

''جی ہاں۔'' اس نے فٹ سے جواب دیا لیکن رکھائی سے۔

''کیوں؟'' ہادی کو اپنے اندازے کی درستگی پر حیرت ہوئی۔

''آپ نے مما سے جھگڑا کیا تھا۔ آپ نے ان سے اونچی آواز میں بات کی تھی۔ اس لیے مما بہت روتی رہیں اور پھر گھر سے چلی گئیں۔''

ہادی کا منہ تک جاتا چمچ والا ہاتھ رکا۔ ''آپ سے کس نے کہا؟''

''اس دن میں نے خود دیکھا تھا۔'' ہادی نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ ''اس لیے اب آپ مجھ سے فری نہ ہوا کریں۔'' احد نے باپ کی آنکھوں میں دیکھتے وارننگ جاری کی۔ ہادی کا منہ کھل گیا۔ ''جب تک آپ میری

مما سے سوری نہیں کریں گے اور انہیں واپس نہیں لے آئیں گے تب تک مجھ سے بات نہ کریں۔" وہ کرسی کی پشت سے گھسٹ کر ذرا آگے کو ہوا اور پھر پیر زمین سے ٹکا تا باپ کو سنجیدگی سے دیکھتا چلا گیا۔ ہادی پہلے تو بے یقینی سے احد کے تیور ملاحظہ کرتا رہا۔ پھر پیچھے سے چلایا۔

"میں تمہارا باپ ہوں۔"

"اور جن سے آپ نے جھگڑا کیا وہ میری مما ہیں۔" وہ جاتے جاتے مڑ کر بولا۔ نورِ عین تو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر بھی مما کے نعرے بلند کر کے رونا پسند کرتی تھی اسی لیے ابھی بھی ماں کا ذکر سنتے ہی اس کا رونا سٹارٹ ہو چکا تھا۔ ہادی کا کھانا پینا تو صحیح معنوں میں حرام ہو چکا تھا۔ وہ اب اپنا کھانا بھول کر بیٹی کو چپ کرانے میں لگ گیا۔ شہرین کی اماں اور بہنیں دوبارہ آئی تھیں۔ بچوں نے ان سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر ہادی سمجھا بجھا کر ان کے پاس لے گیا۔ احد تو مجال ان سے ایک لفظ بھی بولا ہو۔ نورعین مما کے پاس جانا ہے بول کر منہ بسورتی اور پھر سر جھکا کر رونے لگتی۔ ہادی تو بچوں کی اس حالت پر چکرا کر رہ گیا۔ صباح کی قدر و قیمت اب معلوم ہو رہی تھی۔

ایک دن نورعین رو رو کر نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔ اسے کھیلتے ہوئے چوٹ لگی تھی تو سسکیاں بھرتے مما کہتی تو ہادی کا دل جیسے مٹھی میں آ جاتا۔ پھر اس نے عائشہ کو کال کر کے بلایا تھا کہ نورِ عین کو سنبھالے۔ اور جب اس کی بہت کوششوں کے بعد بھی نورِ عین اس سے چپ نہ ہوئی تو وہ زچ ہو اٹھی۔

"آپ کی بیوی نے تو بچوں کو سر پر چڑھا رکھا تھا۔ ذرا جو اچھی تربیت کی ہو۔"

"کیسی خالہ ہو سگے بھانجے نہیں سنبھلتے تم سے۔" ہادی کو اس پر غصہ آیا۔

"ضرور سنبھال لیتی اگر جو یہ صباح جیسے فتنے نہ ہوتے۔ بالکل اسی پہ گئے ہیں۔" وہ بھی غصے میں بولی اور اس کی رنگت لال ہوئی جا رہی تھی۔

"میری مما کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں۔" احد فوراً اٹھ کر عائشہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ "اور آپ کے آنے کا بہت شکریہ، آپ جائیں میں اپنی بہن کو خود سنبھال لوں گا۔" وہ ننھا فتنہ ماتھے پر بل ڈالے خشک لہجے میں بولا اور پھر آگے بڑھ کر نورِ عین کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ باہر لے گیا۔ ہادی کو اتنی سیریس سچویشن میں بھی ہنسی

آ گئی۔

''دراصل بچوں نے سوائے صباح کے اور میرے کسی اور رشتے کو نہیں دیکھا۔سب رشتے دار اب ملنے آئے تو ان کے لیے سب سے اٹیچ ہونا مشکل ہے۔'' ہادی نے بیٹے کے رویے پر معذرت کی تھی جیسے۔عائشہ غصے سے ناک سکوڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اینی ویز، بچوں کے لیے مزید کسی مدد کی ضرورت ہو تو مجھے کال کر لیجئے گا۔آفٹر آل میرے بھانجے ہیں۔'' ایک ہاتھ میں پرس پکڑے وہ ادا سے بولی۔روتے بچے تو سنبھال نہیں پائی تھی وہ نجانے کس قسم کی مدد کی آفر کر رہی تھی۔ہادی نے الوداعی انداز میں سر کو خم کیا۔

ایک بات تو طے تھی اس کے بچے سوائے صباح کے کسی اور سے نہیں سنبھلنے تھے۔دونوں کی صحت دنوں میں تیزی سے گرنے لگی۔نورِعین کو ہر آئے دن بخار ہونے لگا۔احد بھی جیسے ماں کی جدائی برداشت کرتے ہمت کھونے لگا تھا۔پھر ایک رات روتے ہوئے ہادی سے لپٹ کر التجا کرتا رہا۔

''میری مما کو لے آئیں۔''

ہادی جو اَب یہ سوچ چکا تھا کہ وہ صباح کو نہیں بلائے گا خود گئی تھی تو آتی بھی خود۔احد کے رونے پر اس کی اپنی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔وہ معصوم اس کے لیے رو رہا تھا اور اس نے ایک بار بھی کال کر کے ان سے بات نہیں کی تھی۔وہ کئی بار شاکرہ اور نصیبو سے پوچھتا صباح کی کال آئی تھی، کیا اس نے بچوں سے بات کی؟ دوسری جانب بچے بھی گھر میں بجتے ہر موبائل کی گھنٹی پر بہت پر جوش اور پر امید ہو جاتے کہ شاید ان کی مما کی کال تھی۔وہ کبھی بھی اتنے دن ان سے بات کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

اگلے دن نورِعین کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔اسے ہاسپٹلائزڈ کرنا پڑ گیا تھا۔ہادی سخت پریشانی میں تھا۔اس نے وہیں کھڑے کھڑے صباح کو کال کی۔چند گھنٹیوں کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔'' پیچھے ہنسنے کی آوازیں تھیں۔صباح بہنوں کی محفل سے اٹھ کر باہر آ گئی تھی۔

''نورِعین ہاسپٹل میں ہے۔'' وہ دھیمی آواز میں بولا۔

''کیوں، کیا ہوا اسے؟'' صباح پریشان ہو اٹھی۔

''جب سے تم گئی ہو بچے بیمار ہو گئے ہیں ہر وقت تمہیں یاد کر کے روتے رہتے ہیں۔''

''کیوں ان کے ننھیالی رشتے دار پھر سے مر گئے کہ بچے ایسے حالوں کو جا پہنچے۔'' وہ صباح ہی کیا جو طنز کا کوئی موقع چھوڑے۔

''تم جانتی ہو وہ تمہارے علاوہ کسی سے نہیں سنبھلتے۔'' ہادی ضبط سے بولا۔

''میرا خیال ہے بچوں کو اب سمجھا دیں کہ میں ان کی ماں نہیں شہرین تھی۔اب شہرین نہیں رہی تو اس کی اماں بہنیں اس کی اولاد سنبھالیں۔ میں بچوں کی کچھ نہیں لگتی۔''

''تم ان کی ماں ہو۔''

''نہیں، ان کی ماں شہرین ہے۔اور پرائے بچوں پر نہ کبھی میں نے محبتیں لٹائی ہیں اور نہ لٹاؤں گی۔بہتر ہو گا بچوں کو بھی اچھے الفاظ میں آپ یہ بات سمجھا دیں۔اور میں بھی ان کی ماں نہیں تھی جب محبت دی تو مجھ سے بھی اٹیچ ہو گئے۔ان کی نانی اور خالاؤں سے کہیں دوسری باتوں کی بجائے مری ہوئی بیٹی کی اولاد پر توجہ دیں۔محبت دیں۔پھر ان کے ساتھ بھی اٹیچ ہو جائیں گے۔بچے تو ہوتے ہی محبت کے ہیں۔'' ہادی جو یہ سوچ رہا تھا نورِ عین کا سن کر وہ تڑپ اٹھے گی اور شاید آج ہی آ جائے اور اب تک ہادی یہی سوچتا رہا تھا کہ اس کی بس ایک کال کی دیر ہے وہ دوڑی چلی آئے گی لیکن وہ صباح ہی کیا جو امیدوں پر پوری اترے۔

''صباح! پلیز نورِ عین بار بار بے ہوشی میں بھی تمہیں پکار رہی ہے۔'' ہادی نے جیسے منت کی۔صباح نے آنکھوں سے بہتے پانی کو صاف کیا اور مضبوط لہجے میں بولی۔

''جب وہ سگی ماں کے بغیر نہیں مرے تو تسلی رکھیں میرے بغیر بھی انہیں کچھ نہیں ہو گا۔آپ کی اور شہرین کی بیٹی ٹھیک ہو جائے گی۔زیادہ پریشانی ہو رہی ہے تو اپنی ہونے والی تیسری بیوی کو بلائیں۔اسے بڑا شوق ہے اپنی بہن کے بچوں کی والدہ بننے کا۔''

''تو تم نہیں آرہی؟'' ہادی نے دو ٹوک پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ بھی یک لفظی بولی۔

''تمہیں پتہ ہے تم بہت ظالم اور خود غرض ہو۔''

''جی مجھے پتہ ہے۔اور کچھ؟''

''صباح! پچھلی سب باتیں ایک طرف لیکن میں یہ کبھی نہیں بھولوں گا۔''

''ٹھیک ہے نہ بھولیے گا۔''

ہادی نے غصے میں کال کاٹ دی۔

صباح بے چینی سے بار بار دل کو مسلتی پھر گردن پر ہاتھ رکھتی۔اسے سانس لینے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔ہادی کو تو سب کہہ دیا تھا لیکن اپنے دل کا کیا کرتی۔یہاں سے وہاں چکر کاٹتی وہ زیر لب آیت الکرسی اور زبانی یاد سورتیں پڑھ پڑھ کر غائبانہ پھونک مارتی رہی۔آنکھوں میں نمی کو وہ بار بار پیچھے دھکیل دیتی۔آپی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آئیں تو اسے بے چینی سے ٹہلتے دیکھ کر اس کے پاس آئیں۔

''کیا ہوا صباح تم ٹھیک ہو؟''

''پتہ نہیں آپی، مجھے سانس لینے میں مسئلہ ہو رہا ہے۔آپ پریشان نہ ہوں میرے ساتھ ایسا کبھی نہ کبھی ہو جاتا ہے۔''وہ ان کے پریشان چہرے کو دیکھتے خود ہی انہیں تسلی دینے لگی۔

''آپ چلیں میں آ رہی ہوں۔''

''چندا! اپنا چہرہ دیکھو ایک دم سے کمزور لگنے لگی ہو۔کچھ ہوا ہے؟ ابھی تم ہادی سے بات کر رہی تھی۔

''آپی کچھ نہیں ہوا۔ان سے تھوڑی دیر بات کی۔ایسے ہو جاتا ہے کبھی کبھار۔آپ پریشان نہ ہوں۔چلیں میں آ رہی ہوں۔''

آپی اس کے کہنے پر چلی تو گئیں لیکن بار بار مڑ کر اسے دیکھتی رہیں۔صباح ان کے جانے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔وہ بار بار شاکرہ کا نمبر ملانے سے پہلے کاٹ دیتی۔

''صباح حوصلہ۔جس گاؤں نہیں جانا اس کے کوس کیا گننا۔جب ان بچوں کے پاس نہیں رہنا تو انہیں وقتی تسلی کیوں دوں۔''وہ گردن اوپر کیے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔پھر بے بسی سے رو دی۔

''اللہ! میرے بچوں کی حفاظت کرنا۔''اس کے لب پر مسلسل دعائیں تھیں۔کہہ دینے سے رشتے ختم تو نہیں

ہو جاتے اور نہ ہی کہہ دینے سے کوئی دل سے نکلتا ہے اور بھلا اولاد کبھی دل سے نکلتی ہے؟ وہ اپنی انا تو سر بلند کر چکی تھی لیکن اس دل کا کیا کرتی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کوئی معجزہ ہو اور بچے اس کے پاس آ جائیں۔ اسے ہادی کے ساتھ تو اب نہیں رہنا تھا اور بچے ہادی کے تھے وہ کیسے اس کے پاس آ سکتے تھے۔

وہ بے بسی سے روئے جا رہی تھی۔ اسے ہادی پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ وہ کیوں اسے ایسی سچویشن میں لایا تھا۔ جب زندگی میں سب ٹھیک ہونے جا رہا تھا۔ کیا ضروری تھا کہ وہ شہرین کے لیے ایک بار پھر اپنی محبت اسے دکھاتا۔ بہنوں کی موجودگی کا خیال کر کے وہ چہرہ صاف کرتی باہر آ گئی تھی۔

ہال روم میں جاتے ہوئے اس کی نظر اپنے پانچ سالہ بھتیجے واسع پر پڑی جو سیڑھیوں کی گرل سے لٹک کر سیڑھی کے ایک کنارے پر پاؤں جمائے نیچے جمپ لگا چکا تھا۔

''حسبی اللہ۔'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ نیچے بچے اس کامیاب سٹنٹ پر اسے داد دے رہے تھے۔ وہ اب جوش میں پہلے سے زیادہ اونچائی سے جمپ لگانے کی تیاری کر رہا تھا۔ صباح بھاگ کر وہاں گئی۔

''واسع! نیچے اترو۔ کیا طریقہ ہے یہ کھیلنے کا۔ چوٹ لگ جائے گی۔ چلو نیچے آؤ۔'' اس نے سختی سے اسے پکارا۔

''کیا پھپھو میں ابھی سپرمین کی طرح جمپ لگاؤں گا۔ آپ دیکھنا۔''

''واسع! چلو جلدی سے نیچے آؤ۔ شاباش۔'' وہ جو گرل سے لٹکا کھڑا تھا۔ منہ بنائے اسے دیکھنے لگا۔ نیچے کھڑے بچے صباح کے ڈر سے چپکے کھڑے تھے۔

''واسع!'' صباح نے اسے گھورتے ہوئے آواز لگائی۔ ''آپ نیچے آتے ہو کہ میں اوپر آؤں۔''

''پھپھو! بس آخری۔'' وہ اپنے جمپ کی پوری تیاری کر چکا تھا۔ صباح جلدی سے سیڑھیوں پر چڑھی۔ جتنا اس گھر کے بچے ضدی تھے۔ اسے اندازہ تھا وہ بھی ایسی ہی ہوا کرتی تھی اپنا کہا پورا کرنا۔ اگر واسع نے سوچا تھا کہ وہ جمپ لگائے گا تو وہ لگاتا۔ صباح تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

''واسع! آج میں آپ کے اندر کے سپرمین کو نکالتی ہوں۔'' وہ جیسے ہی واسع کے قریب پہنچی، اس نے جمپ لگا دیا۔ صباح کی چیخ بلند ہوئی۔ پیچھے سے بڑی بھابھی کی۔ اور اوپر سے گرنے کی وجہ سے واسع کو جب چوٹ لگی تو

اس کی بھی چیخیں بلند ہوئیں۔صباح تیزی سے سیڑھیاں اترتی واسع تک گئی۔بڑی بھابھی بھی اس تک پہنچ گئی تھیں۔

''منع کیا تھا نہ کہ اوپر سے جمپ نہ لگاؤ۔کہاں چوٹ لگی ہے اب۔'' وہ روتے ہوئے واسع کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

''دفع ہوجاؤتم یہاں سے۔پہلے اسے اوپر سے دھکا دیتی ہو پھر پوچھتی ہو چوٹ تو نہیں لگی۔'' بڑی بھابھی نے زور سے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر اسے پیچھے کیا۔صباح نے حیرت سے بھابھی کو دیکھا۔

''بھابھی! آپ ہوش میں تو ہیں۔میں کیوں اسے دھکا دوں گی؟ وہ اوپر سے جمپ لگا رہا تھا تو میں اسے پکڑنے گئی تھی۔''

''تم شروع سے میری اور میرے بچوں کی دشمن ہو۔آج تمہیں موقع ملا تو میرے معصوم بچے کو اوپر سے دھکا دے دیا۔'' وہ روتے واسع کو بھول کر اسے سنا رہی تھیں۔

''آپ یقیناً اپنے ہوش کھو چکی ہیں۔'' صباح نے اس الزام پر اپنے دل میں ان کے لیے تنفر محسوس کیا تھا۔اس عورت کی بلاوجہ کی اس نفرت کی کوئی حد بھی تھی؟ وہ انہیں نظرانداز کرتی واسع کی طرف متوجہ ہوئی۔

''واسع بیٹا! آپ کو کہاں چوٹ لگی ہے؟''

''پھپو! ٹانگ میں بہت درد ہو رہا ہے۔'' وہ روتے ہوئے بولا۔بچے بھاگ کر اماں اور باقی لوگوں کو بلانے گئے تھے۔دونوں بھابھیاں اس شور کی وجہ سے وہاں آچکی تھیں۔

''خود کی اولاد نہیں ہے تو ہماری اولاد کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟''

''بھابھی!'' صباح نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔''میں صرف اسے سمجھا رہی تھی کہ اوپر سے جمپ نہ لگائے۔اسے چوٹ لگ جائے گی۔''

''میں خود اپنے بچوں کو سمجھا سکتی ہوں۔تم میرے بچوں سے دور رہا کرو۔'' وہ چیخیں۔

''اگر پہلے سمجھاتیں تو آج یہ نوبت نہ آتی۔'' صباح نے گرے ہوئے واسع کی طرف اشارہ کیا اور کھڑی ہوگئی یہاں بیٹھنا تو فضول ہی تھا۔

''واہ بی بی! اب آپ ہمیں بتائیں گی کہ ہمیں اپنے بچوں کو کیسے سمجھانا ہے۔ اب بانجھ عورتیں ہمیں بچوں کی تربیت کرنے کا بتائیں گی۔''

صباح جاتے جاتے مڑی۔ بھابھی کی بات نے جیسے دل میں خنجر گاڑ دیا تھا۔ وہ تکلیف کے احساس سے بلبلا اٹھی۔

''مجھے بانجھ پن کے طعنے دینے سے بہتر ہوگا کہ آپ اپنی اولاد کی زندگی کی فکر کریں۔ کیونکہ جو اللہ اولاد دے کر غرور دیتا ہے وہ اولاد لے کر وہ غرور مٹا بھی سکتا ہے۔ ذہن نشین کرلیں۔''

اس کی یہ باتیں وہاں آتے ہوئے اماں اور اس کی بہنوں نے بھی سنی تھیں۔

''تم میری اولاد کے مرنے کی بددعا دے رہی ہو؟'' بڑی بھابھی شیرنی کی طرح غرائیں۔

''صباح!'' پیچھے سے اماں کی سخت آواز آئی تھی۔ واسع ان کی باتوں کو سنتا اپنا رونا بھول چکا تھا۔ چھوٹی بھابھی اور سبرین نے مل کر اسے اٹھایا تھا۔ بڑی بھابھی میدان جنگ میں ہی رہیں۔ صباح تلخی سے سر جھٹکتی مڑی۔ اماں عین اس کے سامنے آکھڑی ہوئیں۔

''تمہیں ذرا بھی شرم آتی ہے؟ کوئی اپنے بچوں کو بھی بددعا دیتا ہے؟''

''اماں! میں نے کوئی بددعا نہیں دی۔ آپ کی بہو کو صرف یاد کروایا ہے کہ اللہ بے نیاز ہے۔ کسی کو بانجھ رکھ کر آزماتا ہے تو کسی کو دی اولاد چھین کر...... اس لیے......''

اماں نے ایک زوردار تھپڑ دے مارا۔ صباح نے پلکیں جھپک کر اماں کو دیکھا۔

''اماں!'' اس کی بہنیں تیزی سے اس کے آگے آکھڑی ہوئیں۔ ''اماں بس۔'' آپی نے جیسے التجا کی۔

''ہٹو میرے سامنے سے۔ ایسی بہن کا دفاع کر رہی ہو جو میرے پوتوں کو بددعائیں دیتی ہے۔'' اماں جلال میں آچکی تھیں اور یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا۔ بڑی بھابھی کی لگائی آگ میں ہمیشہ صباح کو جلنا پڑتا تھا اور اس پر پہلی لکڑی اس کی اماں ہی ڈالتی تھیں۔ آج بھی کچھ انوکھا نہیں تھا جو ہوتا آیا تھا ہو رہا تھا۔ صباح آنسو ضبط کیے بہنوں کے جھرمٹ سے نکل کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اس کی دو بھابھیوں نے تو اس منظر کو حیرت سے دیکھا تھا البتہ بڑی بھابھی کے سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔

صباح کمرے میں آکر ہمیشہ کی طرح بستر میں پڑ کر منہ چھپائے روتی رہی۔ پتہ نہیں کون سی مائیں ہوتی ہیں جو بیٹیوں کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ اسے تو اماں سے کبھی بھی نہیں ملا تھا اور دوسری جانب اماں کو شکایت رہتی تھی کہ ساری اچھی اولاد میں سے وہ اتنی زبان دراز اور ناشکری کیوں تھی۔ اس کی بہنیں اس کے پیچھے آئی تھیں۔ صباح نے مڑ کر ان کی طرف نہ دیکھا۔ اہانت اور تذلیل کا احساس تھا۔ شادی شدہ بیٹی گھر رہنے آئی تھی اور اس کی اماں نے اسے سب کے سامنے تھپڑ دے مارا تھا۔ ذلت سی ذلت تھی۔ آج صباح کے پاس بہت کچھ تھا رونے کو...... ہادی، احد، نورِعین اور اماں۔

پھر اس کی بہنیں شام تک وہیں اس کے لیے بیٹھی رہیں۔ جب وہ رو رو کر تھکی تو اٹھ کر منہ دھو کر آئی۔ آپی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔ غناء آپی یقیناً اماں کے پاس تھیں۔ کمرے میں وردہ اور آپی تھیں۔ پھر آپی اسے سمجھاتی رہیں۔

''چندا! ایسے کون بولتا ہے جیسے تم بول آئی ہو؟ بڑی بھابھی اور اماں کا دل کتنا دکھا ہے تمہیں اندازہ ہے؟ خود ہمیں اتنا دکھ ہوا ہماری بہن اس طرح بھی بول سکتی ہے؟'' وہ ہمیشہ کی طرح اسے چھوٹا بچہ سمجھ کر سمجھا رہی تھیں۔

''کتنی بار کہا ہے بڑی بھابھی سے پنگے نہ لیا کرو۔ وہ ویسے بھی تمہیں پسند نہیں کرتیں۔'' وردہ نے افسوس سے اس کی روئی آنکھوں کو دیکھا جو لال لال ہو رہی تھیں۔

''جتنا بھی فضول بولیں چپ کر کے سن لیا کرو۔'' صباح اب چپ کر کے انہیں سن رہی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ جنہیں آپ بیٹھے بھی نظر نہ آئیں ان کے لیے کھڑے ہونا فضول ہے۔

''میں جانتی ہوں تمہیں اولاد نہ ہونے کا دکھ ہے مجھے بھی اس کا دکھ ہے لیکن اس کے لیے کسی اور کا دل دکھانا......'' آپی افسوس سے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔ صباح کی خشک آنکھیں پھر سے نم ہوئیں۔

''اور اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہو۔''

صباح نے تیزی سے پلکیں جھپک کر نمی جذب کی۔

''آپی! بانجھ...... کا طعنہ آپ نے نہیں سنا۔۔ ہر دوسرے شخص کے منہ سے بچے نہیں ہیں کیوں نہیں ہیں بھی آپ نے نہیں سنا اس لیے آپ اس تکلیف کو محسوس نہیں کر سکتی ہیں۔ آپ اولاد والی ہیں اس لیے اولاد کے مرنے

کی بات نے آپ کو زیادہ تکلیف دی بہ نسبت اس بات کہ مجھے ہر آئے دن میرے باپ کے گھر میں بانجھ کا طعنہ سننے کو ملتا ہے۔آپ کو افسوس ہے کہ مجھے سننا پڑتا ہے لیکن آپ کو دکھ نہیں ہے۔ایک بار نہیں کئی بار بڑی بھابھی کیا سب بھابھیاں اکیلے اور اماں کے سامنے مجھے یہ کہہ چکی ہیں......کیا آپ کو میں انسان نہیں دکھتی؟ کہ جس کو اللہ نے ایک دل لگایا ہوگا جہاں اس کی کمیوں کا دکھ ہوتا ہوگا؟ بھابھیاں تو چلو غیر ہیں میری سگی ماں تک کو تب میری تکلیف محسوس نہیں ہوتی کہ یہ باتیں مجھے کتنا تکلیف دیتی ہیں کیونکہ میں یہ تکلیف انہیں بھی نہیں دکھاتی۔نہیں دکھاتی تو مطلب نہیں ہوتی کیا؟ میں شور مچاؤں واویلا کروں سب کو ہر بار اس بات پر اکٹھا کروں پھر کیا آپ لوگ بڑی بھابھی سے یہ سب کہو گے ایسی باتیں نہ کیا کرو صباح کو تکلیف ہوتی ہے؟ نہیں کریں گے میں جانتی ہوں۔ بھابھی اتنا عرصہ مجھے ٹارچر کرتی رہیں لیکن آج میں نے ایک بات کہی تو سب کا کلیجہ حلق میں آ گیا۔اب اگر مجھے کسی نے بھی کہا کہ میری اولاد نہیں ہے میں بانجھ ہوں یقین کریں میں بھی ان کی اولاد سے ہی ان کا دل دکھاؤں گی۔ جہاں میرے دل پر ہاتھ رکھا جائے گا میں بھی وہیں سے رکھوں گی......اور مجھے اپنے الفاظ پر بالکل بھی افسوس نہیں ہے اچھا کیا میں نے...... مجھے خوشی ہے کہ آج بھابھی کا دل بھی ایسی ہی تکلیف میں آیا جیسے میں محسوس کرتی ہوں۔'' وہ صباح تھی جو کبھی بھی ایک اچھی آئیڈیل لڑکی کے روپ میں نہیں آسکتی تھی۔ آپی اور وردہ افسوس سے اسے دیکھ رہی تھیں۔اماں اور غناء آپی دروازے میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔

''دیکھو اس کے لیے مجھے منا رہی تھیں تم۔اس بدبخت کے لیے جو دل میں بغض پالے رکھتی ہے۔'' اماں نے غناء کو جتاتی نظروں سے دیکھا۔صباح نے نظریں اماں کی جانب کیں وہ سنجیدگی سے اماں کو دیکھتی رہی۔اماں نے تنفر بھری نگاہ بیٹی پر ڈالی۔غناء آپی ان کا ہاتھ پکڑے کمرے کے اندر لے آئیں اور دروازہ بند کر دیا۔پھر اماں صباح کے عین سامنے آ کر بیٹھ گئیں۔صباح نے نظروں کا رخ پھیر لیا۔

''آج مجھے بتا دو کہ تمہارے دل میں اتنا زہر کیوں ہے؟''

صباح نے گہری سانس لی۔''میں بانجھ نہیں ہوں۔'' پھر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔''پیاری اماں میں بانجھ نہیں ہوں۔ یہ بات اپنی بہو کو بھی بتا دیں۔میری زندگی میں بہت سے مسئلے رہے ہیں لیکن اولاد کا مسئلہ کبھی نہیں رہا......اور میں دل میں بغض یا زہر نہیں رکھتی آپ بھی جانتی ہیں اور یہ بھی جانتی ہیں کہ کبھی بھی کسی کو

تکلیف دینے میں پہل نہیں کرتی۔ جو تکلیف دیتے ہیں انہیں بھی معاف کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن پیاری اماں......'' اس نے وقفہ دیا۔'' ہر شخص کو معاف نہیں کرتے یہ میری زندگی کا تجربہ ہے۔ کیونکہ کچھ لوگ آپ کی معافی کو آپ کی کمزوری سمجھتے ہیں جیسے کے آپ کی بہو...... ہر بار مجھے اولاد کا نام لے کر تکلیف دیتی رہیں۔ میں ہر بار خاموش رہی۔ رہی نا...... آپ کے سامنے تھی۔ ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی ان سے......لیکن وہ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں معاف کیا جائے۔ اگر میں پہلے دن ہی انہیں ایسا جواب دیتی تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ خیر اب میں واضح کر دوں اگر آپ کی بہو نے دوبارہ اسی بات پر مجھے ٹارچر کرنے کی کوشش کی واللہ میں انہیں نہیں چھوڑوں گی۔ وہ اپنی زبان سے مجھے جتنی تکلیف دیں گی میں بھی اتنی ہی دوں گی۔ میرے دل سے ان کا احترام اور لحاظ آج ختم ہوا۔ یہ بات جتنا میٹھے انداز میں اپنی پیاری کو بتا سکیں بتا دیں اب میں لحاظ کا ایک ذرہ بھی نہیں آنے دوں گی دل میں۔''

وہ روئی آنکھوں سے مضبوط لہجے میں بولتی کمرے میں موجود خواتین کا دل دہلا گئی تھی۔ پھر وہ ان سب کو کمرے میں چھوڑتے باہر آ گئی تھی۔ اسے سانس لینی تھی کھل کے۔ آزادی کے ساتھ۔

اسے وردہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ واسع کو کوئی فریکچر نہیں ہوا تھا بس اوپر سے گرنے کی وجہ سے ہلکی سی چوٹیں آئی تھیں۔ مجموعاً وہ ٹھیک تھا۔ جب رات کو ڈنر پر سب گھر والے ٹیبل پر اکٹھے ہوئے۔ صباح سب سے آخر میں پہنچی۔ صباح جیسے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھی بڑے بھائی کھانے کی پلیٹ دور کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ صباح سمیت سب نے انہیں دیکھا۔

''ہشام! کیا ہوا؟'' ابا نے سوال کیا۔

''میں ایسے لوگوں کے ساتھ ایک ٹیبل پر بیٹھ کر نہیں کھا سکتا جو میری اولاد کے دشمن ہوں۔'' واضح اشارہ صباح کی طرف تھا۔ صباح کا دل بھرا گیا۔ وہ اس کا سگا بھائی تھا۔ ابا کو واسع والی بات اور اس پر ہونے والا جھگڑا اماں بتا چکی تھیں۔

''آرام سے بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔'' ابا نے سختی سے انہیں کہا۔

''ابا! آپ کو اپنی اولاد پیاری نہیں ہے لیکن مجھے ہے۔ جو میری اولاد کو بد دعائیں دے اور انہیں دھکے دے

کرگرائی مجھے ان کے ساتھ ایک ٹیبل پر نہیں بیٹھنا۔"

ابا نے افسوس سے بیٹے کو دیکھا۔" یہ کیا بچپنا ہے ہشام۔ صباح تمہاری بہن ہے اور بہنیں کبھی بھائیوں کا برا نہیں سوچتی ہیں۔"

"اسی بات کا افسوس ہے کہ بہن ہے ورنہ میں اسے زندہ زمین میں گاڑ دیتا۔" وہ اسے دیکھتے غرائے۔ صباح کے آنسو چھلکنے کو بے تاب تھے لیکن وہ ضبط کیے بیٹھی رہی۔

"ابا! مجھے بھی سن کے افسوس ہوا کہ صباح نے ایسی حرکت کی اور ایسی بات کی۔" اس کا دوسرا بھائی بولا۔

"جب سے آئی ہے روز کوئی نا کوئی مسئلہ اس کی وجہ سے ہوتا ہے جب گھر آؤ یہی سننے کو ملتا ہے آج صباح نے یہ کیا اور میں ہر بار چپ کر جاتا کہ بہن ہے پھر چند دن کے لیے رہنے آئی ہے لیکن آج اس نے ہر حد پار کر دی۔ بہتر یہی ہوگا یہ اپنے گھر چلی جائے تا کہ ہمارے گھر کا سکون برقرار رہے۔"

"ابا! میرا بھی یہی خیال ہے۔ صباح کی زبان کی تیزی کا آپ کو پتہ ہے۔ باقی بہنیں بھی رہنے آتی ہیں لیکن جب سے یہ آئی ہے مسلسل ٹینشن والا ماحول بنا رہتا ہے۔" اس کے تیسرے بھائی نے بھی صباح پر ایک نظر ڈال کراب کو دیکھا۔ وہ تینوں بھائی اس گھر کا ستون۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ ان کے گھر نہ رہے۔

صباح نے سختی سے دل کو دبا رکھا تھا یہاں ان سب کے سامنے اس کے آنسو چھلکنا اس جیسی لڑکی کے لیے باعث توہین تھا۔ جو اپنے نہیں، انہیں اپنی تکلیف کے آنسو نہیں دکھاتے۔ سپاٹ چہرہ لیے وہ باری باری بھائیوں کو دیکھ لیتی۔ اماں خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ وردہ لب کاٹ رہی تھی۔ اس کی بھابھیاں نارمل تھیں۔ اور ابا وہ ڈھیلے کندھوں کے ساتھ بیٹوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کی سلطنت کے وارث تھے۔ صباح نے ابا کو دیکھا۔ وہ اس سے بہت پیار کرتے تھے لیکن...... راجدھانی تو شہزادوں کی ہوتی ہے وہ چپ چاپ اٹھ آئی۔ پھر پتہ نہیں کب اماں اور وردہ کمرے میں آئی تھیں۔ دونوں آپیاں گھر چلی گئی تھیں۔ اماں اور وردہ افسوس سے اور دکھ سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"صباح! میرا بچہ، کتنی بار سمجھایا تمہیں اپنی زبان پر قابو پاؤ۔" وہ بولتے ہوئے چپ کر گئیں۔

"اماں! ایک دو دن میں چلی جاؤں گی آپ پریشان نہ ہوں۔ مزید اپنی ذات سے آپ کو تکلیف نہیں دوں

گی۔'' وہ اماں کو دیکھتے آہستگی سے بولی۔

''تمہیں لگتا ہے میں تم سے پیار نہیں کرتی۔'' اماں نے بیٹی کے چہرے پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

''نہیں میں ایسا نہیں سوچتی۔۔اولاد ہوں آپ کی اور اولاد تو سب کو پیاری ہوتی ہے۔'' وہ تحمل سے بولی۔

اماں کی ہمیشہ سے خواہش رہی تھی کہ ان کی بیٹی میں برداشت اور تحمل آجائے۔وہ اس کے چیخنے چلانے اور پھر اپنی سختی کا سوچ کر آئی تھیں اور زندگی میں پہلی بار ان کی بیٹی ان کے سامنے تحمل کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ان کے دل میں تکلیف کی لہر اٹھی تھی۔وردہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔صباح نے مسکرا کر اس کے ہاتھ کو تھپتھپایا۔یہ وہ تبدیلیاں تھیں جو اس گھر کے لوگ کبھی بھی اس سے امید نہیں کر سکتے تھے۔

''اماں! میں آپ سے یا ابا سے اس بار ناراض نہیں ہوں۔واقعی ناراض نہیں ہوں۔میں تو چند دن رہنے آئی ہوں اور چند دن کے مہمانوں کی وجہ سے مستقل مکینوں سے کون بگاڑتا ہے؟بیٹی ضرور ہوں مگر رہنا تو آپ نے بیٹوں کے ساتھ ہے۔اس لیے انہیں چننا ہی عقل مندی ہے۔''

پھر جتنی دیر اماں رہیں اسے سمجھاتی رہیں ان کی صبح والی ناراضگی بیٹوں کی باتوں کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی۔وہ اسے سمجھا رہی تھیں کہ اپنے گھر میں اپنا دل لگائے۔دوسرے الفاظ میں ادھر کا رخ بہت کم کرے نہ کرے تو زیادہ بہتر ہے۔وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلاتی سنتی رہی۔اس کے منہ سے ایک لفظ بھی شکوے کا نہ نکلا اور نہ یہ کہ شوہر کا گھر بھی چھوڑ چکی ہے۔اب دراصل اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔پھر اگلے دن ابا اسے اپنے ساتھ بٹھائے بہت کچھ سمجھاتے رہے۔صباح ان کے جھکے سر کو دیکھ کر اپنا سر جھکا دیتی۔

''ابا! آپ پریشان نہ ہوں۔میری وجہ سے سب کو مسئلے ہو رہے ہیں تو میں جا رہی ہوں آپ اس ٹینشن میں نہ آئیں کہ میرے ساتھ کچھ برا ہوا ہے۔کچھ برا نہیں ہوا، ویسے بھی میں اس گھر سے کب کی رخصت ہو چکی ہوں اب بھی چند دن کے لیے آئی تھی۔میرا مقصد جھگڑا نہیں تھا لیکن خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔اب مزید آپ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں۔'' وہ ابا کے چہرے پر پھیلی شرمندگی کو دیکھ کر رو اٹھی تھی۔جو بھی ہو باپ کے جھکے سر نہیں دیکھے جاتے۔وہ بیٹوں کی وجہ سے چاہتے تھے کہ بیٹی اپنے گھر جائے لیکن کہتے ہوئے ان کی نظریں جھکی رہی تھیں اور یہ صباح کے دل کو چیر رہا تھا۔میں تو ویسے بھی ایک دو دن میں جانے والی تھی۔

"ہادی بھی واپس آرہے ہیں امریکہ سے۔" وہ پھر سے جھوٹ کے پلندے کھڑے کررہی تھی۔ اپنے گھر کی خوشیوں کیا ور محبت اور سکون کے۔

جس شام صباح کی روانگی تھی اسی شام اس کی ساس اور نند ابا کے گھر اسے منانے آگئی تھیں۔ صباح اس وقت اپنی پیکنگ میں لگی ہوئی تھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ لوگ آئی ہوئی ہیں اور وہاں اس کی ساس اور نند کو اگر پتہ ہوتا کہ صباح گھر والوں سے ابھی تک یہ بات چھپائے ہوئے ہے تو وہ کبھی یہ بات نہ چھیڑتیں۔ اماں اور ابا تو انہیں خوشدلی سے ویلکم کرتے ڈرائنگ روم میں لے آئے تھے۔ پھر اس کے بھائی وہاں آئے تو بھابیاں بھی وہیں آگئی تھیں۔ اماں اور آپی ان کی خوش اخلاقی پر حیران بھی ہورہی تھیں اور متاثر بھی۔ پھر بالآخر اماں نے بات شروع کی۔

"بھائی صاحب! کیا بتاؤں جب سے صباح آئی ہے بچے بیمار ہوگئے ہیں۔ ہر وقت تو انہیں اپنے ساتھ رکھتی تھی اب تو ان کے لیے جیسے ماں کے بغیر سانس لینا بھی محال ہے۔ بھائی صاحب! سچ کہہ رہی ہوں صباح کے علاوہ وہ کسی سے نہیں سنبھلنے۔ اونچ نیچ تو ہر رشتے میں ہوجاتی ہے میں جانتی ہوں صباح بہت اچھی ہے میرے بیٹے کی غلطی ہے لیکن بچوں کے لیے اب میں اسے لینے آئی ہوں۔"

"بہن! آپ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔" ابا تو ابا ان کی گفتگو سے وہاں بیٹھا ہر شخص حیران تھا کہ آخر بول کیا رہی ہیں کوئی مفہوم ہی سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"دیکھیں بہن! انہی حالات کی وجہ سے میں بھاگم بھاگ جرمنی سے پاکستان آئی ہوں۔ بچے کسی اور کے پاس جا ہی نہیں رہے۔ بس مما مما کیے جارہے ہیں۔ آپ پلیز۔" اب کے ان کا رخ صباح کی اماں کی جانب مڑا وہ بہت امید سے انہیں دیکھتے ہوئے بول رہی تھیں کہ اماں نے انہیں بیچ میں ٹوک دیا۔

"کس کے بچے؟ آپ کن بچوں کی بات کررہی ہیں؟"

اس کی ساس اور نند نے بے ساختہ ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ یعنی یہاں تو کسی کو کچھ معلوم ہی نہیں تھا کیا بچے اور کیا ناراضگی۔

"یعنی صباح نے آپ لوگوں کو کچھ نہیں بتایا۔" آپی نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"صباح نے کبھی کسی بچوں کا ذکر نہیں کیا۔آپ کی باتیں مجھے ڈرا رہی ہیں۔" اماں نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"وہ آنٹی، صباح اور ہادی کے دو بچے ہیں۔اور صباح کسی بات پر روٹھ کر یہاں آ گئی تو بچے پیچھے سے بیمار ہو گئے ہیں۔" آپی نے انہیں دیکھتے جواب دیا۔وہاں بیٹھا ہر شخص ہکا بکا رہ گیا۔سب کو پتہ تھا بھابھی اسے بانجھ کہتی ہیں اور اس نے کبھی نہیں کہا کہ اس کے دو بچے ہیں۔جواب میں بہت کچھ کہتی تھی یہ کیوں نہیں کہا کہ میرے بچے ہیں۔اماں ابا تو کتنی دیر کچھ بول ہی نہ پائے۔

"میری صباح کی اولاد ہوتی تو وہ مجھ سے کیوں چھپاتی۔" اماں بے یقین تھیں۔

"دراصل صباح کے اپنے بچے نہیں ہیں۔ہادی کی پہلی بیوی سے ہیں۔کیا صباح نے آپ کو نہیں بتایا تھا۔"

وہاں موجود سب لوگوں کا ری ایکشن انہیں ڈرا رہا تھا۔اماں اور وردہ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"ہادی کی پہلی بیوی۔" بڑی بھابھی ایک دم سے آگے ہوئیں۔کیا واقعی۔یہ تو بہت مزے کی بات تھی۔

"آپ لوگوں نے شادی کے وقت تو نہیں بتایا تھا کہ ہادی کی دوسری شادی ہے یہ اور دو بچے......" ابا بولتے ہوئے خاموش ہو گئے۔اماں تو ابھی تک بے یقینی سے اس کی ساس کا منہ تک رہی تھیں۔وردہ بھاگ کر اسے بلانے آئی۔وہ چادر لے کر اپنا پرس چیک کر رہی تھی۔وردہ کو دیکھ کر سر اٹھایا۔

"بس آ رہی تھی میں۔"

"تمہاری ساس اور نند آئی ہیں۔"

صباح نے پرس کو چھوڑ کر اسے دیکھا۔

"یہاں؟"

وردہ نے سر ہلایا۔"وہ کہہ رہی ہیں کہ ہادی بھائی شادی شدہ ہیں اور دو بچے......" وہ بولتے ہوئے اٹک گئی۔صباح اس کی بات سن کر بھاگی۔اوہ نو اماں ابا کو نہ پتہ چلے۔ڈرائنگ روم میں سب کے تاثرات نے بتا دیا تھا کہ بات کھل چکی ہے۔وہ پھیکا چہرہ لیے آگے بڑھی اور ساس کے قریب گئی۔اس کی ساس، نند دونوں کھڑی ہو کر اسے ملیں۔

''بیٹھیں۔'' انہیں کہہ کر وہ اماں کے قریب آ بیٹھی۔

''صباح! تمہاری ساس کہہ رہی ہیں کہ ہادی پہلے سے شادی شدہ تھا۔'' بڑے بھائی کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ چبا چبا کر بولے۔ اماں، ابا میں تو جیسے بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔

''جی بھائی، ہادی پہلے سے شادی شدہ تھے اور ان کے دو بچے ہیں۔'' وہ بھائی کے تیور دیکھ کر آہستگی سے بولی۔ اماں کے آنسو چھلک پڑے۔ ان کی بیٹی ان سے اتنی بڑی بات کیسے چھپا سکتی تھی اور یہ سب سہا کیسے تھا۔

''پہلی بیوی کہاں ہوتی ہے؟ کیا دونوں ایک ہی گھر میں رہتی ہو؟'' اماں ابا کے دل میں تکلیف بڑھی۔ سب کے دل میں اٹھتا سوال چھوٹے بھائی نے پوچھا۔

''نہیں بھائی۔ جس دن میری شادی ہوئی تھی اسی دن بیٹی کو پیدا کرتے اس کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔'' اس نے نظر اٹھا کر اماں اور ابا کو دیکھا۔ دونوں شکوہ کناں نظروں سے بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔

''اگر وہ زندہ ہوتی تو پھر تم کہاں رہتی یہ نہیں پوچھا شوہر سے؟'' بڑے بھائی نے چبھتے لہجے میں کہا۔

''وہ محبوبہ تھی، مجھے اس کے ساتھ رکھ کر کہاں اسے تکلیف دیتا۔'' یہ بات اس نے دل میں سوچی تھی لیکن کہی نہیں تھی۔ اتنی پاگل نہیں تھی کہ اپنی بھابھیوں کے سامنے ایسی بات کہتی کہ اس کے شوہر کی محبت کی شادی تھی اور اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔

''تم نے ہم سب سے یہ کیوں چھپایا۔'' ابا نے دکھی لہجے میں بیٹی سے پوچھا۔

''بس نہیں بتا سکی۔'' وہ اصل وجہ چھپا گئی۔ پھر ساس اور نند کی طرف متوجہ ہوئی جو خاموشی سے سب سن رہی تھیں۔

''کیا لیں گی آپ لوگ؟ کیا بناؤں؟''

اماں نے اس کی بات سن کر نفی میں سر ہلایا۔ یہ ان کی بیٹی نہیں تھی۔

''کچھ نہیں بس بیٹا، تمہیں لینے آئے ہیں۔ نورِعین ہاسپٹل میں ہے۔ ہادی کی حالت بہت خراب تھی جب اس نے فون کیا میں تو پریشان ہو گئی تھی۔ بچے، اپنا گھر چھوڑ کے کیوں آ گئی۔ میاں بیوی میں جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ اب تک بھی تو تم سلجھا لیتی تھیں پھر اب کیا ہوا تھا...... پورا گھر تلپٹ ہوا پڑا ہے۔ ہادی کی حالت الگ خراب

اور بچوں کا حال تو پوچھو مت۔ تمہارے بغیر تو وہ گھر جیسے ویران ہو گیا ہے۔ ہادی نے کہا کہ تمہیں نورِعین کی حالت کا پتہ ہے تم پھر بھی نہیں آئی۔ مجھے یقین نہیں آیا اس کی بات پر۔ اس لیے میں خود تمہیں لینے چلی آئی۔ صباح بیٹا! بچوں کی حالت بہت خراب ہے۔ معصوم ماں کے لیے ترس رہے ہیں چلو گھر چلو۔''

صباح ان کے بات شروع کرنے سے پہلے ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مزید اس کی بھابھیاں اس کی زندگی کے اس معاملے کو جانیں اور پھر یہ تو طے تھا کہ یہ سب معلومات وہ طنز طعنے بنا کر اسے سناتیں۔

''اماں! اب یہ ممکن نہیں رہا۔ میں نے اپنی برداشت کی ہر حد تک برداشت کیا اب مزید اذیت نہیں دے سکتی خود کو۔ مجھے اس گھر میں اب کبھی نہیں آنا......اور بچوں کے لیے کوئی آیا رکھ لیں یا آپ لوگ خود سنبھال لیں۔ نہیں تو ان کے ننھیال بھیج دیں۔ میں معذرت کرتی ہوں میں ان کو مزید نہیں سنبھال سکتی۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔ اس کی آواز بہت نیچی تھی کہ قریبی صوفے پر بیٹھے اماں ابا تک گئی تھی بس۔ بھابھیاں اور بھائی سامنے والے صوفوں پر بیٹھے تھے۔

''صباح بچے پلیز......میں آپ کو لینے آئی ہوں۔'' اس کی ساس اس کے ہاتھ پکڑے منت بھرے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

''اماں! آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ اب میرے بس میں نہیں رہا۔ یقین کریں میری ہمت ٹوٹ چکی ہے اب۔ اس گھر کو بنانے کے لیے میں پوری کی پوری ٹوٹ گئی لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ مجھے معاف کر دیں میں اب یہ نہیں کر سکتی۔'' صباح نے ان کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

اماں ابا اب جو بھی کہتے جتنا واویلا کرتے باز پرس کرتے جو نقصان ہونا تھا ہو چکا تھا۔ پھر اس کی ساس اور نند چلی گئی تھیں۔

''صباح! میرے کمرے میں آؤ۔'' ان کے جانے کے بعد ابا اسے کہتے چلے گئے۔ اماں بھی ان کے پیچھے تھیں۔ وہ گہری سانس لیتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے تینوں بھائی بھی وہاں سے چلے گئے تھے۔ وہ ہمت جمع کرتی ابا کے روم میں آ گئی تھی۔

''بیٹھو۔'' ابا اور اماں دونوں بیڈ پر بیٹھے تھے۔ ابا نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ لب کاٹتی بیٹھ گئی۔

''ہمیں کیوں نہیں بتایا تھا؟''

''اماں کو فون کیا تھا بتانے کے لیے لیکن انہوں نے ڈانٹ دیا تھا کہ شوہر کے گلے میرے سامنے نہ کرنا۔'' وہ خود کو نارمل کر چکی تھی۔ اماں نے بے یقینی سے بیٹی کو دیکھا۔ کیا وہ فون اس لیے کیا تھا اس نے۔ انہیں دکھ ہوا تھا کہ انہوں نے اس سر پھری بیٹی کی بات کیوں نہیں سنی تھی جس نے ایک بار منع کرنے کے بعد دوبارہ کبھی ذکر بھی نہیں چھیڑا تھا۔ ابا نے ایک دم سے گردن موڑ کر اماں کو دیکھا۔

''کیا واقعی آپ کو بتایا تھا اس نے؟''

اماں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں سمجھی تھی کہ عادتاً شوہر کا گلہ کر رہی ہے۔ اس لیے ڈانٹ دیا تھا مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے۔''

''تو جب بیٹیاں اپنی کوئی بات بتاتی ہیں کیا مائیں انہیں ایسے ڈانٹ دیتی ہیں؟'' ابا کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ''کم از کم ایک بار سن تو لیتیں کہ وہ گھر سے اتنی دور بیٹھی ہے اور کچھ بتا رہی ہے تو سن لیں۔''

''مجھے لگا چھوٹی سی بات پر دل برداشتہ ہو گئی ہو گی۔ ہے بھی تو ایسی ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جاتی ہے۔ اور شادی شدہ زندگی تو پھر مختلف ہوتی ہے۔'' اماں افسوس سے بولتی چپ کر گئیں۔

''مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میرا اصل گھر مظفر آباد میں ہے۔ مجھے لگا میری شادی لاہور میں ہی ہو رہی ہے۔'' اس نے اماں کو دیکھ کر شکوہ کیا۔

''اس بات کا کیا مطلب ہے؟'' ابا نے اسے دیکھ کر پھر اماں کو دیکھا۔

''یہ کہتی تھی کہ دور شادی نہیں کروں گی۔ اب اتنا اچھا رشتہ اس کی فضول ضد پر تو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔'' صباح نے ایسے دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو واقعی؟

''ہاں اس وقت تو اچھا لگ رہا تھا۔'' اماں نے ہولے سے تصحیح کی۔

''اب شروع سے مجھے ساری بات بتاؤ۔'' ابا نے سنجیدگی سے اسے دیکھ کر کہا۔ پھر صباح نے مختصراً ساری

بات کہی۔ اور تین سالوں کے قصے کو دس منٹ میں سنا کر فارغ ہوگئی تھی۔ ساری تکلیف کو ایک عام سی بات بنا کر وہ فارغ ہوگئی تھی۔

''جب تم اس گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ آئی تھی اور اب بھی جب سانس لینے آئیں تو تم نے کہا کہ سب ختم ہو چکا۔ کیا یہ بتانا پسند کرو گی کہ تم آج کہاں جا رہی تھی؟''

صباح دھک سے رہ گئی۔ ابا نے کہاں سے پکڑا تھا۔ وہ چند لمحے ابا کو دیکھتی رہی۔ اماں نے بھی بیٹی کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔ لمحہ بھر پہلے کا پُراعتماد چہرہ اب پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہ ابا کے سوال پر خاموش رہی۔

''صباح! اپنے ابا کو جواب دو۔''

وہ نگاہیں جھکائے بیٹھی رہی۔

''صباح بیٹا۔'' اس پکار پر اس کی آنکھیں تیزی سے نم ہوئیں۔

''تم کہاں جا رہی تھیں۔'' ابا نے زور دے کر پوچھا۔

''یہیں لاہور میں میری ایک دوست کے پاس۔۔ پھر چند دن بعد کسی ہاسٹل میں شفٹ ہو جاتی۔''

اماں غم و غصے سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔

''کیوں؟'' ابا نے ایک لفظ میں اپنا اعتراض واضح کیا۔

''کیونکہ میں مزید اپنی وجہ سے آپ لوگوں کو تنگ نہیں کر سکتی تھی۔''

ابا دکھ کی کیفیت میں بنا کچھ بولے باہر کو چلے گئے اب کمرے میں اماں اور وہ رہ گئے تھے۔

''صباح! مجھے کیوں نہیں بتایا تھا۔ چلو تب تم ناراض تھی۔ تین سال میں ایک بار بھی تمہیں موقع نہیں ملا؟''

اماں سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''پہلے تو سوچا تھا کہ بتا دوں پھر جب بہت سوچا تو یہی سمجھ آیا کہ بتانا فضول تھا کیونکہ گھر تو ویسے ہی بسانا تھا پھر کیا فائدہ دنیا کو تماشہ دکھانے کا۔ آپ کو بتا دیتی تو آپ کیا کر لیتیں؟ یا پھر کیا کہتیں کہ شادی کے چند دن بعد شوہر کا گھر چھوڑ آؤ؟ کبھی نہیں۔ آپ سب سننے کے بعد مجھے سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیتیں اسی گھر میں تو بہتر یہی تھا کہ اس گھر کو چھوڑنے کی بجائے میں وہیں رہتی۔ جب گھر بسانا تھا تو بس بسانا تھا میری عقل نے تو یہی سمجھایا کہ

جس گھر میں واپس ہی آنا ہے بہتر ہے اسے نہ چھوڑوں......اور پھر دوسروں کو اپنی زندگی میں دخل اندازی دینے کا موقع کیوں دیتی۔''

''ہم اور ہیں، دوسرے ہیں؟''

''آپ نہیں۔لیکن آپ کی بہوؤں کو پتہ چلتا مطلب پورے خاندان کو پتہ چلنا تھا۔اب آپ بھی جانتی ہیں آپ نے ایسی تربیت نہیں کی کہ دنیا کی ہمدردی کے لیے شوہر کی ایک برائی کو کئی سے ضرب دے دیں۔آپ ہی نے سکھایا ہے نا کہ شوہر کا گلہ نہیں کرتے۔تو بس میں نے اپنے شوہر کی برائیوں کا پردہ رکھنا بہتر سمجھا بجائے دنیا کی ہمدردی لینے کے۔''

اماں کو اس پل اپنی تربیت پر فخر ہوا اور آگے بڑھ کر بیٹی کو گلے لگایا۔

''تم کم از کم مجھے تو بتا دیتی۔اتنی تکلیف اکیلے سہتی رہی۔ماں ہوں تمہاری ایک بار نہیں سنی تھی اگلی بار سن لیتی۔''ان کا یہ افسوس کم نہیں ہو سکتا تھا۔

''اور اماں ایک اور بات......میں بانجھ نہیں ہوں بس......''وہ بولتے ہوئے خاموش ہوگئی۔اماں نے اس کی ادھوری بات سمجھ کر منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور اسی وقت ابا نے کمرے کی دہلیز پر کھڑے اس کی بات کو سن لیا تھا۔

''ہادی کی پہلی شادی محبت کی تھی۔وہ کبھی اسے بھولا ہی نہیں۔میری لاکھ کوششوں کے باوجود بھی میں اس کے دل میں جگہ نہیں بنا پائی۔اور اب میں تھک گئی تھی۔میری برداشت کی حد ختم ہوگئی تھی۔میں نے سوچا ماں باپ کا گھر چھوڑ کر میں سب بھلا کر اس کا گھر بنا رہی ہوں تو میری قدر کرے گا۔لیکن نصیب......پھر اس لیے اس گھر کو چھوڑ آئی۔مجھے اپنی جنت میں واپس آنا تھا جہاں میں شان سے رہا کرتی تھی۔جہاں غم پریشانیاں تو بس دور سے دیکھتی تھیں کبھی دل میں جگہ نہیں لے پائی تھیں۔خیر کوئی بات نہیں......اب آپ کو یہ سب بتا دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنے لیے آپ کا دل نرم کرنے کی کوشش کر رہی تھی......میں یہاں نہیں رہوں گی اپنی ذات سے آپ لوگوں کو کوئی پریشانی نہیں دوں گی۔''

''صباح! رکھ کے ایک تھپڑ ماروں گی۔اس وقت اس لیے کہا تھا کہ مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم ایسے حالات میں ہو۔سدا الٹی کھوپڑی رہنا۔کبھی ماں باپ کے بارے میں اچھا نہ سوچنا۔ہمیشہ بدگمان رہتی ہو۔اللہ ہی تمہیں

ہدایت دے۔'' اماں کا غصہ اس کی باتوں پر پھر سے عود آیا تھا۔ صباح پھیکی ہنسی ہنسنے لگی۔ اماں جو بھی کہتیں یہ تو طے تھا اب اس گھر میں نہیں رہنا تھا۔ اس کے لیے اس کی عزت ہر شے سے بڑھ کر تھی۔ ابا وہیں دہلیز سے ہی واپس پلٹ گئے تھے۔

......

اس کی ساس دوبارہ آئی تھیں اور اماں نے اسے بتائے بغیر انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ ابا نے صباح کو سختی سے گھر چھوڑنے سے منع کیا تھا۔ اپنی اولاد تھی جانتے تھے کہ اس کے اندر کیا چل رہا تھا۔ پھر دو دن بعد ابا نے باقی بیٹیوں کو شام کو گھر بلا لیا تھا۔ پھر جب رات کے کھانے سے سب فارغ ہو گئے تھے تو ابا کے حکم پر سب ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔ ان سب کو بٹھا کر ابا اپنے کمرے سے کچھ لینے گئے۔ جب واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ ابا مضبوط قدموں سے چلتے اماں کے ساتھ جا بیٹھے۔ سب منتظر نگاہوں سے ابا کو دیکھنے لگے۔

''میں نے سوچا کہ اپنے جیتے جی میں جائیداد کی تقسیم کر دوں تاکہ کل کلاں کو کوئی جھگڑا نہ ہو اور نہ ہی میری کوئی اولاد میری جائیداد سے محروم رہ جائے۔''

''ابا! اس کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔'' آپی فوراً بولیں۔ سب بہن بھائیوں کی یہی سوچ تھی۔

''ضرورت تو تھی میرا بچہ۔ عدالتی کارروائیوں میں وقت لگتا ہے۔ یہ میری وصیت ہے اگر اس دوران مجھے کچھ ہوتا ہے تو پھر اسی طرح ہی جائیداد کی تقسیم کی جائے۔'' ابا نے فائل سے دو تین اٹیچڈ پیجز نکال کر لہرائے۔ پھر بڑے بیٹے کے ہاتھ میں دیئے کہ دیکھ لو۔ اس کے بھائی مل کر اس صفحے کو دیکھنے لگے۔

''میری سب بیٹیاں اس گھر سمیت میری ہر جائیداد میں حصہ دار ہیں۔ آٹھ دکانیں ہیں سب کے نام ایک ایک کی ہے۔'' بچے سات تھے آٹھواں حصہ اماں کا تھا۔

''میرا حصہ صباح کے نام کیا ہے میں نے۔ آپ کی مرضی آپ اولاد میں سے جس کے بھی نام کرنا چاہیں۔'' ابا نے اماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اباجی! بیٹیوں کے نام دکانیں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ چلیں وہ بھی ٹھیک ہے لیکن گھر تو صرف بیٹوں کے نام ہی رہنے دیتے۔ یہ جو کل کلاں کو حصہ مانگنے آ گئیں تو...... تو کیا ہم گھر کو توڑ کر انہیں حصے دیں گے۔“ اس کے بھائی نے اعتراض کیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے گردنیں ہلا کر اس کی تصدیق کی۔ بھابھیوں کے دل میں بھانبڑ سے جلنے لگے۔

”بیٹا! حصہ مانگنے آئیں یا نہیں دینا تو ہے آپ لوگوں نے۔ پھر کمانے والے ہو اس گھر سے اتنی محبت ہے تو بہنوں سے خرید لینا اگر وہ بیچنا چاہیں۔ باقی اگر کسی کو اس بات پر اعتراض ہے کہ اس گھر میں میری بیٹیاں بھی حصے دار ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ وہ اپنے لیے اور گھر دیکھ لیں جہاں وہ حصہ دار نہیں بس مالک ہوں۔ باقی رہی ساری جائیداد میں سے حصہ دینے کی بات تو یہ میری بیٹیوں کا شرعی اور قانونی حق ہے۔ میں نے ساری زندگی اس لیے نہیں کمایا تھا کہ جب میری اولاد کسی مشکل میں آئے تو ان کے سر پر چھت ہی نہ ہو۔ میری بیٹیاں اچھی ہوں یا بری۔ یا پھر زبان دراز۔ پھر بھی ان کا باپ کی جائیداد پر حق ہے۔ اور صباح کے نام اپنا حصہ اس لیے کیا کہ میری اس بیٹی کی زندگی بہت بے یقینی کا شکار ہے۔

صباح بیٹا! اب یہ صرف تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے بلکہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ پہلے بھی اس گھر پر تمہارا حق تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ جنہیں تمہارے یہاں رہنے پر اعتراض ہے تو بہتر ہوگا وہ اپنے لیے نیا ٹھکانہ ڈھونڈ لیں۔ ماشاءاللہ سے میری بیٹے کمانے والے ہیں۔ کچھ عرصے تک بیویوں کو یہاں کے جیسی ملکاؤں والی زندگی دے دیں گے۔ باقی اس گھر کی ایک ہی مالکن ہے اور وہ میری بیوی ہے۔“ ابا نے بہو بیٹوں سب پر اپنی بیٹیوں کی اہمیت واضح کردی تھی۔ پھر بھائی سے وصیت کے کاغذ لے کر صباح کے ہاتھ میں دیئے۔ وہ نم آنکھوں سے ان کاغذوں کو دیکھتی رہی۔

”ابا! اس سب کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے شرمندگی ہو رہی ہے کہ میری وجہ سے......“ وہ لب بھینچ گئی۔

”باپ کی جائیداد میں سے حصہ تمہارا حق ہے۔ کوئی کچھ بھی کہے لیکن تم یہ یاد رکھنا کہ اللہ کے مقرر کیے حق کو لے رہی ہو۔ اور جو حق اللہ نے آپ کے لیے مقرر کیے ہوں اسے لیتے ہوئے کبھی شرمندہ نہیں ہوتے۔“ ابا نے محبت سے اس کے سر کو تھپتھپایا۔ صباح نم آنکھوں سے ہنسی۔ باپ جیسا سائبان تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ ابا کو معلوم تھا

صباح کو جائیداد میں زیادہ حصہ ملنے پر اس کے بھائی، بھابیاں اسے قصوروار سمجھیں گے۔اس لیے انہوں نے بیٹی کو سمجھانے کے ساتھ وہاں موجود سب لوگوں کو جتادیا تھا کہ ان کی بیٹی کو کچھ نہ کہا جائے۔ہائے پیارے ابا۔

⚝......⚝......⚝

ابا اور اماں آج غناء آپی کی طرف تھے۔گھر کے باقی لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔دوپہر کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔دونوں بھابیاں اپنے کمروں میں تھیں۔صباح، وردہ کے لیے کھانا بنا کر ابھی کچن سے نکلی تھی۔وردہ کو گھر آتے ہی کھانا چاہیے ہوتا تھا اور جب سے صباح آئی تھی بھابیاں تو کچن کے کاموں سے یوں کنی کتراتی تھیں کہ بس......پھر صباح، اماں، ابا اور وردہ کے لیے خود بناتی تھی۔اور بھابیوں کے لیے؟ اگر صباح کی کوئی اور بہن ہوتی تو یقیناً سب کے لیے کرلیتی۔لیکن کیونکہ وہ صباح تھی اور جب اس کی بھابیاں اس کی وجہ سے اماں، ابا کا کھانا نہیں بناتی تھیں تو اس کا بھی دماغ خراب نہیں تھا کہ وہ ان کے لیے یا ان کی اولادوں کے لیے بناتی۔

یہ اور بات کہ جب بچے اسے کچن میں دیکھتے تو جو فرمائش کرتے وہ بنا دیتی۔اب کیا کرتی پھپیوں کی محبت بھی کوئی شے ہوا کرتی ہے۔بھابیوں کو منع کیا جا سکتا ہے معصوم بھتیجے بھتیجیوں کو کیسے کرتی وہ۔

بھابیوں نے تو ایسے بی ہیو کرنا شروع کر دیا تھا کہ جیسے وہ الگ خاندان ہوں۔اماں، ابا، وہ اور وردہ۔اماں اور باقی بہنیں تو محسوس کیے بغیر کام کرلیتی تھیں لیکن صباح ان سے الگ تھی تو ایک بار جب بھابھی نے کہا کہ وہ ان کا بھی کھانا بنا دے تو اس نے انکار کچھ ان الفاظ میں کیا تھا۔

”بنا دیتی ہوں حالانکہ آپ نے کبھی ہمیں بنا کے نہیں دیا۔“

بڑی بھابھی کے ماتھے پر بل آئے۔صباح کی چونچیں بھی اکثر انہی سے لڑتیں۔باقی بھابیوں کو وہ خود ہی کم جواب دیتی تھی۔

”رہنے دو بی بی، اتنا احسان جتا کر، کر رہی ہو نہ کرو۔“

صباح نے کندھے اچکا دیئے۔

”کرتی تو احسان ہی ہوتا جو کہ آپ کبھی نہیں کرتیں۔“

تو آج اس کے بعد بڑی بھابھی اپنے بچوں کے لیے کچن میں کچھ بنانے آئیں۔ صباح ویسے بھی فارغ ہو چکی تھی۔ وہ چہرے سے پسینہ پونچھتی باہر آگئی۔ اسی وقت بیل بجی۔ صباح تھکی ہوئی صوفے پر لیٹی تھی۔ گردن موڑ کر کچن کی جانب دیکھا کہ شاید بھابھی دروازہ کھولنے جائیں۔ بیل دوسری بار بجی......اور بھابھی کے آنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔

صباح دوپٹہ ٹھیک کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ یقیناً وردہ تھی اس کی چھٹی کا وقت بھی یہی تھا۔ صباح وردہ کا خیال آتے ہی تیز قدموں سے دروازے کی جانب چلنے لگی کہ اس کی تھکی ہاری بہن دھوپ میں کھڑی سڑ رہی ہوگی۔ انٹرنس ڈور سے مین گیٹ تک جاتے اسے غصہ آیا۔ ابا کوئی گیٹ کیپر کیوں نہیں رکھتے۔ اتنی گرمی میں بندہ گھر کے اندرونی حصے سے نکل کر 'صرف' دروازہ کھولنے جائے۔

''کون؟'' اس نے احتیاطاً پوچھا۔

''مما دروازہ کھولیں۔'' احد کی معصوم سی آواز ابھری۔ صباح نے ایک سیکنڈ میں دروازہ وا کیا۔

''احد! میرا بچہ۔'' وہ اسے دیکھتے جھکی اور اسے گلے لگالیا۔ اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کو وہ کس کے ساتھ تھا۔ ''کیسا ہے میرا بچہ، کس کے ساتھ آئے ہو؟'' اس کے چہرے کو چوم کر پوچھا۔

''مما! میں بھی ہوں۔'' نورِعین کی نحیف سی آواز آئی۔ صباح نے گردن اٹھا کر دیکھا۔ ہادی نے اسے اٹھایا ہوا تھا۔ وہ فوراً اٹھی اور اسے لے کر خود سے لگایا۔ ہادی کو ہمیشہ کی طرح اگنور کیا۔ ہادی کو غصہ آیا۔

''اندر جا کر محبت بھرے مظاہرے ہو سکتے ہیں۔ بہت گرمی ہے یہاں۔'' صباح اسے نظرانداز کیے نورِعین کو اٹھائے اور احد کا ہاتھ پکڑے اندر آئی۔

''گیٹ کھولو گاڑی اندر کرنی ہے۔''

''خود کرلیں۔ نوکر نہیں لگی آپ کی۔''

ہادی نے اس سرپھری کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ وہ اس کے گھر میں مہمان تھا لیکن وہ بنا لحاظ کے سنا گئی تھی۔ پھر ہادی نے بھی گاڑی کو باہر ہی رہنے دیا اور اس کے پیچھے قدم بڑھائے۔ وہ بچوں کو لیے ڈرائنگ روم میں آگئی تھی۔ بچوں کے شور پر بڑی بھابھی کچن سے نکل کر وہاں آئیں۔ بچوں کو دیکھا اور پھر ہادی کو۔

”تمہارا شوہر اور اس کے بچے؟“ بھابھی نے اسے دیکھا۔ ہادی کو سب نے شادی پر ہی دیکھا تھا اس لیے بھابھی نے کنفرم کیا تھا۔

”جی۔“ اس نے یک لفظی جواب دیا۔

”آئیں بیٹھیں۔“ بھابھی نے خوش اخلاقی کے ریکارڈ توڑتے ہادی کو مخاطب کیا۔ وہ سنجیدہ چہرہ لیے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

”شکریہ۔“ بھابھی نے اس قدر سنجیدگی پر پہلے اسے اور پھر صباح کو دیکھا جو بچوں میں لگی ہوئی تھی۔ صباح نورِعین کے ایک ہاتھ پر لگے برنولے کو دیکھ رہی تھی۔

”یہ کیسے ہوا میرے چھوٹے بے بی کو۔“ وہ اس کے ہاتھ چوم رہی تھی۔

”کیا لیں گے آپ؟“ بھابھی نے میزبانی کرنی چاہی۔

”کچھ نہیں شکریہ آپ کا۔“

بھابھی نے پھر صباح کو دیکھا۔ صباح سب سن رہی تھی۔ پھر اسے ہوش آیا کہ یہ اپنا گھر نہیں تھا جہاں وہ کئی کئی دن ہادی سے بول چال بند رکھتی۔ وہ میکے میں تھی اور سامنے 'بڑی بھابھی' تھیں۔ ان کے سامنے تو وہ کبھی بھی یہ ظاہر نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی اپنے شوہر سے نہیں بنتی۔

”بھابھی! دراصل ہادی کو میرے ہاتھ کی بنی چیزیں اچھی لگتی ہیں اس لیے وہ باقیوں کو انکار کر دیتے ہیں۔“ وہ مسکرائی اور پھر ہادی کی طرف متوجہ ہوئی۔

”کیا لیں گے آپ؟ دوپہر کا کھانا تو نہیں کھایا ہوگا۔“ میٹھے لہجے میں پوچھا۔ ہادی اس ڈرامے کو سمجھا تو نہیں لیکن صباح کے ہاتھ کا کھانا کھائے تو جیسے عرصہ ہو چلا تھا۔ اور عرصے بعد یہ میٹھا لہجہ سننے کو ملا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے کی تلخی لمحوں میں اس کے ذہن سے ہٹی تھی۔ دل خوش فہم ہوا تھا۔ صباح کو اس کی پرواہ تھی۔

”کچھ بھی تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا۔“

بھابھی نے یہ سن کر ناک سکوڑی۔ ”ہونہہ جیسے دنیا کا سب سے اچھا کھانا بناتی ہو۔“ وہ سر جھٹکتی کچن میں آ گئیں۔ صباح نے بھابھی کو جاتے دیکھا تو سکھ بھری سانس لی۔ ہادی نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ پوچھ کر پھر

بچوں کی طرف متوجہ ہوئی اور ہادی کا دل جلا۔بس پوچھنا تھا کھلانا مقصد نہیں تھا۔پھر بیل بجی۔صباح اٹھی۔نورِعین ابھی بھی اس کے کندھے سے لگی تھی۔

''احد! آپ یہیں بیٹھو میں دروازہ کھول کے آرہی ہوں۔''نورِعین کو اٹھائے وہ باہر چلی گئی۔وردہ تھی۔اس نے حیرت سے صباح اور اس کی بازوؤں میں موجود بچی کو دیکھا۔

''بھئی کون خوش نصیب ہے یہ جو صباح فاروق کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔''وردہ نے ہنستے ہوئے بچی کو پیار کیا۔

''یہ وردہ خالہ ہیں۔اور وردہ خالہ یہ نورِعین ہے۔''صباح نے دونوں کا تعارف کرایا۔وردہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔پھر وہ دونوں باتیں کرتیں اندر جانے لگیں۔

''معجزہ ہے بھئی معجزہ۔بھتیجوں، بھانجوں کے کبھی قریب نہ پھٹکنے والی صباح شوہر کے بچوں کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہے۔''وردہ شرارتی انداز میں اسے چھیڑ رہی تھی۔صباح نے گھور کر اسے دیکھا۔

''بڑی بھابھی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بھئی بات تو سچ ہے۔''وردہ مسکرا رہی تھی اور چلتے چلتے نورِعین سے بھی باتیں کر رہی تھی۔

''مما! وردہ خالہ تو بہت اچھی ہیں۔''نورِعین کو بھی وردہ بہت پسند آئی تھی۔

''ہاؤ سویٹ۔''وردہ نے خوش ہو کر اس کے گالوں کو چھوا۔''تم نے میری برائیاں کر رکھی تھیں کیا کہ بچی ملنے کے بعد کہتی آپ تو وہ نہیں بلکہ بہت اچھی ہیں۔''وردہ نے بہن کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

''ہاں اتنی تم اچھی۔''صباح نے چڑایا۔''دراصل ان کی سگی خالائیں بچوں کے ساتھ تو اچھی تھیں لیکن میرے گلے کرتی تھیں ان کے سامنے اس لیے دونوں کو ہی اپنی خالائیں نہیں پسند۔''صباح نے بہت ہلکی آواز میں اسے بتایا تا کہ نورِعین نہ سنے۔

''واہیات عورت ہو۔جانے کتنی باتیں چھپائی ہوئی ہیں ہم سے۔''وردہ نے اسے مکا جڑا۔

''شرم، تم سے بڑی ہوں۔''اس نے وردہ کو غصے سے دیکھا۔پھر آگے پیچھے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔ہادی کو دیکھ کر وردہ نے سلام کیا۔ہادی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔وردہ، احد کو دیکھ کر اس کے پاس گئی۔

''وردہ! تم فریش ہو جاؤ میں کھانا لگاتی ہوں۔'' صباح بہن کو ہدایت دیتے پھر باہر چلی گئی۔ ہادی نے وردہ کو غور سے دیکھا اس کی شکل صباح سے بہت ملتی تھی۔ یقیناً بہن تھی۔ وہ کب اپنے سسرال آیا تھا کہ اسے معلوم ہوتا۔ کیونکہ صباح کی بہن صباح جیسی بے مروت نہیں تھی اس لیے مسکرا کر اپنا تعارف کروایا تھا اور ایک دو باتیں بھی کر لی تھیں۔ پھر صباح نے کھانا لگنے کی اطلاع دی۔

''اماں، ابا کو بتایا؟'' وردہ نے اس کے قریب جا کر سرگوشی کی۔

''نہیں، ابھی فون کرتی ہوں۔''

''اسے تو بٹھاؤ۔ خود کھالو۔''

وہ ہنسی۔ ''یہ نہیں بیٹھے گی۔ تم کھاؤ۔ میں ابا کو فون کر کے آتی ہوں۔'' پھر اس نے ابا کو فون کر کے ہادی اور بچوں کا بتایا۔

''ہم لوگ ابھی آ رہے ہیں۔'' ابا سنجیدہ انداز میں کہہ کر کال کاٹ گئے۔ بڑی بھابھی بھی ٹیبل پر آ گئی تھیں۔ صباح تو بچوں میں لگی ہوئی تھی۔ وردہ ہنسی ضبط کیے بہن کی محبت ملاحظہ کر رہی تھی۔ وہ خود کم کھاتی۔ دونوں کو اپنے ہاتھوں سے کھلا رہی تھی۔ اور وہ دونوں...... مجھے کہہ لینے دیں وہ دونوں ماں کے جیسے بے مروت تھے۔ ان کے لیے بھی بس وہاں ان کی ماں ہی تھی جیسے۔ بس اسی سے باتیں کیے جا رہے تھے۔ ہادی یا وردہ مخاطب کر کے کوئی بات کرتے تو جواب ملتا ورنہ انہیں پرواہ نہ تھی...... اور جب بھابھی آ کر بیٹھیں تو صباح ایک دم سے ہادی کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کی پلیٹ میں سالن ختم ہونے والا تھا۔ صباح نے ڈونگے سے بھر کر اس کی پلیٹ میں ایک چمچ ڈالا اور ایک مسکراہٹ اچھالی۔ ہادی نے اسے دیکھ کر دایاں ابرو اٹھایا۔

''کیا واقعی؟'' لیکن وہ صباح ہی کیا جو شرمندہ ہو۔ وہ اس کی نظروں کو سمجھ کر بھی مسکراتی رہی۔ ابھی وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے کہ اماں ابا آ گئے تھے۔ وہ دونوں سنجیدہ سے ہادی سے ملے۔ ہادی نے بھی چہرے پر مسکراہٹ لانے کی زحمت نہیں کی۔ پھر ابا کے اشارے پر وہ سب وہاں سے گم ہوئے۔ اس کا مطلب تھا کہ ابا کو ہادی سے اکیلے میں بات کرنی تھی۔ صباح پہلے تو کھڑی رہی پھر اماں کے آنکھیں دکھانے پر بچوں کو لیے کھسک آئی۔

''کمال ہے منانے مجھے آیا ہے اور خلوت اماں، ابا کو چاہیے۔''

وردہ کے منہ سے قہقہہ نکلا۔ ''تم اتنی خبیث کیوں ہو؟''

صباح نے ناک سکوڑی۔ پھر ابا، اماں داماد کو لیے ڈرائنگ روم میں گئے۔ صباح چپ کر کے دیکھتی رہی۔ پھر سر جھٹک کر بچوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ وردہ کی کوششوں پر اب بچے اس کے ساتھ بھی باتیں کر رہے تھے اور تھوڑی دیر بعد گھر کے بچے بھی نیند سے اٹھ کر آ گئے تھے۔ دونوں بھابیاں بھی اپنے کمروں سے باہر آ گئی تھیں۔ گھر کی رونق بحال ہو چکی تھی۔ صباح سب سے بچوں کا تعارف کرا رہی تھی اور بچے ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہو رہے تھے لیکن احد اور نورِعین پھر بھی ماں کے پہلو سے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ صباح کا چہرہ کھل گیا تھا۔ اس کی مسکراہٹ لوٹ آئی تھی۔ بھابھیاں غور سے دیکھ رہی تھیں۔ اور بڑی بھابھی ہر بار اس کے پہلو میں بیٹھے بچوں کو بے یقینی سے دیکھتیں۔ کیا واقعی صباح نے بچوں کو اپنے ساتھ بٹھایا ہوا تھا بلکہ ان سے باتیں کر رہی تھی اور انہیں چوم رہی تھی۔

''بھابھی آپ تو کہتی تھیں کہ یہ بچوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتی اور یہاں تو لاڈ ہی ختم نہیں ہو رہے۔'' سبرین نے سرگوشی میں بڑی بھابھی سے پوچھا۔

''میں تو خود حیران ہو رہی ہوں...... اور شوہر سے روٹھ کر میکے آئی تھی اور اب اتنا اس سے ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔''

''ہو سکتا ہے اسے شوہر کی قدر آ گئی ہو کہ اس کے منانے سے پہلے ہی مان گئی۔'' دوسری بھابھی نے ناک سے مکھی اڑائی۔

''کہاں وہ بھی اسے دیکھ دیکھ نہال ہوا جا رہا تھا۔'' (حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔) ''میں نے کھانے کو پوچھا تو شکریہ کر کے انکار کر دیا اور بیوی نے پوچھا تو کہتا عرصہ ہوا تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھایا۔''

''لو پھر روٹھنے کا ڈرامہ کیوں کیا اتنی ہی محبت تھی تو......'' بھابھیاں اپنے اندازوں میں لگی ہوئی تھیں۔ صباح نظر بچا کر ڈرائنگ روم کے دروازے کو دیکھ لیتی۔ میٹنگ تو بہت لمبی ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اتنی لمبی رہی کہ اس کے تینوں بھائی بھی گھر آ گئے تھے۔ صباح کے ساتھ بیٹھے بچوں کو بس دیکھا تھا انہوں نے۔ بات کرنے کی زحمت کسی نے نہیں کی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ ہادی اور اماں، ابا باتیں کر رہے ہیں۔ پھر وہ لوگ فریش ہونے چلے گئے

تھے۔ان کے آنے سے پہلے اماں اسے بلانے آئیں کہ ابا بلا رہے تھے۔صباح بچوں کو ورده کے حوالے کرتی اندر آ گئی۔

”دروازہ بند کر دو۔“اس کے اندر جاتے ہی ابا نے اسے مخاطب کیا۔صباح نے مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔اس کے ابا کو احساس تھا کہ یہ ان کی بیٹی کا ذاتی مسئلہ تھا جسے پورے خاندان کے بیچ بیٹھ کر حل کرنا مناسب نہیں تھا۔ابا نے اس کی ذاتی زندگی کو ذاتی ہی رہنے دیا تھا۔

صباح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ابا کے سامنے والے صوفے پر جا بیٹھی۔اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ بند کمرے میں کیا باتیں ہوئی تھیں لیکن ماحول کا تناؤ وہ محسوس کر سکتی تھی۔اس نے ہولے سے گردن موڑ کر ہادی کو دیکھا۔جس کے لب بھینچے ہوئے تھے اور ماتھے کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔وہ چبھتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔صباح نے گردن واپس موڑ لی۔

”کیسا انسان ہے؟اپنی غلطیوں کے باوجود بھی اکڑ نہیں جاتی اس کی۔“صباح کو اس پر غصہ آیا۔اماں، ابا نے خاموشی سے یہ سب دیکھا۔

”صباح بیٹا۔“ابا نے اسے مخاطب کیا۔صباح فوراً ابا کی طرف متوجہ ہوئی۔

”جی ابا۔“

”ہادی آپ کو لینے آیا ہے۔آپ کا کیا خیال ہے؟جانا چاہتی ہیں کہ نہیں؟“ابا نے بغیر کسی تمہید کے مدعا بیان کیا تھا۔وہ خاموشی سے ابا کو دیکھنے لگی۔اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔

”پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ جس شخص سے آپ کو بیاہ رہا ہوں کیسا ہے۔میری غلطی ہے کہ میں نے چھان بین نہیں کی۔لیکن اب آپ اس کے گھر میں زندگی گزار آئی ہیں اس گھر کی زندگی کو جانتی ہیں۔کیا آپ کو اس گھر میں جانا ہے؟“ابا نے بہت واضح کر کے پوچھا۔

”نہیں ابا، مجھے اس گھر میں واپس نہیں جانا۔“صباح نے گردن اٹھا کر پورے اعتماد سے ابا کو دیکھا۔”جو اس گھر میں گزار آئی ہوں مزید نہیں گزارنی۔“دونوں باپ بیٹی واضح الفاظ میں اپنے نقطۂ نظر بیان کر رہے تھے۔ہادی صباح کو دیکھے جا رہا تھا۔اس سے لگائی ہر امید ٹوٹی تھی اور اماں نے دہل کر دل پر ہاتھ رکھا۔انہیں بیٹی

کے ساتھ ہوئے ظلم کا احساس تھا اور دکھ بھی لیکن جس طرح بیٹی نے کہہ دیا تھا کہ واپس نہیں جانا اور باپ نے بھی اسی کی مانی تھی تو کیا ان کی بیٹی کا گھر اجڑنے کو تھا۔

اماں نے صباح کو آنکھوں سے اشارے کیے ایسا نہ کرو۔ وہ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو کو نہیں جانتی تھی۔ ابا نے کہا تھا کہ اگر صباح نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو وہ اس رشتے کو ختم کر دیں گے۔ ان کے لیے بیٹی اہم تھی دنیا اور دنیا داری نہیں...... اور ہادی...... اسے امید تھی کہ اس کی وہاں موجودگی صباح کو پگھلا دے گی۔ وہ روٹھی ہوئی ہوگی وہ اسے منا لے گا۔ لیکن اس کے ساتھ آنے سے انکار نہیں کرے گی۔ کیا وہ سب کے سامنے اپنے شوہر کو شرمندہ کر سکتی تھی جو اب تک اس کے ہر عیب کو چھپاتی آئی تھی لیکن وہ صباح تھی غیر متوقع۔ اس نے واضح الفاظ میں آنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہادی افسوس اور دکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک چھوٹی سی بات کو اتنا بڑھا دیا گیا تھا۔

"صباح! مجھے اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔" اب کہ ہادی بول اٹھا۔ صباح نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا۔

"یہی ہے میرا آخری فیصلہ۔ مجھے آپ کے ساتھ مزید نہیں رہنا۔" وہ بے لچک انداز میں بولی۔

"تم ایک چھوٹی سی بات کو اتنا بڑھا رہی ہو۔"

"ہاں دیکھ لیں میں کتنا بری ہوں۔" صباح نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ اماں نے شوہر کو اشارہ کیا کہ باہر چلیں۔ انہیں اکیلے میں بات کر لینے دیں۔ پہلے تو ابا نے دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا۔ آخر اماں نے اٹھ کر ان کا بازو پکڑ کر انہیں گھورا۔ ابا نے جواباً اماں کو گھورا۔ لیکن جیت اماں کی ہوئی وہ دونوں باہر آ گئے اور دروازہ بند کر دیا۔

"چھوٹے بچے ہیں کیا کہ ہر بات سمجھانی پڑے۔ میاں بیوی ہیں اکیلے بات کرنے دیں انہیں۔" اماں نے شوہر کو غصہ دکھایا۔

"میری بیٹی جب اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو بس بات ختم۔"

"ہاں ایسے ہی بات ختم۔" اماں نے چڑایا۔ "کیا کوئی بچہ معصوم ہوگا جیسی معصومیت کا مظاہرہ آپ کر رہے ہیں۔"

اماں کو ابا اس وقت ایک آنکھ نہیں بھا رہے تھے۔'' دونوں ہی باپ بیٹی ایک جیسے ہیں۔کوئی زمانے سے انوکھا ظلم نہیں ہوا آپ کی بیٹی پر۔ میری بھی بیٹی ہے لیکن میں یہ چاہتی ہوں اس کا گھر بسا رہے۔''

''ایسے شخص کے ساتھ جو اسے بیوی ہی تسلیم نہیں کرتا۔'' ابا کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

''کیوں نہیں کرتا۔ بیوی تسلیم نہ کرتا تو اسے منانے آتا اور آپ کے ہاتھوں ایسی بے عزتی کرواتا۔ وہ ہماری بیٹی سے بات محبت کرتا ہے ورنہ اتنی بے عزتی کے بعد وہ اب تک وہیں بیٹھے جان دے چکا ہوتا۔ جب سے آیا ہے بھگو بھگو کر اسے مارتے رہے۔'' اماں بھی اب اپنا سارا غصہ نکال رہی تھیں۔ بیٹی کی صلح کرواتے وہ دونوں آپس میں لگ گئے تھے۔

''وہ قابل تھا اس بے عزتی کے لئے۔ میری بیٹی کے ساتھ ایسے سلوک روا رکھے اس نے لاوارث سمجھ رکھا تھا اسے۔''

''دامادوں کے ساتھ ایسے رویے نہیں رکھے جاتے۔'' اماں زچ ہوئیں۔ وہ پرانے خیالات کی عورت تھیں کہ داماد جیسا بھی ہو اس کی عزت کرو۔ اور پھر بیٹیوں کو ہر صورت گھر بسانا ہے لیکن صباح اور ابا ہی اس گھر میں ہر روایات کو توڑا کرتے تھے۔

''میں نے نہیں کہا تھا کہ تم گھر چھوڑ کر جاؤ۔ تم اپنی مرضی سے اس گھر کو چھوڑ کر آئی تھی۔'' ہادی جو منانے آیا تھا۔ وہ دراصل اس طرح سے بات کر رہا تھا۔

''یعنی میری غلطی ہے ساری۔ آپ جو محبوبہ کے گھر والوں کے لیے اتنے پوزیسو ہو گئے کہ بیوی تک کو سنا دیں۔ پھر میرے وہاں رہنے کا کیا جواز رہ جاتا تھا۔''

''تم نے اپنی شادی کا جوڑا کیوں جلایا تھا؟'' ہادی نے بات کا رخ پھیرا۔

''پوچھنا یہ چاہتے ہوں گے کہ میری محبوبہ کی تصویریں کیوں جلائیں۔'' صباح نے اسے دیکھتے طنز کیا۔

''بالکل میں یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ آپ میری محبوبہ کی تصویریں کیوں جلا کر آئی تھیں۔'' وہ بھی جواباً اسی لہجے میں بولا۔

''شکر کریں آپ وہاں نہیں تھے۔ ورنہ آپ کو بھی اسی آگ میں جھونک کر آتی۔'' وہ اس کے جواب پر

تلملائی۔ وہ اسے منانے آیا تھا لیکن باز پرس محبوبہ کی بابت کر رہا تھا۔ صباح تو سر تا پا جل اٹھی تھی۔

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی صباح!" ہادی کے لہجے میں افسوس در آیا۔

"توقع مجھے بھی نہیں تھی کہ دشمنوں کی وجہ سے مجھ سے باز پرس کریں گے اور اس پر آپ کو افسوس بھی نہیں ہوگا۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا لیکن اب نہیں ہوگا۔"

"صباح میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ جو ہونا تھا ہو گیا اسے بھول جاؤ۔ میں نئی زندگی کی شروعات چاہتا ہوں۔"

"بھولنا مجھے نہیں آپ کو ہوگا۔ محبوبہ نہیں رہی اور اس وقت اس مری ہوئی عورت سے جڑے رشتے عزیز رکھنے ہیں کہ جیتی جاگتی بیوی......"

"صباح! میں تمہیں صرف غلط بات پر ٹوک رہا تھا۔ وہ جب گھر مہمان بن کر آئی تھیں تو تمہیں ان کی عزت کرنی چاہیے تھی۔"

صباح اس کی بات سن کر تلخی سے مسکرائی۔

"وہ عزت کے قابل ہوتیں تو ضرور کرتی اور مہمان؟ وہ خود کو مالک اور مجھے ملازمہ سمجھ کر اس گھر میں آتی تھیں۔ پھر ایسے لوگوں کی غلط فہمی دور کرنا ضروری تھی۔ میں نے وہی کیا اور ایسے لوگوں کے لیے آپ نے ٹوکا نہیں تھا مجھے بلکہ میری اوقات یاد دلائی تھی کہ وہ گھر اور وہ بچے میرے نہیں ہیں۔ تو جب میرے نہیں ہیں تو میں ان کے لیے کیوں قربانی دوں۔ یہی کہا تھا نہ آپ نے کہ وہ بچے میرے نہیں ہیں۔ میں نے بھی اب مان لیا ہے کہ وہ میرے بچے نہیں ہیں، وہ آپ کی اور شہرین کی اولاد ہے۔ آپ یقیناً میرے بارے میں زیادہ نہیں جانتے ورنہ معلوم ہوتا کہ میں پرائی چیزوں اور رشتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ میں بارہ سال کی تھی جب ایک بار میرا بڑا بھتیجا میرے ہاتھوں سے گرا تھا تب میری بھابھی نے مجھ پر بہت غصہ کیا تھا اور کہا تھا کہ میں ان کی اولاد سے دور رہوں۔ وہ دن اور آج کا دن میں ان کی اولاد کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتی۔ پھر میں نے سب بچوں سے نگاہیں پھیر لیں کہ کہیں مجھ سے انہیں کوئی نقصان پہنچا تو ان کی مائیں مجھے سنا نہ دیں۔ میں نے بھانجوں، بھتیجوں سب کو اٹھانا چھوڑ دیا۔ وہ میرے لیے ممنوع ہو گئے تھے اور آپ کے بچوں سے پتہ ہے کیوں اتنا اٹیچ ہوئی تھی؟"

ہادی خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بولتے ہوئے اس کے لہجے میں نمی آنے لگی تھی۔

”کیوں کہ وہ اس بھری دنیا میں اتنے رشتوں کے باوجود بھی اکیلے تھے۔ ہر رشتے کے باوجود وہ سب سے محروم تھے مجھے ان پر ترس آتا تھا۔ میں نے ہمدردی میں انہیں پالنا شروع کیا تھا۔ مجھے خود بھی نہیں یاد کہ کب میرے دل میں ان کے لیے یہ احساس ابھرا کہ وہ میری اپنی اولاد ہیں۔ میں تو ان کے لیے سب بھول گئی تھی اپنا آپ بھی...... کہ شوہر کے گھر میں رہتے شوہر میسر نہیں تھا مگر میں پھر بھی اس گھر کو نہیں چھوڑ پاتی تھی کیونکہ میں سوچتی تھی کہ میں چلی گئی تو میرے بچوں کا کیا ہوگا۔ ہاں میں ایسے ہی سوچتی تھی میرے بچے میری اولاد......اور اولاد کے لیے ہر غم سہہ لیا جاتا ہے۔ شوہر کی بے رخی بھی، لیکن پھر ایک وقت آتا ہے کہ پھر آپ کو یاد دلایا جاتا ہے آپ اپنی زندگی بھی لگا دیں پرائے بچے اپنے نہیں ہو سکتے ان کے لیے دن رات تیاگنے کے باوجود بھی آپ کا ایسا حق قائم نہیں ہوسکتا کہ آپ ان کے لیے فیصلے کریں کہ وہ کس سے ملیں اور کس سے نہیں۔ پھر آپ کو یاد دلایا جاتا ہے کہ آپ سے زیادہ ان پر ان کے خونی رشتوں کا، ان خونی رشتوں کا جنہوں نے کبھی ایک بار بھی انہیں مڑ کر نہیں دیکھا تھا، ان کا حق آپ سے زیادہ ہے۔ تو ٹھیک ہے پھر میں نے بھی مان لیا ہے کہ بچوں پر انہی کا حق ہے کہ خون کا رشتہ جو ہے۔ اس ناطے میرا ان سے ہر رشتہ ختم ہوتا ہے۔ تو مجھے بتایا جائے کہ جن سے کوئی رشتہ ناطہ نہ ہو ان کے لیے اپنی ساری زندگی کیوں قربان کی جائے؟ آپ کی محبت تو ابھی ایک طرف۔ وہ تو میرے حصے میں کبھی آئی ہی نہیں۔ جو حصے میں آئی تو وہ ایسی تھی کہ کسی اور کی وجہ سے میرا دل دکھانے سے باز نہ آئی۔ اب مجھے صرف یہی بتایا جائے کہ میرا اس گھر میں جانے کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟“

ہادی درمیانی فاصلے کو ختم کر کے اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ تھاما۔ صباح نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا اور دو قدم پیچھے ہوئی۔

”صباح! میں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ ان باتوں سے تمہارا اتنا دل دکھے گا۔ اب میں ان باتوں پر جتنے بھی جواز پیش کروں بیکار ہے۔ میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ میں مانتا ہوں مجھے تم سے پہلے محبت نہیں تھی لیکن اب کرتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کون سا ثبوت دوں تو تم میری محبت کو مانو گی۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب زندگی پہلے جیسی نہیں ہوگی۔“

صباح نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ہادی اب سب ختم......اور جب میں نے ختم کر دیا تو پھر مڑ کر نہیں دیکھتی۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اگر بچے ان حالوں کو نہ پہنچتے تو آپ کبھی بھی مجھے لینے نہ آتے۔ آپ کے بچے ہی آپ کی مجبوری ہیں۔ اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں محبت کے بغیر تو آپ کے ساتھ رشتہ جوڑ نہیں سکتی اس لیے آپ مجھ سے محبت کا جھوٹ بول رہے ہیں۔ لیکن یہ جھوٹ اب بے معنی ہے۔ میں اس گھر میں واپس نہیں جاؤں گی۔''

ہادی افسوس سے اسے دیکھتا رہا۔ ''صباح! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور جہاں تک رہی بچوں کی بات مجھے ان کے لیے بھی تمہاری ضرورت ہے۔ لیکن اپنے لیے بھی تمہاری ضرورت ہے اور وہ صرف میرے بچے نہیں ہیں ہمارے بچے ہیں۔''

''اس بات کے لیے اب بہت دیر ہوگئی ہے ہادی۔''

''میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو کیا ہم دونوں کی محبت بھی کافی نہیں ہے؟''

صباح یہ سن کر تلخی سے سر جھٹک کر ہونہہ کیا۔

''کیا اب تم اس بات سے بھی مکر جاؤ گی کہ مجھ سے محبت ہے؟''

''میں کیوں مکروں گی۔'' وہ ایک دوسرے کے بہت قریب کھڑے تھے۔ صباح نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ''ہاں میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ آپ میرے شوہر ہیں آپ سے محبت نہیں ہوگی تو اور کس سے ہوگی؟ لیکن آپ سے محبت اس لیے ہے کہ آپ میرے شوہر ہیں۔ یعنی میرا شوہر کوئی بھی ہوتا ہر عام لڑکی کی طرح مجھے بھی اس سے محبت ہو جاتی۔ تو مجھے آپ سے نہیں۔ اپنے شوہر سے محبت ہے۔۔'' وہ گردن اکڑائے بولی۔

''اور خوش قسمتی سے تمہارا شوہر میں ہی ہوں اس لیے تمہیں مجھ سے محبت ہے۔'' ہادی کو اس بات نے آگ لگادی تھی یعنی وہ کسی بھی ایکس وائے زیڈ سے محبت کر لیتی اگر وہ شوہر کے عہدے پر ہوتا۔ ہادی کی ذات تو کہیں تھی ہی نہیں۔

''جی میری بدقسمتی کہ آپ میرے شوہر ہیں۔'' صباح زور دے کر بولی۔

''یعنی تمہارے لیے میری ذات بے معنی ہے؟'' ہادی بول اٹھا۔

''آپ کیا چاہتے ہیں کہ آپ کو ایسی بیوی ملتی جو اپنے شوہر کی اچھائی برائی سمیت اسے چاہنے کی بجائے دوسرے مرد کی خوبیوں پر مرمٹتی؟ معاف کیجیے گا دنیا میں ہر لڑکی آپ کی محبوبہ کی طرح نہیں ہوتی۔ اچھا لڑکا دیکھ کر اس سے محبت کر لے کچھ لڑکیاں اپنے دلوں کو شوہر کے لیے بچا کر رکھتی ہیں کہ یہ جگہ انہی کو دیں گی۔ اور شوہر کے اچھے برا ہونے کے باوجود بھی انہی سے محبت کریں گی۔ ویسے لڑکیوں کی ایسی قسم اچھی نہیں ہوتی۔ یعنی کیلکولیٹڈ ہوتی ہیں کہ بس شوہر سے محبت کریں گی۔ ہاؤ بورنگ......اب اٹھارویں صدی سے نکل آنا چاہیے کہ جہاں میرا پتی میرا دیوتا ہوا کرتا تھا۔ نہیں؟''

آہ صباح کی زبان...... ہادی جو اسے منانے کے لیے نئی دلیلیں سوچ رہا تھا۔ اس کی باتوں پر افسوس اور حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس حد تک جاؤ گی۔''

''جانا تو میں بھی نہیں چاہتی تھی اس حد تک لیکن آپ نے مجبور کیا ہے مجھے۔ آپ کے لیے میری اپنے شوہر سے محبت برائی ہے تو میں نے بھی بس یہی بتایا کہ میرے نزدیک یہ برائی نہیں ہے۔''

''صباح! تمہیں پتہ ہے تم بولتے ہوئے حد پار کر جاتی ہو۔ اب میں تمہیں لینے نہیں آؤں گا۔ میری طرف سے جہاں بھی رہو۔''

صباح نے لب بھینچ لیے۔ ''یہیں ثابت ہو گیا کہ آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ اس کی ایک بات نہیں سن پائے......اور میری کہی باتیں آپ سے برداشت نہیں ہوتیں۔''

''صباح! وہ مر چکی ہے اس کا پیچھا چھوڑ دو۔'' وہ جیسے زچ ہوا اٹھا تھا۔

''پیچھا تو اس نے میرا نہیں چھوڑا۔ مر ضرور گئی ہے لیکن گھر بھی اس کا، شوہر بھی اس کا، بچے بھی اس کے...... اور اس کے جو رشتے دار آئیں تو وہ بھی اسی کی طرح ہر شے کے مالک حق دار۔ مجھے بتائیں میرا کیا ہے؟ میری زندگی کیوں خراب کی تھی آپ نے۔ ہر لڑکی کی طرح میرے بھی تو خواب تھے ایک گھر کے جہاں کی ہر شے میری ہوتی۔ جہاں بلا شرکت غیرے میں ہی مالک ہوتی......'' وہ بولتے بولتے چپ کر گئی اور پلکیں جھپک کر آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلا۔

”آپ جا سکتے ہیں۔ آپ کو بھی مجھ سے رشتہ نہیں رکھنا اور مجھے بھی۔ بہتر یہی ہوگا کہ اس کہانی کو اب یہیں ختم کر دیا جائے۔“ خود پر قابو رکھ کر وہ دوٹوک بولی۔ ہادی نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔ اور کچھ کہنے کو لب وا کیے لیکن پھر لب بھینچ لیے۔ دونوں ہی بلا کے انا پرست تھے۔ اور بحیثیت مرد ہادی کی انا تو اور ہی زیادہ بلند تھی۔ وہ بھی تب کہ جب شادی کے تین سالوں کی کوتاہیوں پر بیوی نے کبھی کچھ نہیں کہا تھا اور اب اس کا انا دکھانا ہادی کے لیے دھچکا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جب وہ ہاتھ بڑھائے تو وہ اسے تھامے اب تک سب معاف کرتی آئی تھی تو اب بھی اسے کرنا چاہیے تھا لیکن صباح نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ ہادی سے رخ پھیرے کھڑی تھی۔ ہادی چند لمحے اسے دیکھتا رہا لیکن جب صباح رخ پھیرے ہی رہی تو پھر بنا کچھ کہے اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ صباح نے دروازہ کھلنے کی آواز پر مڑ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی آئی۔ یہ اس کا شوہر تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اسے منا سکتا تھا۔ اتنا تو اس کا بھی حق تھا کہ وہ اس سے روٹھتی لیکن دونوں ہی انا پرست تھے۔ اب جب صباح انکار کر چکی تھی تو اس نے بھی آگے بڑھ کر نہیں روکا تھا۔

سامنے وردہ اور بچے کھیل رہے تھے۔

”مما سے تو مل لیے چلیں اب گھر چلیں۔“ اس نے بچوں کے نزدیک جا کر کہا۔ پیچھے سے صباح بھی آ گئی تھی۔ وردہ نے اسے دیکھ کر اشاروں میں پوچھا۔ چل کیا رہا تھا۔ صباح نے نفی میں سر ہلایا۔ کچھ نہیں۔

”ابھی تو آئے ہیں بابا۔“ احد جانے کا سن کر سراسیمہ سا ہو گیا۔

”میں مما کے پاس رہوں گی۔“ نورِعین نے رونی صورت کے ساتھ باپ کو دیکھا۔ صباح وہیں کھڑی سب سن رہی تھی۔ احد اسے دیکھ کر بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

”مما! آپ بھی چلیں۔ آپ گھر کیوں نہیں چل رہیں۔ میں بھی نہیں جا رہا پھر۔ بابا! جب مما آئیں گی میں بھی ان کے ساتھ آؤں گا۔“ احد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر باپ کو مخاطب کیا۔ ہادی نے نیچے کھڑی نورِعین کو اٹھا لیا۔

”چلو احد! گھر چلیں۔“ اور مڑ کر اپنا ہاتھ احد کی کی طرف بڑھایا۔ وہ صباح کو چپکا۔

”نہیں۔ مما۔“

صباح نے دل کو مضبوط کیا۔ ”احد! بابا کے ساتھ جاؤ۔“ وہ اس کی ٹانگوں کے ساتھ لپٹ گیا۔ صباح کا دل

بھرنے لگا۔ وردہ ہکا بکا یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ صباح نے جھک کر احد کو اٹھایا اور اسے گلے لگا کر چوما اور اسے لیے ہادی کے قریب آئی۔ احد رونے لگ گیا۔ اسے روتے دیکھ کر نورعین بھی رونے لگ گئی۔ صباح کی تو جان پر بن آئی تھی۔ ہادی بھی انہیں چپ کرا رہا تھا اور صباح بھی۔ وہ دونوں بنا کچھ سنے رونے میں لگے ہوئے تھے۔ بچوں کے رونے کی آواز سن کر سب وہاں جمع ہو گئے تھے۔ صباح نے سب کو آتے دیکھ کر رخ پھیر لیا تھا۔ عجیب تماشا سا لگ گیا تھا۔ پھر ہادی نے ان کے رونے کے باوجود بھی قدم باہر کو بڑھائے۔ صباح نے بھی اس کی تقلید کی۔

''مما۔''

''مجھے مما کے پاس جانا ہے۔۔'' نورعین اور احد اونچی آواز میں روتے ہوئے بول رہے تھے۔ سب دم سادھے اس سب کو دیکھ رہے تھے۔ اماں ابا نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ کیا کر سکتے تھے اور جب وہ گیٹ کے قریب پہنچے تو نورِعین ہادی کے بازوؤں میں جھول گئی۔

''نورِعین۔'' ہادی نے ایک دم رک کر اسے دیکھا۔ صباح ڈر کر اس کے پاس گئی اور احد کو نیچے اتار دیا۔

''نورعین۔ نورِعین۔ مما کی جان۔'' صباح نے اس کے چہرے کو ہلکا سا تھپتھپایا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ صباح نے اسے ہادی سے لے کر اپنی بازوؤں میں لیا۔

''نورِعین۔ میری پیاری بیٹی۔ اٹھو جان۔ کیا ہوا میرے بچے کو۔۔'' صباح اسے ہلا جلا رہی تھی۔ نورعین کے بازو ڈھیلے ہو کر نیچے کو لٹک گئے۔ صباح کی چیخ بلند ہوئی۔ وہ اسے لیے زمین پر بیٹھ گئی۔ ہادی بھی اس کے ساتھ آ بیٹھا۔ صباح کی چیخ سن کر سب وہاں آ گئے تھے۔

''کیا ہوا۔'' اماں نے پھولی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔ صباح نورِعین کو آوازیں لگاتے اب رونے لگی تھی۔ اماں نے آگے بڑھ کر نورِعین کو چیک کیا۔

''ڈاکٹر کو بلاؤ۔'' صباح اسے خود سے لگا لگا کے چوم رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس کے بچے تو ہمیشہ صحت مند رہے تھے ایسی نوبت تو کبھی نہیں آئی تھی۔ پھر صباح اسے گود میں لیے کھڑی ہوگئی اور اندر جانے لگی کہ ایک دم اسے احد کا خیال آیا۔

''احد کہاں ہے ہادی۔'' اس نے اتنے لوگوں کے بیچ میں سے اسے ڈھونڈا۔ ہادی نے اس کی تلاش میں

نگاہیں دوڑائیں۔ پھر صباح کی نگاہ پڑی۔ وہ دیوار سے لگ کر بیٹھا رو رہا تھا۔ صباح کا دل مٹھی میں آ گیا تھا۔

''احد!'' اس نے آواز لگائی۔ ہادی بھاگ کر بیٹے کے پاس گیا۔ وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

''تم اسے لے کر اندر چلو۔ میں احد کو لے کر آ رہی ہوں۔'' وردہ نے تسلی دی۔ صباح نے سر انکار میں ہلایا۔

''وہ کسی کے ساتھ نہیں آئے گا۔'' پھر خود ہی اس کے پاس گئی۔ ''آؤ میرا بچہ اندر چلو۔'' صباح کی بات سن کر وہ آنکھیں پونچھتا اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

ڈاکٹر کے مطابق نورِعین ایک تو ابھی بیماری سے اٹھی تھی جسم میں کمزوری تھی۔ دوسرا وہ خوف سے بے ہوش ہوگئی تھی۔ پھر چند ہدایات کے بعد ڈاکٹر چلا گیا تھا۔ صباح بار بار جھک کر کبھی اس کا ماتھا چومتی، کبھی گال......اور احد صباح کے ہاتھ چوم رہا تھا۔ باقی سب تو باہر چلے گئے تھے کمرے میں۔ وردہ، اماں ابا اور ہادی رہ گئے تھے۔ اس کے گھر والوں کے لیے آج ناقابل یقین منظر تھا کہ صباح بچوں کے لیے یوں رو رہی تھی......اور بچے بھی اس کے لیے رو رہے تھے۔

اماں تو حیرت سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ جسے اس وقت سوائے ان بچوں کے کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔ پھر ابا نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔ صباح نے پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھا اور سوز سے مسکرا دی۔

''صباح کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا میں باہر ہوں۔'' وردہ نے کہا۔ صباح نے سر ہلایا۔ اب اماں رہ گئی تھیں۔

''مما۔ میری مما۔'' نورِعین کی غنودگی بھری آواز ابھری۔

''میں یہیں ہوں میرا بچہ۔'' صباح نے جھک اسے پیار کیا۔ اماں نے ایک نظر داماد کو دیکھا جو خاموشی سے بیٹی کے چہرے کو تکے جا رہا تھا۔ بیڈ کے ایک جانب صباح اور اس کے ساتھ لگ کر بیٹھا احد اور دوسری جانب ہادی نورِعین کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

''صباح! پریشان نہ ہو بچے ہیں کبھی ایسے ہو جاتا ہے۔ اپنی حالت دیکھو چند گھنٹوں میں کیا سے کیا ہو گئی ہے۔'' ظاہری بات ہے اماں کو اپنی اولاد کی لگنی تھی جو حال سے بے حال لگ رہی تھی بلکہ نیم دیوانی سی۔

''اماں! میرے بچے تو بہت کم بیمار ہوتے ہیں۔ ہمیشہ انکا خیال رکھتی ہوں۔ ایسے حالوں میں تو کبھی نہیں

پہنچے۔‘‘وہ بولتے ہوئے پھر سے رونے لگ گئی تھی۔

’’صباح! بس کرو بچہ۔ اب ٹھیک ہے تمہاری بیٹی۔‘‘اماں نے اسے تسلی دی۔ اور پھر داماد کو دیکھا جو ویسے ہی بیٹھا تھا۔ انہیں غصہ آیا کیسا بندہ تھا روتی بیوی کو چپ نہیں کرا رہا تھا۔ پھر سوچا شاید اکیلے میں ایک دوسرے کو تسلی دیں پھر وہ بنا کچھ کہے چلی گئیں۔ نورِعین سے رخ موڑ کر صباح نے احد کو گود میں لیا۔ پھر اس کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ اسے یقین دلاتی رہی کہ وہ اس کے ساتھ ہی رہے گا۔ ہادی اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ پھر احد بھی اس کی گود میں سو گیا تھا۔ نورِعین تو ویسے بھی سوگئی تھی۔ اب دونوں بچے نیند کی وادیوں میں گم تھے۔ صباح نے احد کو گود سے نکال کر بیڈ پر لٹایا اور خود آہستگی سے بیڈ سے نیچے اتر آئی۔ پھر جا کر ہاتھ منہ دھو آئی۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ آج کا تقریباً دن تو وہ وقفے وقفے سے روتی رہی تھی۔ اب رو رو کر اسے چکر آرہے تھے۔ چہرہ خشک کر کے وہ صوفے پر آبیٹھی۔ ہادی نے اب فرصت سے اسے دیکھا۔ رویا رویا چہرہ اور ویران سی آنکھیں۔

’’بچے کیسے سنبھلیں گے؟‘‘ اسے دیکھ کر ہادی نے سوال کیا۔ صباح نے چونک کر اسے دیکھا۔

’’پتہ نہیں۔ ابھی کچھ نہ پوچھیں۔ میں ایسی حالت میں نہیں ہوں کہ جواب دے سکوں۔‘‘اس کی آواز رونے سے بھاری ہو رہی تھی۔ ہادی نے سمجھ کر سر ہلایا اور پھر اٹھ کر اس کے قریب جا کر بیٹھا۔ وہ بیڈ پر سوئے دونوں بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ ہادی نے تسلی کے انداز میں اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور خود سے لگا لیا۔ اس کی آنکھیں پھر بہنے لگیں۔

’’میں آج بہت ڈر گئی تھی۔ میں تو صحیح سلامت انہیں چھوڑ آئی تھی۔ ان حالوں کو کیسے پہنچے۔‘‘ہادی اس کی بات سن کر تلخی سے ہنسا۔

’’صحیح سلامت اس لیے تھے کہ تم تھی ان کے ساتھ۔ تم بھی جانتی ہو تمہارے سوا اور کسی سے اٹیچڈ نہیں۔‘‘

صباح نے سن کر سر ہلایا پھر دوبارہ ان کے بیچ خاموشی چھا گئی تھی۔

’’کچھ دن تک بچوں کو میرے ساتھ رہنے دیں۔ اگر میرا اعتبار کر سکیں......‘‘ وہ بولتے ہوئے پیچھے کو ہو کر بیٹھی۔ ہادی نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ ان کی ماں تھی لیکن ایک بات کی وجہ سے ہر حق سے دستبردار ہو گئی تھی۔

''تمہارا ہی اعتبار ہے بس۔''

صباح نے نظریں اس کے چہرے پر ٹکائیں۔ ''مجھے کچھ وقت دیں کہ میں بچوں کو یہ سمجھا سکوں کہ میں ان کی ماں نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ سب سن کر ان کی ذہنی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔ مجھے کچھ وقت دیں۔''

ہادی کو افسوس ہوا۔ وہی مرغے کی ایک ٹانگ تھی۔ ''بچوں کی یہ حالت اس لیے ہوئی کہ 'وہ' تمہاری یعنی اپنی ماں کی جدائی نہ سہہ سکے۔'' ہادی نے اسے جتایا۔

''یہی تو انہیں بتانا ہے کہ میں ان کی ماں نہیں ہوں۔'' صباح کا فیصلہ بھی واضح تھا۔ پھر دوبارہ ان کے بیچ خاموشی آ گئی تھی۔ وردہ نے اندر آ کر کھانا لگنے کی اطلاع دی تھی۔ دونوں نے منع کر دیا تھا لیکن اماں نے وردہ کے ہاتھ کھانے کی ٹرے کمرے میں ہی بھجوا دی تھی۔ دونوں نے تھوڑا سا ہی کھایا تھا۔ پھر بہت دیر بعد ہادی فیصلہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے بچے کچھ دن تمہارے ساتھ رہ لیں میں آؤں گا پھر انہیں لے جاؤں گا۔ لیکن یہ فیصلہ تمہارا اپنا ہے کہ تم انہیں یہ بتاؤ کہ تم ان کی ماں نہیں ہو۔''

صباح نے گھڑی پر نظر ڈالی رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھی رہو۔ دروازے تک جا کر سی آف کرو گی؟'' ہادی نے طنز کا تیر اچھالا۔

''نہیں، باہر کا دروازہ بند کروں گی۔'' صباح نے سادگی سے جواب دیا۔ ہادی نے چہرہ پھیر کر منہ بگاڑا۔

''دروازہ بند کروں گی۔''

سب لوگ اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ ڈرائنگ روم میں اماں، وردہ اور بڑے بھائی تھے۔ ہادی ان سب کو دیکھ کر رکا اور مشترکہ الوداعی سلام کیا۔ بڑے بھائی اسے دیکھ کر غصے سے اٹھے اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا کہ اماں بھی ان کے ساتھ کھڑی ہو گئیں اور بیٹے کے بازو کو تقریباً دبوچ لیا۔ بڑے بھائی نے مڑ کر اماں کو دیکھا۔

''تمہارے ابا اسے بہت سنا چکے ہیں پلیز تم کچھ نہ کہنا۔'' اماں نے سرگوشی میں التجا کی۔ ہادی نے اس کے بھائی کے تیور دیکھے جیسے وہ لڑنا چاہتا تھا۔ پھر اماں کی سرگوشی کے بعد بس ایک دو باتیں کی تھیں۔ صباح ڈرتی رہی

یہیں پھر کوئی مسئلہ نہ ہو جائے لیکن بچت رہی۔ وہ دونوں خاموشی سے باہر آگئے تھے۔ ہادی کی گاڑی گھر سے باہر تھی۔ صباح کو یاد آیا اس نے جو انکار کیا تھا تو ہادی نے بھی گاڑی باہر ہی رہنے دی تھی۔ آہستہ قدموں سے چلتے انہوں نے لان عبور کیا۔ مین گیٹ پر پہنچ کر دونوں رکے۔

''اللہ حافظ۔'' صباح کے لب ہلے۔ ہادی نے بس نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا لیکن زبان ہلانے کی زحمت نہ کی۔ صباح کو غصہ آیا اور وہ لب بھینچے مڑی۔ جائے دفع ہو جائے وہ......صباح ابھی دو قدم آگے چلی تھی کہ ہادی کی آواز نے روکا۔

''جہاں تک مجھے یاد ہے تم دروازہ بند کرنے آئی تھی اب ایسے چلی جاؤ گی؟''

صباح نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کیں۔ یہ پتہ نہیں لمحوں میں غصے کا گراف کیوں اتنا بڑھ گیا تھا؟ ہاں صباح کو کیا پتہ اسے اب غصہ کیوں آیا تھا......اور جب ایک لمبی گہری سانس لے کر اس نے آنکھیں کھولیں تو نظر اوپری منزل پر سے انہیں دیکھتی بڑی بھابھی پر پڑی۔ بھابھی فوراً کھڑکی سے پرے ہوئیں اور صباح نے بھی دوبارہ نظر اٹھا کر اوپر نہ دیکھا۔ وہ ہادی کی جانب مڑی۔ بڑی بھابھی یقیناً اس کی جاسوسی کر رہی تھیں اور پھر یہ معلومات صبح اٹھ کر وہ دیورانیوں کو دیتیں۔ اور پھر خاندان میں کہ صباح اور اس کے شوہر کی نہیں بنتی۔ بلکہ اس کا شوہر اسے منہ نہیں لگاتا۔ صباح نے لمحوں میں سارے جوڑ توڑ کیے۔ ہادی اس کی خود پر ٹکی پر سوچ نظروں سے حیران ہوا۔

''کچھ ہوا ہے؟''

صباح مسکراتے ہوئے اس تک گئی۔ اسے پتہ تھا بڑی بھابھی اب دوبارہ کھڑکی سے چپکی انہیں ہی دیکھ رہی تھیں اور پھر صباح ہادی کے بالکل قریب جا رکی۔ ہادی نے ابرو اٹھا کر پوچھا کہ کیا ہوا؟ صباح نے دونوں ایڑیاں اٹھائیں اور اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے دائیں گال کو چھوا اور پھر پیچھے ہو کر ایڑیاں زمین سے ٹکائیں۔

''اپنا خیال رکھیے گا۔'' وہ تھوک نگلتے مسکرائی۔ وہ جانتی تھی وہ کیا کر چکی تھی۔ ہادی تو بس اس کے چہرے پر نگاہیں ٹکائے کھڑا تھا۔ پھر اس کی بات سن کر جیسے ہوش میں آیا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔

"تم بھی اپنا خیال رکھنا سویٹ ہارٹ۔" وہ ہنسا۔ پتہ نہیں کیوں؟ صباح کا دل دھک کر رہا تھا۔ یہ اس نے نہیں سوچا تھا کہ اس کا انجام یہ ہوسکتا ہے۔ وہ تو دکھاوے کے لیے کر رہی تھی پھر وہ ناراض بھی تو تھا تو یہ......صباح کی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔

"افف صباح کیا کر دیا تم نے۔" اس نے خود کو کوسا اور پھر پیچھے ہونا چاہا بس بہت ہوا ملاپ۔ لیکن ہادی نے ہنستے ہوئے اسے مزید قریب کیا اور پھر ذرا سا پیچھے ہو کر اس کے اڑی رنگت والے چہرے کو دیکھا اور اس کی دائیں گال پر جھکا۔

"تم صحیح کہتی ہو بدلہ لینے میں تو بہت سکون ہے۔" صباح کو اس کی ہنسی اپنے کان میں سنائی دی۔ "اور ہاں بڑی بھابھی کا بھی شکریہ ادا کر دینا ان کا الوداع کرنا مجھے بہت پسند آیا۔"

صباح جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ اس کو پتہ تھا کہ بڑی بھابھی کے دیکھنے کی وجہ سے یہ سب ہوا تھا۔ ہادی اس کے اڑے حواس کو دیکھ کر مزید ہنسا۔ پھر ہادی چلا گیا اور صباح کانپتی ٹانگوں سے دروازہ بند کرتی مڑی۔ اسے بھابھی کی جاسوسی بھول گئی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اندر کی جانب بڑھنے لگی۔ قدم کہیں رکھتی پڑتا کہیں، اس کے حقیقتاً حواس اڑے ہوئے تھے۔ دایاں گال جل رہا تھا۔ اور پھر کیونکہ صباح بی بی کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور حواس بھی سلامت نہیں تھے تو وہ انٹرنس ڈور کی بجائے دیوار سے اندر جانے لگی تھی کہ پوری کی پوری ٹھاہ کے ساتھ دیوار میں جا لگی تھی۔ ماتھے کی ہڈی اور ناک کی ہڈی۔

"اف......آہ......" اس کی صدا بلند ہوئی۔ "اوئی اماں۔ ہائے میرا منہ۔ میری ناک۔ میرا ماتھا......ہائے اماں......اللہ" اس ٹکراؤ نے اس کے حواس واپس کر دیے تھے۔ "اللہ پوچھے آپ سے بڑی بھابھی۔ آج آپ کی وجہ سے دیوار میں چنی جاتی اور انارکلی بن جاتی۔ ہائے بھابھی۔۔" دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے وہ بولے جا رہی تھی۔ "کمینہ ہادی۔ بدتمیز، فسادی انسان۔" پھر پانچ منٹ بعد وہ ماتھے کو سہلاتی انٹرنس ڈور سے اندر چلی گئی۔

......

پورے گھر میں بچوں کا شور تھا۔ صباح نے احد اور نورِ عین کو بھی بہنوں کے بچوں کے ساتھ کھیلنے میں لگا دیا

تھا۔ بچوں کی آوازیں خوشی کا احساس پیدا کر رہی تھیں۔ صباح کی دونوں بہنیں آئی ہوئی تھیں۔

"اماں آپ سمجھیں وہ میری اپنی ہی اولاد ہے۔ آپ کی صباح کی اولاد۔ آپ کو بھی میری اولاد دیکھنے کا بہت شوق تھا لیں دو، دو آ گئیں۔"

اس کی بہنیں ہنسیں۔

"جو میری اولاد کی محبت کا حصہ ہے نا آپ کے دل میں اس میں انہیں فٹ کر دیں۔"

اماں نے آنکھوں کو حرکت دے کر ماتھے پر آئے بل ختم کرنے چاہے۔

"دیکھو صباح اچھی بات ہے کہ تم ان سے محبت کرتی ہو لیکن پرائی اولاد پرائی ہی رہتی ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں تم تو ان کے لیے جان دینے پر بھی تیار ہو۔ لیکن ذرا بریک پر پاؤں رکھ بچہ۔ غیر کبھی اپنا نہیں ہوتا۔"

"تو آپ کہہ رہی ہیں انہیں اٹھا کر کہیں پھینک دوں؟"

"نہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک رکھو لیکن ان کے ساتھ اتنا اٹیچ نہ ہو۔"

"یار اماں! وہ میرے لیے میری اپنی اولاد ہے۔۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ اور ویسے بھی وہ مجھ سے بھی اتنی محبت کرتے ہیں جتنی کہ میں...... وہ اپنے ننھیال میں اب کسی سے بات نہیں کرتے کیونکہ وہ بچوں کے سامنے میری برائیاں کرتے ہیں۔ وہ میرے لیے اتنے پوزیسو ہیں کہ یہ پورا ماہ جو میں یہاں رہی احد ہادی سے ناراض رہا کیونکہ ہادی کا اور میرا جھگڑا احد نے سن لیا تھا۔ اس نے باپ سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کی ماں سے معافی مانگے ورنہ وہ کبھی بات نہیں کرے گا۔"

"واہ صباح کیا بچے ہیں۔ جتنے شکل سے پیارے ہیں اتنے دل سے۔ تمہاری بیٹی تو کشمیری سیب ہے یار۔ اور بیٹا سنو میں سوچ رہی کہ تم اور میں آپس میں بچوں کے رشتے کر لیں گے۔" وردہ شرارتی انداز میں بولی۔ اماں نے گھور کر وردہ کو دیکھا۔

"ایک منٹ صباح! ہادی کا سابقہ سسرال تمہارے گھر کیوں آتا تھا۔ تم نے تو کہا تھا دشمنی تھی۔" غناء نے پوائنٹ اٹھایا۔

"آپی اس بات کو رہنے دیں۔ اماں ٹھیک ہے نا۔" اس نے اماں کو امید بھری نظروں سے دیکھا۔ اماں نے

آہستگی سے سر ہلایا ابھی وہ اسے کچھ کہنے لگی تھیں کہ اس کی بھابیوں نے ہال میں جھانکا۔اماں خاموش ہو گئیں۔ پھر سب باتیں کرنے لگیں۔ صباح بچوں کو دیکھنے کے لیے اٹھنے لگی تو بڑی بھابھی نے اسے روکا۔

''صباح! تم جب ہادی سے رشتہ ختم کر رہی ہو تو اس کی اولاد کو یہاں کیوں رکھا ہوا ہے؟''

''آپ سے کس نے کہا کہ میں ہادی سے اپنا تعلق ختم کر رہی ہوں۔ رات نظارا دیکھ تو لیا تھا آپ نے پھر اب یہ جاسوسی کیوں؟'' صباح نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔ بڑی بھابھی کا منہ فق ہوا۔انہیں نہیں پتہ تھا کہ صباح کو ان کی جاسوسی کا علم تھا اور تھا بھی تو یہ بتانے والی بات تھی؟

''کون سا نظارا؟'' بڑی آپی نے آگے ہو کر پوچھا۔سب صباح کو دیکھنے لگیں۔

''بھئی میں اپنے شوہر کو الوداع کر رہی تھی اور یہ اوپر کھڑی مسلسل جاسوسی کر رہی تھیں۔ہادی نے انہیں دیکھ لیا تھا۔انہیں بہت برا لگا تھا کہتے تمہاری بڑی بھابھی تو بہت بے شرم ہیں پرائیویسی کا مطلب بھی نہیں سمجھتیں۔ یہ تو ہادی نے آج صبح مجھے کال کر کے بتایا ورنہ میں رات ہی آپ سے پوچھ لیتی۔وہ کہتے اسی وجہ سے میں تم سے اچھی طرح سے نہیں مل سکا کہ تمہاری بھابھی بے شرموں کی طرح دیکھے جا رہی تھیں۔'' صباح نے رات کی ٹکر کا اپنی طرف سے بھرپور بدلہ لیا تھا۔لیکن اس کی بہنوں کے بلند ہوتے قہقہوں اور بھابیوں کی دبی ہنسی نے اسے احساس دلایا وہ کیا بول چکی تھی۔اماں بیٹی کو دیکھتیں دبی ہنسی ہنستے باہر چلی گئیں۔لڑکیوں کی آپس کی باتیں تھیں۔ باقی تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں لیکن بڑی بھابھی کا منہ لال ہو چکا تھا۔

''بی بی اور ملاپ کے لیے رہ کیا گیا تھا؟'' پھر سب کے قہقہے تھے۔صباح بوکھلائی ہوئی سی باہر آ گئی تھی۔

''اف اللہ، کچھ زیادہ بول گئی تھی کیا؟؟ اففف ہادی آپ نے مجھے ذلیل کر دیا سب ہنس رہی ہیں۔اور یہ بڑی بھابھی......'' وہ جلتے بھنتے بچوں کے پاس جانے لگی۔

......۞......

صباح، نورِعین کو کچن میں بٹھا کے کمرے سے اپنا موبائل لینے آئی تھی۔ جب واپس گئی تو بڑی بھابھی نورِعین کا بازو پکڑے اسے جھنجھوڑ کر سنائے جا رہی تھیں۔ نورِعین خوف سے ان کے چہرے کو تکے جا رہی تھی۔ صباح لپک کر ان کے پاس گئی اور جھٹکے سے ان کی گرفت سے اسے کو چھڑایا۔

''کیا کر رہی ہیں آپ؟ بچوں سے کوئی اس طرح بات کرتا ہے؟''

''بی بی ان آفتوں کو جو ہمارے سر پر لاد دیا ہے تو انہیں تمیز بھی سکھا دیتی۔''

''کیا کر دیا ہے اس نے؟''

''اس نے میرے واسع کو دھکا دیا تو وہ گر گیا۔ پہلے تم نے اسے گرایا اب یہ تمہارے سوتیلے بچے بھی۔''

''بھابھی......'' وہ ضبط کھو کر چیخ اٹھی۔ ''کس قسم کی عورت ہیں آپ؟ کبھی تو سوچ سمجھ لیا کریں۔ بچے ہیں آپس میں کھیلتے ہیں تو کھیل میں چوٹ لگ جاتی ہے۔ لیکن نہیں آپ کو ہر بات میں دشمنی تلاش کرنی ہے۔ اور کیا کہا آپ کے سر لاد دیا ہے؟ یہ صرف میرے باپ کا گھر نہیں ہے میرا اپنا بھی ہے، شاید آپ کو یاد نہیں رہا۔'' پھر نورِعین کو لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔ احد بھی وہیں تھا۔ صباح خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ احد اور نورِعین کے سامنے تو مسکرانے کی کوشش کرتی رہی لیکن نورِعین نے بھائی کے کان میں گھس کر اسے پوری رپورٹ دی تھی اور پھر وہ واقعی صباح کے بچے تھے یہ انہوں نے رات کے ڈنر میں ثابت کر دیا تھا۔

جب سب ٹیبل پر اکٹھے ہو گئے تو احد نے نانا کو مخاطب کیا۔

''نانا جی! ہم لوگ گھر کب جائیں گے؟ آپ ہماری ٹکٹس کروا دیں گے؟'' اس کی ننھی آواز نے قریب بیٹھے لوگوں کو ہی متوجہ کیا تھا۔

''کیوں بیٹا گھر کیوں جانا ہے؟'' صباح نے حیرانی سے بیٹے کو دیکھا۔ اس سے کیوں نہیں کہا تھا کہ گھر جانا ہے؟

''بیٹا! کیوں جانا ہے آپ کو یہاں مزا نہیں آ رہا؟'' اس کے ابا نے اس کے بچوں کو بنا کچھ کہے اس کی اولاد مانا تھا۔ اب بھی وہ شفقت سے احد کو دیکھ کر مسکرائے۔

''نانا جی اپنے گھر میں زیادہ مزا آتا ہے۔ یہاں تو کھیلنے پر سب ڈانٹنے لگ جاتے ہیں۔''

صباح نے احد کو آنکھیں دکھانی چاہیں لیکن اس نے اپنا رخ نانا کی طرف کیے رکھا۔

''سب کون؟'' ابا سمیت اماں اور وردہ بھی چونکے۔

''واسع کی مما نے آج نورِعین کو مارا اور ڈانٹا۔ پھر مما کی انسلٹ بھی کی۔''

”فسادی ماں کی فسادی اولاد۔“ بڑی بھابھی شاکڈ سی بڑبڑائیں۔ سب کی گردنیں بڑی بھابھی کی طرف مڑیں۔ پھر جو اَبا، اماں اور بڑے بھائی بڑی بھابھی کی کرتے رہے صباح تو افسوس سے سر جھکائے رہی۔ لیکن احد اور نورِ عین اب مزے سے اپنی پلیٹ سے کھانا کھاتے رہے۔

ہونے کو جو ہونا تھا ہو گیا تھا لیکن اس ساری رات صباح نہیں سوئی تھی۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟ اس کے چھوٹے بچے اسے بچانے کے لیے گھریلو سیاست میں گھسٹ رہے تھے۔ یہ اچھا نہیں تھا۔ اگر وہ یہاں رکھتی انہیں تو اس کی بہت کوششوں کے باوجود بھی یہ ہو کر رہنا تھا۔ بڑی بھابھی صرف اس سے نہیں ان بچوں سے بھی دشمنی پال بیٹھی تھیں اور وہ جب جب کچھ کرتیں بچوں نے لازمی اس کے لیے کچھ کرنا تھا۔ وہ ساری رات سوچ بچار کرتی رہی تانے بانے بنتی رہی۔ پھر اگلے دن ابا کے پاس جا پہنچی۔

”ابا! مجھے اپنے گھر واپس جانا ہے۔“

ابا نے عینک کو نیچے کر کے اسے دیکھا۔ اماں جو الماری سے کچھ نکال رہی تھیں مڑ کر بیٹی کی پشت کو دیکھا۔ وہ بیڈ پر ابا کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اماں نے ہاتھ میں پکڑے سوٹ کو دوبارہ الماری میں رکھا اور پھر ابا کے ساتھ آ بیٹھیں۔

”تم نہ کہا تھا کہ اس سے رشتہ ختم؟“ ابا تھے تو کیسے ایک جملے میں مان جاتے۔

”جی ابا تب غصے میں تھی۔ پھر بچوں کا تو آپ کو پتہ ہے میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہاں اپنے ساتھ رکھتی انہیں لیکن بڑی بھابھی کا پتہ ہے آپ کو، میں نہیں چاہتی کہ میرے بچے کسی بھی قسم کی گھریلو سیاست میں رگڑے جائیں۔“

”تو پرائے بچوں کے لیے تم اس جہنم میں جانا چاہتی ہو؟“ اماں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔ یہ وہ اماں تھیں جو یہ چاہتی تھیں کہ صباح ہنسی خوشی اپنے گھر چلی جائے لیکن وہ تو اپنے لیے نہیں ان بچوں کے لیے جانا چاہتی تھی۔

”اماں پرائے نہیں ہیں۔ میرے اپنے بچے ہیں۔ اور جہنم نہیں ہے وہ۔ ٹھیک ہے بہت مسئلے رہے ہیں لیکن بڑی بھابھی جیسی ہستی نہیں ہے وہاں۔“

”اگر اپنی بھابھی کی وجہ سے جانا چاہتی ہو تو میں گھر میں دیوار ڈلوا دیتا ہوں۔ تمہیں اب کسی بھی چیز کے لیے

خود کو تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اماں نے صدمے سے مڑ کر شوہر کو دیکھا۔ دیوار؟

"نہیں ابا، پلیز میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کبھی اس گھر کا بٹوارا ہو۔ پلیز۔"

"ٹھیک ہے پھر میں تمہیں الگ گھر لے کر دیتا ہوں وہاں رہو۔ چاہو تو بچے بھی ساتھ رکھو۔"

صباح نے ایک دم نفی میں سر ہلایا۔ ابا تو اسے گھیرتے ہی جا رہے تھے۔

"نہیں ابا اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بوکھلائی۔ "مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"

"کیا گارنٹی ہے کہ اب وہ تمہاری قدر کرے گا؟ میں اس شخص کے ہاتھ دوبارہ اپنی بیٹی نہیں دینا چاہتا۔"

"ابا وہ کرے گا۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"صباح بچے، یہ مذاق کی بات نہیں ہے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔" اماں نے بھی اب کے سنجیدگی سے اسے نصیحت کی۔

"اماں میں بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پھر وہ میرا اپنا گھر ہے۔ میں خود میں اتنا حوصلہ نہیں پاتی کہ اس رشتے کو ختم کروں۔"

پھر وہ کتنی دیر ابا کے سوالوں کے جواب دیتی رہی بالآخر ابا مان گئے تھے۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔ لیکن یاد رکھنا تم لاوارث نہیں ہو۔ اور ٹھکانہ...... یہ گھر تمہارے لیے بھی ہے۔ اور اب اگر پھر کبھی اس نے تمہیں اتنی تکلیف دی کہ تم گھر چھوڑ کر یہاں آؤ تو یہ سوچ لینا کہ میں پھر اس رشتے کو کبھی جڑنے نہیں دوں گا۔ مجھے نہیں پسند ہر آئے دن تم روٹھ کر میکے آؤ۔ آؤ لاکھ بار آؤ لیکن پھر فیصلے کے ساتھ آنا۔ یہ بات میں نے اسے بھی سمجھا دی ہے۔ اور وہ سن کر ہر بار یقین دلاتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

"کون؟ کسے؟ ہادی کو؟" وہ چونکی۔

"ہاں تمہارا شوہر ہر آئے دن فون کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہیں بھیج دیں۔"

صباح نے پوری آنکھیں کھول کر ابا کو دیکھا۔

"پھر خود لینے کیوں نہیں آیا؟" اسے غصہ آیا۔

"جو تمہارے ابا اس کے ساتھ کر چکے ہیں اس کے بعد آتا بھی کیسے۔" اماں چمک کر بولیں۔

''تو اس کی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔ تم باپ ہوتیں تو تمہیں پتہ ہوتا کہ بیٹیوں کو تکلیف دینے والے کو زندہ زمین میں گاڑنے کو دل کرتا ہے۔ میں نے تو پھر بھی صرف زبانی کلامی کہا اسے۔'' ابا کا غصہ پھر سے عود آیا تھا۔

''ٹھیک ہے ابا۔ اب اتنی بھی کوئی تکلیف نہیں دی۔ بہت اچھا بھی ہے وہ۔ آپ اس سے ناراضگی ختم کر دیں۔''

اماں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔ خود ان کے سامنے بیٹھ کر اس کی شان میں اتنے قصیدے پڑھے تھے اور ابا کا کہا بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ ابا نے غور سے بیٹی کے چہرے کو دیکھا۔ وہ جزبز ہوئی۔

''ٹھیک ہے میں کل کی ٹکٹس کروا دیتا ہوں۔'' ابا ہولے سے مسکائے تھے یا صباح کو وہم ہوا تھا؟ پھر وہ خاموشی سے اٹھ آئی تھی۔

اگلے دن اپنا سامان پیک کیے وہ بہنوں کو ملنے چلی گئی۔ جن کے شکوے یہ تھے کہ ان کی بہن نے انہیں اپنی کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ وہ اس سے بار بار پوچھتی تھیں اور وہ کوشش کوتی تھی کہ بس چھوٹا سا جواب دے۔

''صباح ہم بہنیں ہیں تمہاری، ہمارے آگے اپنا دل کھول سکتی ہو۔ نہ ہم کسی کو بتائیں گے اور نہ کچھ برا کریں گے۔'' بڑی آپی نے آنکھیں دکھاتے کہا۔

''آپی یہ بات نہیں ہے۔ اماں کی بیٹی ہوں تو ان کی کہی باتیں تو آپ جانتی ہیں ہم سب بہنیں مانتی ہیں۔ ویسے بھی شوہر کا گلہ کیا کروں جب رہنا بھی اسی کے ساتھ ہے۔ آپ میری بہن ہیں آپ سے شوہر کا گلہ کروں گی تو آپ کے دل میں اس کی عزت ختم ہو جائے گی۔ لازمی بات ہے جو آپ کے خونی رشتوں کے ساتھ برا سلوک کرے وہ آپ کو اچھا لگ بھی نہیں سکتا۔ ٹھیک ہے ہادی نے بہت بار میرا دل دکھایا، دل توڑا لیکن آپی ہادی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میری بہت سی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ میرے لیے بہت بار اپنا غصہ پی جاتے ہیں۔ میں ان سے جھگڑے کے دوران ساری کسر نکال لیتی ہوں پھر یہاں بھی آ کر گلہ کروں؟ آپی جس بندے کے ساتھ رہنا ہے بس پھر اس کی خامیوں کا کیا تذکرہ کرنا۔ وہ تو مجھے اپنی خامیوں سمیت اچھا لگتا ہے۔ میرا دل توڑتا ہے پھر بھی اچھا لگتا ہے۔ اس سے جھگڑا کرتی ہوں اسے سناتی ہوں لیکن یہ کبھی بھی نہیں چاہوں گی کہ کوئی اور اسے کچھ کہے......اور میرے خونی رشتے اس کی عزت تب کریں گے جب وہ یہ دیکھیں گے کہ وہ میرے

ساتھ اچھا ہے۔تو آپی وہ بہت اچھا ہے میرے ساتھ۔اپنی خامیوں سمیت وہ میرے لیے میری محبت ہے......"

غناء آپی اور بڑی آپی ہنسنے لگ گئیں۔

"بھئی ہماری بہن تو بہت سیانی ہوگئی ہے۔لیکن یادرکھنا ساری باتیں دل میں نہیں رکھتے بہنیں دکھ سکھ بانٹنے کے لیے ہوتی ہیں۔ہم تمہارے شوہر کی برائیاں سن کر بھی اس کی عزت میں کمی نہیں آنے دیں گے۔" آخر میں غناء آپی نے اسے چھیڑا۔وہ مسکرا دی۔پھر شام کو ابا اسے ائیر پورٹ چھوڑنے آئے تھے۔بچے بہت خوش تھے۔خوشی سے چہچہاتے پھر رہے تھے۔صباح انہیں دیکھ دیکھ کر نہال ہوئے جا رہی تھی۔اماں بہت خوش تھیں کہ بیٹی کا گھر اجڑنے سے بچ گیا تھا۔بڑی بھابھی جو یہ سوچ کے بیٹھی تھیں کہ نند کی زندگی کی ٹریجڈی سے وہ اسے روز طعنے دیا کریں گی،اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔اور اماں کے سامنے کہہ بیٹھیں۔

"اماں!صباح کا شوہر اتنا برا ہے اسے تو پوچھتا نہیں صباح نے غلطی کی ہے اسے نہیں جانا چاہیے تھا۔ٹھیک اسے یہاں بھابیوں کے ساتھ نہیں رہنا تھا تو کسی بہن کے گھر میں رہ لیتی۔جو مرد آپ کو پوچھے بھی نہ اس کے پاس کیا جانا۔"

اماں نے خشمگیں نگاہوں سے بہو کو گھورا۔

"میری بیٹی لاوارث نہیں ہے کہ بہنوں کے گھر جا پڑتی۔اللہ سلامت رکھے اس کے ابا ہیں اور تین بھائی بھی۔وہ اپنوں کے ہوتے غیروں کے گھر کیوں جاتی؟اور تم سے کس نے کہا کہ اس کا شوہر اسے نہیں پوچھتا؟تم نے دیکھا نہیں تھا وہ اسے لینے آیا ہوا تھا۔میری بیٹی سے بہت محبت کرتا ہے۔اور وہ بھی شوہر کے بغیر زیادہ دن نہیں رہ پائی اس لیے چلی گئی۔اور وہ روٹھ کر میکے نہیں آئی تھی بس کچھ دن رہنے آئی تھی۔لیکن تم اپنا یاد کرلو ایک بار میک اپ کا سامان نہ لانے پر کیسے روٹھ کر میکے چلی گئی تھیں؟میری بیٹیاں ایسی نہیں ہیں کہ ذرا ذرا سی باتوں پر گھر چھوڑ دیں۔دوبارہ تمہارے منہ سے ایسی بات نہ سنوں میں۔"

صباح ہوتی تو بھابھی کی طبیعت کی اس صفائی پر جھوم اٹھتی کہ اس کی پیاری اماں اس کے دفاع کے لیے بڑی بھابھی سے سختی سے بات کر رہی تھیں ورنہ تو انہیں بڑی بہو بہت پیاری تھی۔

چند گھنٹوں کی فلائٹ کے بعد جب وہ گھر پہنچی تو رات سر پر تھی۔اس نے ڈرائیور کو کال کر کے ائیر پورٹ بلا

لیا تھا۔ وہ ہادی کو سرپرائز دینا چاہتی تھی؟ ارے نہیں جو آخری ملاقات ہوئی تھی اس کی وجہ سے وہ شرمندہ سی تھی۔ بچے تو گاڑی میں ہی سو گئے تھے۔ اپنے کمرے میں انہیں بستر پر سلا کر وہ پلٹی تو دیکھا ہادی دروازے سے ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ صباح نے اعتماد سے سلام کیا۔ وہ جواب دیتا چل کر اس تک آیا۔ اس کے تیور آخری ملاقات والے تھے۔ صباح اس کے قریب آنے سے پہلے صوفے پر جا بیٹھی۔

"بدتمیز انسان۔" وہ بڑبڑائی۔ ہادی کھل کر ہنسا اور اس کے ساتھ صوفے پر جا بیٹھا۔

"پہلے تو بڑا نظر انداز کرتی تھیں۔" حال احوال پوچھے بغیر وہ شروع ہو چکے تھے۔

"ہاں آپ کو اس بات کا بڑا غم ہے کہ میں آپ کو نظر انداز کرتی تھی۔" صباح بھی میدان میں اتری۔

"ہاں غم تو ہے اتنی خوبصورت لڑکی آپ کو مسلسل نظر انداز کرتی رہے اور پھر وہ آپ کی بیوی بھی ہو تو غم بڑھ جاتا ہے۔"

صباح کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی لیکن ہادی کے چہرے پر نظر پڑتے فوراً ہونٹ بھینچ لیے کہ میں تو نہیں ہنس رہی۔ ہادی اس کی شکل دیکھ کر ہنستا رہا۔ بہت ضبط کے باوجود بھی وہ ہنس دی۔

"آنے کے لیے شکریہ۔" وہ اس کے کان قریب سرگوشی کر کے پیچھے ہوا۔ صباح نے اعتماد سے اس کے شکریہ کا ستیاناس کرنا چاہا لیکن اس کی خود پر جمی نظروں کی وجہ سے نگاہیں چرا گئی۔

"میں اپنے بچوں کی وجہ سے آئی ہوں۔"

"مجھے پتہ ہے تم میرے لیے آئی ہو اور اس کے لیے شکریہ۔ صباح تمہارے جانے کے بعد مجھے تمہاری صحیح قدر ہوئی ہے اس لیے یہ گھر میں نے آدھا تمہارے نام کر دیا ہے اور بچوں کی کسٹڈی بھی اپنے بعد تمہارے نام کی ہے۔"

"آدھا کیوں؟ پورا کیوں نہیں؟" وہ صباح ہی کیا جو جرح نہ کرے۔

"بیوی جس مزاج کی تم ہو مجھے پورا یقین ہے کہ اگر گھر پورا تمہارے نام ہوتا تو آئندہ جھگڑے پر میں گھر سے باہر ہوتا اپنی سیفٹی کے لیے کیا ہے۔ اور بچے بھی اس لیے آدھے آدھے بانٹے ہیں۔"

"یعنی جھگڑا لازمی ہے۔ یہ وعدہ کبھی نہیں کریں گے کہ صباح میں تم سے کبھی جھگڑا نہیں کروں گا۔ تمہاری کسی

بات پر کچھ نہیں کہوں گا کبھی تم پر غصہ نہیں کروں گا۔“ صباح نے منہ بنایا۔

”دیکھو سویٹ ہارٹ، محبت اندھی ضرور ہوتی ہے لیکن گونگی بہری نہیں۔ اب غلط باتوں پر تو بولوں گا۔“

”یہ گھر نام کرنے کا آئیڈیا کہاں سے آیا؟“

”آپ کے ابا کی دھمکیوں سے...... کہ اب اگر میری بیٹی روٹھ کر میکے آئی تو طلاق ہی سمجھوں گا۔ میں سچ میں بہت ڈر گیا ہوں۔ صباح ہمارے بیچ کبھی بھی کوئی اختلاف ہوں تم اس گھر کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گی کیونکہ اب یہ میرا گھر نہیں ہے بلکہ ہم دونوں کا ہے، ہم دونوں کا برابر کا حق ہے۔“

صباح نے ہنسی دبائی۔

”میرے ابا نے اچھے کان کھینچے آپ کے؟“

”تمہیں بڑی خوشی ہوئی اس بات سے؟“

ہاں تو کیوں نہ ہو اچھا کیا ابا نے......“

ان کی بحث شروع ہو چکی تھی۔ اور ویسے بھی کسی اور کی پرائیویسی میں نہیں جھانکتے اچھی بات نہیں ہوتی۔ چلیں واپس چلیں کہانی ختم ہوئی۔

✿...... ختم شد ......✿